وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

تابعین اصحاب احمدؑ

جلد دہم

سوانح محترم میاں محمد صدیق صاحب بانیؓ

تالیف

ملک صلاح الدین

(مطبوعہ: راما آرٹ پریس امرتسر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابت

محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی رضی اللہ عنہ

تاریخ احمدیت جلد پنجم میں مرقوم ہے:۔

"آپ نے (حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحبؓ کی طرح) سلسلہ کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور قربانیوں میں ایک شاندار مثال قائم کی۔" (صفحہ ۲۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عنوانات تابعین اصحابِ احمدؑ جلد دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی ناظر اعلیٰ و وکیل اعلیٰ قادیان)

تالیف ہذا محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور آپ کی سیرۃ پر مشتمل ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمول غیر معمولی حالات میں عطا کیا جبکہ آپ یتیم رہ گئے تھے۔ اور آپ کے چچا کا کاروبار فیل ہو چکا تھا۔ مال عطا ہونے کے بعد پھر ایک دفعہ سب کچھ ہنگاموں کی نذر ہو گیا۔ آپ نے حوصلہ مندی دکھائی۔ اور نہایت محنت سے دوبارہ کاروبار میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہوا کہ مرکز قادیان میں قیام کر کے اس کی خدمت کرنا ہر ایک احمدی پر اور ہم پر بھی ویسا ہی فرض ہے جیسے درویشان پر تھا۔ ہم ذاتی رنگ میں قادیان میں قیام کر کے اپنا فرض ادا نہیں کر سکے۔ تو جو اس فرض کو سر انجام دے رہے ہیں، ہم پر لازم ہے کہ اُن کو اپنا نمائندہ سمجھ کر اُن کی ضروریات کا خیال رکھیں اور پورا کریں۔ اس جذبہ کے تحت آپ اپنی اہلیہ محترمہ سمیت قادیان آئے اور موصوفہ نے ایک ایک گھر پہنچ کر حالات کا ذاتی طور پر جائزہ لیا اور سب کے گھروں سے ذاتی تعارف پیدا کیا اور یہ دیکھ کر کہ درویشان کے گزارے بے حد قلیل ہیں، اپنی طرف سے چار ماہ کی گندم دینے کی پیشکش تین سال کے لئے کی جس کی بزرگان نے اجازت عنایت فرمائی۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے جبکہ ہر سال افراد کی تعداد اور نرخ گندم بڑھنے سے اخراجات کی مقدار بڑھتی گئی۔ اس طرح کی اعانت کی اولیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

آپ ہمیشہ اس کرید میں رہتے تھے کہ کس کس طرح کی ضروریات ہیں جن کو آپ پورا کریں۔

چنانچہ ذیل کی متنوع امداد ہائے مرکز و جماعت ہائے احمدیہ سے آپ کی اس تڑپ کے نتائج کا علم ہوتا ہے:۔

مساجدِ احمدیہ کلکتہ و مدراس کے لئے گراں قدر عطایا۔ ترجمۃ القرآن ہندی و تعمیر لنگر خانہ قادیان کے جملہ اخراجات۔ نصرت گرلز سکول قادیان کی چھوٹی بچیوں کو یونیفارم اور نوجوان بچیوں کو برقعے مہیا کرنا۔ مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے وظائف اور اعلیٰ تعلیمی وظائف دینا۔ مساجدِ قادیان میں بجلی کے پنکھے لگوانا۔ تعلیم الاسلام سکول اور نصرت گرلز سکول میں بھی پنکھے لگوانا اور پورا فرنیچر مہیا کرنا۔ بیماروں کے علاج کے لئے۔ غرباء، ناداروں اور بیوگان کی امداد کرنا۔ گرم پارچات اور کمبل دینا۔

مرکز ربوہ کی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا کل خرچ ادا کرنے کی اجازت کے لئے آپ نے عرض کیا۔ حضرت خلیفۃ الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم اجازت عنایت فرمائی۔ ابتدائی تخمینہ ایک دو لاکھ سے بعد میں حقیقی اخراجات پندرہ لاکھ ہوئے جو آپ نے بانشراحِ صدر ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے آپ کے مال میں برکت کے سامان ساتھ ساتھ کرتا رہا کہ آپ کو کوئی بھی دقت پیش نہ آئی۔ یہ آپ کی ایک مستقل یادگار ہے۔ آپ نے منارۃ المسیح کی سفیدی کے لئے ایک خطیر رقم مرکز میں جمع کرادی۔ لیکن آپ کے اور مرکز کے سالہا سال تک تگ و دو کرنے پر بھی اس کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس لئے آپ نے یہ رقم کسی اور کارِ خیر کے لئے منتقل کر دی۔

بارگاہِ خلافت اور مقاماتِ مقدسہ سے آپ کو والہانہ محبت تھی۔ مرکز قادیان کی زیارت آپ باقاعدگی سے کرتے تھے۔

ان نیک کاموں کی توفیق عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال میں برکت کے غیر معمولی سامان پیدا فرمائے تھے۔ ایک دفعہ ارد گرد کے سارے کارخانے احمدیوں اور غیر از جماعت افراد کے آتشزنی وغیرہ سے تباہ کر دیئے گئے۔ آپ کے کارخانہ تک بلوائی پہنچے اور نہ معلوم کیوں واپس آگئے۔ آپ نے اپنی نیت کے مطابق فوراً دس ہزار روپیہ مرکز میں بطور شکرانہ بھجوا دیا۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں بائیکاٹ کئے جانے کے باوجود پہلے سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کو منافع عطا کیا۔

آپ کی ان مخلصانہ مساعی کی وجہ سے ایک طویل عرصہ پہلے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ کی رکنیت کا شرف عطا ہوا جو آپ کی وفات

تک قائم رہا۔ آپ کی زیرِ تربیت خدمت کا یہ عظیم جذبہ آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کی اولاد میں بھی پیدا ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے بارے دیکھا ہے جب آپ اپنی اولاد کے پاس کلکتہ تشریف لاتی ہیں، آپ کی اولاد سے جو ہزاروں روپے آپ کو ملتے ہیں وہ آپ قادیان بھجوا دیتی ہیں اور مرحوم کی اولاد بھی اپنے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان تمام ممتاز کارہائے خیر کو جاری رکھے ہوئے ہے اور ان کے لئے ثوابِ عظیم و اجرِ جزیل کا باعث بن رہے ہیں۔ اور اس بارے میں اپنے والد ماجد کی الوداعی نصیحت پر عمل پیرا ہیں۔

تاریخِ احمدیت جلد پنجم میں بجا طور پر مرحوم کے بارے مرقوم ہوا ہے کہ:۔

"انہوں نے ..... حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب کی طرح سلسلہ کی ہر اہم تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور قربانیوں میں ایک شاندار مثال قائم کی۔ خصوصاً تقسیمِ ملک کے بعد قادیان اور درویشانِ قادیان اور احمدیت کے لئے ان کی مالی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع اور قابلِ رشک ہے۔"

(صفحہ ۲۴۰)

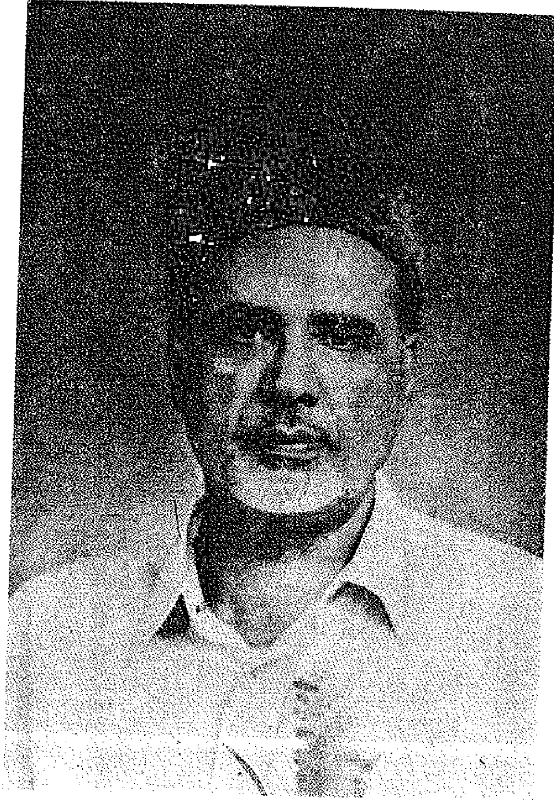
اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اہل و عیال کو ہمیشہ ان جیسی مقبول خدمتِ سلسلہ بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

والسلام

خاکسار

۱۹ ہجرت (مئی) ۱۳۶۱ ہش / ۱۹۸۲ء

مرزا وسیم احمد



محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

الحمدُ لِلّٰہ کہ خاکسار نے محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی رضی اللہ عنہ کے سوانح مرتب کرنے کی توفیق پائی ہے۔ مواد مہیا کرنے میں محترم میاں منیر احمد صاحب بانی و محترم میاں نصیر احمد صاحب بانی نے پوری توجہ دی۔ اپنے اخراجات پر انھوں نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ جس کی نگرانی اخویم مولوی خورشید احمد صاحب انور (ایڈیٹر بدر) ازراہِ ثواب کریں گے۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان کی توجہ سے اخویم مولوی نور الحق صاحب انور شاہد (سابق مجاہد امریکہ وغیرہ) سے مفید مشورے حاصل ہوئے اور سلسلہ سے اس مسودہ کی اشاعت کی اجازت بھی۔ فجزاہما اللہ احسن الجزاء۔

ازراہِ کرم احباب دعا فرمائیں کہ مفید تالیف کے کام کی توفیق خاکسار کو عطا ہو اور خاکسار کا خاتمہ بالخیر ہو۔ ھو اللہ المستعان وعلیہ التکلان وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر ؀

خاکسار:- ملک صلاح الدین

(انچارج وقف جدید)

بیت الدعاء - دار المسیح

قادیان - (بھارت)

۲۹ ظہور ۱۳۶۱ ہجری شمسی

۲۹ اگست ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی رضی اللہ عنہ

خاندانی حالات

محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) ددھیال میرے پڑدادا میاں محمد علی صاحب اور اُن کے دونوں بیٹے میاں مبارک الدین صاحب اور میرے دادا میاں عبدالرحیم صاحب شہر چنیوٹ (نزد ربوہ ضلع جھنگ۔ مغربی پنجاب) کے شمالی حصہ میں سکونت پذیر تھے۔ داداجان کی اولاد میرے والد ماجد حاجی میاں سُلطان محمود صاحب۔ حاجی میاں تاج محمود صاحب اور محترمہ ست بھرائی تھے۔ والد صاحب اور چچا صاحب نے سوائے مسجد میں قرآن شریف باترجمہ پڑھنے یا ایک دو کتابیں اُردو کی پڑھنے کے کوئی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ البتہ گھر کے بڑے بُوڑھوں سے ہندی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ والد صاحب دماغی لحاظ سے بہت ہی قابل اور تیز تھے۔ اور آپ کی طرزِ تحریر بھی نہایت شُستہ اور خوش خط تھی۔ غُربت اور والدہ ماجدہ کی تربیت کے نتیجہ میں یہ ہر دو بھائی بچپن سے ہی محنت و مشقّت کے عادی ہو گئے تھے۔

میرے دادا انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ میرے والد صاحب کی دینی تربیت کے مدِّنظر میری دادی جان نے یہ تدبیر کی کہ اس شہر کے سب سے بڑے عالم باعمل مولوی نُور احمد صاحب سے یہ عاجزانہ درخواست کی کہ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کو اجازت دیں کہ وہ اس بچّہ کی رضاعی والدہ بن جائیں۔ چنانچہ اس نیک خاتون نے ان کو دُودھ پلایا۔ جہاں والد صاحب عقل و شعور میں کمال رکھتے تھے اور دُنیوی اُموریں پختہ اور حاوی تھے۔ تجارت میں ماہر تھے اور اپنے اقارب اور برادری کے مُشیر بلکہ راہ نُما تھے۔ دوسری طرف آپ بہت ہی مخلص اور دیندار بھی تھے۔

خدمتِ دین کا جوش رکھتے تھے ۔ اور بسا اوقات مختلف مساجد میں بعد نمازِ جمعہ سامعین کو باموقعہ نصائح سے نوازا کرتے تھے ۔ آپ نے اپنے رضاعی اقارب کی بہت خبر گیری کی ۔ اور کئی رنگوں میں اُن کی مالی امداد کرتے رہے ۔

میری دادی صاحبہ بہت نیک، تہجد گزار اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہنے والی خاتون تھیں ۔ پرانے مکان کی نچلی منزل میں ایک کمرے میں آپ سکونت پذیر تھیں جس میں کوئی کھڑکی اور روشندان نہ تھا ۔ اس لئے وہاں ہمیشہ اندھیرا رہتا تھا ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد محلہ کی پانچ سات مُعمّر اور نیک مستورات روزانہ اس کمرے میں جمع ہو جاتی تھیں ۔ اور یہ سب اُونچی آواز میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد کرتی تھیں ۔ اور یہ پاک مجلس ظُہر کی نماز تک قائم رہتی تھی ۔ جس میں غیبت، گِلہ شکوہ اور سماچار سُننے کا نام و نشان نہ ہوتا تھا ۔

میری دادی اور نانی کی والدہ (اہلیہ میاں جھمبو) خوردسال بچوں کے امراض کی ماہر تھیں ۔ پندرہ بیس چھوٹی چھوٹی پوٹلیوں میں پسی ہوئی دوائیاں ایک ٹوکری میں رکھی رہتی تھیں ۔ چنیوٹ کی اکثر ہندو مستورات اپنے خوردسال بچوں کو لے کر آتیں اور بغیر فیس یا قیمت لئے اپنے ہاتھ سے بچوں کے مُنہ میں دوا ڈال دیتی تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ میں شِفا رکھی ہوئی تھی ۔ یہ مستورات بطور نذرانہ معمولی مقدار میں مٹھائی اُن کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں ۔

(۲) کلکتہ سے رابطہ

اُن ایام میں ہماری خوجہ برادری کے اکثر افراد شہر چنیوٹ اور اس کے گرد و نواح میں مختلف اقسام کی مزدوری اور تجارت سے روزی کماتے تھے ۔ اور نسبتاً غریب اور مفلوک الحال تھے ۔ مگر چند خاندانوں کے بزرگ کلکتہ میں چمڑے کے تاجر تھے ۔ اور مالدار اور خوشحال تھے ۔ چنیوٹ کے جس علاقہ میں اُن کی سکونت تھی وہ اسی وجہ سے "محلہ کلکتی" کہلاتا تھا ۔

اس زمانہ میں کلکتہ کا سفر بہت دشوار تھا ۔ لاہور، لائل پور ریلوے لائن کا نام و نشان بھی نہ تھا ۔ لاہور سے وزیر آباد جانے والی لائن پر واقع سٹیشن حافظ آباد تک، چنیوٹ سے اُونٹوں پر سوار ہو کر مُسافر پہنچتے تھے ۔ لاہور اور انبالہ چھاؤنی میں گاڑیاں تبدیل کی جاتیں ۔

اور چار دن اور چار رات کا سفر کر کے کلکتہ پہنچتے تھے ۔

میرے والد صاحب کچھ بڑے ہوئے تو دادی صاحبہ کو انہیں کلکتہ بھیجنے کی فکر ہوئی ۔ محلہ کلکتی کے ایک بزرگ کا اسمِ گرامی میاں حاجی امیر الدین بھراڑہ تھا ۔ ان کا کاروبار کلکتہ میں تھا ۔ اور وہ بہت ہی شریف اور خوش خُلق تھے ۔ میری دادی صاحبہ نے اُن سے درخواست کی کہ اُن کے اس بیٹے کو کلکتہ لے جائیں ۔ اور وہاں اُسے کسی کام پہ لگائیں ۔ اُن کو اس مہربانی پر آمادہ کرنے کے لئے وہ اکثر بلکہ روزانہ اُن کے گھر میں جاتیں ۔ اور بسا اوقات اُن کے گھر کی مستورات کے ساتھ مِل کر روزمرّہ کا خانگی کام بھی کرتی تھیں ۔ تاکہ وہ خوش ہو کر اُن کی درخواست منظور کر لیں ۔ چنانچہ وہ میرے والد صاحب کو اپنے ہمراہ اپنے خرچ پر کلکتہ لے گئے ۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اُن پر ہوں کہ وہ ایک غریب لڑکے کا سہارا بنے ۔ اور احسان کر کے اُسے ترقی اور خوشحالی کی راہ پر لگایا ۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء ۔ کچھ عرصہ والد صاحب نے اُن کے پاس رہ کر ابتدائی تربیت حاصل کی ۔

(۳) کلکتہ میں اپنا کاروبار

پُرانے چینا بازار میں ایک معمّر بزرگ کی جُفت فروشی کی ایک بڑی دکان تھی ۔ جن کے کاروبار کا نام "حاجی بلوچ کمپنی" تھا ۔ پھر والد صاحب نے اُن کے ہاں بہت عرصہ تک ملازمت کی ۔ فطری ذہانت اور والدہ ماجدہ کی نیک تربیت، محنت اور امانت کے اوصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بےشمار فضل کئے ۔ اور آپ کو اس قابل بنا دیا کہ ملازمت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنا کاروبار شروع کریں ۔ اُن ایام میں جُفت فروشی کی خوردہ بکری کی اکثر دُکانیں لال بازار کے چورستہ سے شروع ہو کر بہو بازار سٹریٹ میں واقع تھیں ۔ وہاں ایک دکان جس کا میونسپل نمبر ۲۱۱ ہے اور اب کانپور ٹینری کی دُکان ہے، والد صاحب نے حاصل کی ۔ اپنی طاقت کے مطابق قلیل سرمایہ سے جُفت فروشی کا کام شروع کیا ۔ اور اپنے چھوٹے بھائی حاجی میاں تاج محمود صاحب کو بھی چنیوٹ سے بُلوا کر برابر کا شریک بنا لیا ۔

کاروباری نقطۂ نظر سے یہ دکان اچھی چلنے لگی ۔ لیکن دونوں کی دلی تڑپ یہ تھی کہ مسجد قریب ہو ۔ جہاں سے پنجوقتہ اذان کی آواز اُن کے کان میں پڑے ۔ اور مسجد میں نماز کی ادائیگی

کا شرف ان کو حاصل ہو۔ سو اُنہوں نے باہمی اتفاق سے مسجد ناخُدا کے علاقہ میں تیس (۳۰) روپیہ ماہوار
کرایہ پر دُکان نمبر ۲۱ حاصل کی۔ اُن کے دِلوں کی مُراد بر آئی ۔ اور اُن کو باجماعت نمازیں ادا کرنے کا
موقعہ ملنے لگا۔ کسی مال کی منڈی کو ترک کر کے ایسے مقام پر کاروبار شروع کرنا جو اس مال کی
منڈی نہ ہو، بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ اِس بازار میں جُفت فروشی کی یہ اوّلین دُکان تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن
کے اِس دینی جذبہ کو ایسی قبولیت بخشی کہ پہلی مارکیٹ جُفت فروشی کے لحاظ سے بتدریج غیر مقبول
ہوکر اُجڑ گئی اور لوئر چیت پور روڈ نیا علاقہ بتدریج ترقی کر کے جُفت فروشی کی کلکتہ میں سب سے
بڑی مارکیٹ بن گیا۔ اور آج تک یہی صَدر منڈی ہے۔

(۴) اِس خاندان کی دِینداری

میری ایک پھوپھی زاد بہن نے شروع جوانی سے ہی اپنی توجہ دین سیکھنے کی طرف لگا دی۔ اور اپنے ماموں حاجی
میاں تاج محمود صاحب سے جو اَب اِن کے خُسر بھی تھے، ترجمۂ قرآن پڑھا۔ اور اپنی خُدا داد ذہانت
اور شوق سے اس میں کمال درجہ کی قابلیت پیدا کی۔ اور روزانہ بہت سا وقت اس کے دُہرانے میں
گزارتیں۔ اس زمانہ میں چنیوٹ میں گو لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک میونسپل پرائمری سکول تھا۔ مگر دینی
تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ میری اس بہن نے اوّل تو حصولِ ثواب کے لئے اور کچھ اپنے ماحول
کو پُر رونق بنانے کے لئے اپنے گھر میں اپنی برادری کی لڑکیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا۔ دین کی خدمت
اور مخلوق کی بھلائی کے جذبہ کے باعث کسی قسم کا معاوضہ لینا گُناہ سمجھا جاتا تھا۔ طبعًا برادری کو اِس قسم
کی درسگاہ پسند آئی۔ کیونکہ اس میں ان کو "ہینگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ آئے چوکھا" والا نقشہ نظر
آتا تھا۔ طالبات کی تعداد میں سُرعت کے ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔ دونوں وقت پڑھائی ہوتی تھی۔ برادری
کا شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہوگا جس کی بچی نے اس درسگاہ سے دینی تعلیم حاصل نہ کی ہو۔
یہ دونوں بھائی اہلحدیث تھے۔ اور بہت دیندار تھے۔ اور اُن کی دُکان پر قال اللہ
اور قال الرّسول ؐ کی باتیں ہوتی تھیں۔ وہ قلبی بشاشت سے ہر نیک تحریک میں حصّہ لیتے تھے
اِسلام کے موٹے موٹے مسائل سے بھی واقف تھے۔ عُلماء کی مجالس میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ اِس
کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے اس سُرعت سے اور ایسی عظیم الشّان ترقی عطا کی کہ دینی ماحول میں پرورش
پانے کی وجہ سے عین عنفوانِ شباب میں ہی والد ماجد کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ دونوں

بھائیوں پر اَب حج واجب ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی والد صاحب چنیوٹ روانہ ہوگئے
اور بفضلہٖ تعالیٰ اپنے والدین کو ساتھ لیکر حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منوّرہ سے بہرہ اندوز
ہوئے اور دُوسرے یا تیسرے سال میاں تاج محمُود صاحب بھی اس سعادت سے مشرّف ہُوئے۔
چچا میاں تاج محمُود صاحب بہت متّقی تھے۔ دُنیوی اُمور اور کاروبار میں بہت کم دِلچسپی
لیتے تھے۔ اِس لئے زیادہ تر چنیوٹ میں ہی رہتے تھے۔ بیشتر وقت تلاوتِ قرآن مجید میں صرف
کرتے تھے۔ ترجمہ بھی ٹھیٹھ پنجابی زبان میں جانتے تھے۔ اُردو پڑھ لیتے تھے مگر لکھ نہیں سکتے تھے
پنجابی اور ہندی میں خط وکتابت کرتے تھے۔ والد صاحب جب دو سال کلکتہ میں رہ کر دو ماہ کیلئے
چنیوٹ آتے تو چچا صاحب اِن دو ماہ کے لئے کلکتہ جاکر کاروبار کی نگرانی کرتے تھے۔ والد صاحب
کی نظر میں اپنے اس چھوٹے بھائی کی دینداری کی غیر معمولی قدر تھی۔ اور اُن سے بے پناہ محبّت سے
پیش آتے تھے۔ اور کاروبار میں ان کا حصّہ اپنے برابر مقرّر کیا ہُوا تھا۔
کاروبار کا حساب ہر سال چیت کے آخر میں کیا جاتا اور زکوٰۃ کی رقم باقاعدگی سے نکال
کر ہر سال اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں دی جاتی جو اس کی تقسیم کا انتظام بہت عُمدگی اور رازداری
سے یوں کرتی تھیں کہ اُنہوں نے مستحق افراد اور غریب خاندانوں کی فہرست اپنے بیٹوں سے تیار
کروا کے اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔ جس میں ہر نام کے سامنے امدادی رقم بھی لکھی ہوتی تھی۔ حالات
کے اُتار چڑھاؤ کے مطابق ہر سال اس میں ترمیم ہوتی رہتی تھی۔ آپ روزانہ دو چار گھروں میں جاکر
ہر گھر کی بڑی بوڑھی کو نہایت رازداری سے رقم دے آتیں۔ اور فہرست پر اپنی کسی پوتی سے
نشان لگوا لیتی تھیں۔

(۵) میری ولادت اور تعلیم

میرے والدین کے ہاں ایک بیٹا جس کا نام بھی محمد صدیق تھا، فوت ہوگیا۔ پھر میری ولادت غالبًا ۱۹۰۰ء میں
ہوئی۔ پھر میری ہمشیرہ فاطمہ بی بی اور ان کے بعد میرے بھائی محمد یوسف اور والد صاحب کی
وفات کے دو ماہ بعد ہمشیرہ عائشہ بی بی کی پیدائش ہوئی۔
اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں میرے والدین پر، انہوں نے میری تعلیم کے لئے
اپنی طاقت سے بڑھ کر کوشش کی اور ہر قسم کے جتن کئے اور میرے وقت کا کوئی حصّہ

رائگاں نہ جانے دیا۔ بڑی محبت اور پیار سے میری خبر گیری کی۔ میری ہر خواہش کو پورا کرنے میں کوشاں رہے۔ تاکہ میں کسی کام کا بن جاؤں۔ لیکن افسوس کہ میں ایسا نہ بن سکا۔ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائے۔

میں نے قرآن مجید اتنی اوائل عمری میں پڑھا کہ نہ تو مجھے وہ مقام یاد ہے جہاں بیٹھ کر میں نے یہ دولت حاصل کی اور نہ ہی اس مہربان استاد کا چہرہ یاد ہے جس نے اس قیمتی خزانہ سے مجھے مالامال کیا۔ بعد میں والدہ صاحبہ قرآن مجید دہرانے کی خاطر مجھے روزانہ ایک ربع سناتی تھیں۔ قصابوں کی مسجد کے امام حافظ خدا بخش صاحب صغیر کے ذریعہ مجھے قرآن مجید حفظ کرانے کا انتظام کیا۔ وہ مدرس رہ چکے تھے۔ اور سنجیدہ مزاج اور خوش خلق تھے۔ میں نے آخری چار سیپارے حفظ کئے۔ فالحمد للہ رب العلمین +

والد صاحب نے مجھے پنجابی اور ہندی سکھلانے کا انتظام کیا کہ اپنے پھوپھا کے والد حاجی میاں قائم الدین صاحب وہرہ سے ایک گھنٹہ روزانہ مدرسہ کے اوقات کے بعد پڑھتا تھا میں سیاہ رنگ کے کھدر کا تہمد باندھ لیتا۔ چوبی تختی کے دونوں طرف توے کی سیاہی مل لیتا۔ مٹی کی دوات میں چکنی مٹی ڈال کر سیاہی کا کام لیتا۔ یہ استاد کوڑی سے اس تختی پر حروف لکھ دیتے اور میں ان پر مٹی کی سیاہی سے قلم پھیرتا۔ کبھی مجھے اس شفیق استاد سے شاباش ملتی اور کبھی مار پڑتی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اُن پر۔ انہوں نے مجھے بڑے پیار اور محنت سے یہ علم سکھلایا۔

میں نے اسی اسلامیہ مدرسہ سے چھٹی جماعت پاس کی تو ان ایام میں انجمن اسلامیہ چنیوٹ نے مالی تنگی کی وجہ سے مڈل تک مدرسہ کو ترقی دینے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ کلکتہ سے والد صاحب کی ہدایت پہنچی کہ اس مدرسہ سے سارٹیفیکیٹ حاصل کر کے ایم۔ بی۔ مڈل سکول میں داخل ہوں لیکن اس دوسرے سکول میں یہ سارٹیفیکیٹ اس وجہ سے قبول نہ کیا گیا کہ اسلامیہ مدرسہ کا مڈل کا درجہ محکمۂ تعلیم کی طرف سے منظور شدہ نہیں بلکہ صرف پرائمری تک منظور ہے۔ اس لئے محکمۂ تعلیم کی عطا شدہ جماعت پنجم میں کامیابی کی سند کی بناء پر چھٹی جماعت میں داخلہ مل سکتا ہے۔ دریافت کرنے پر آپ کے حکم سے میں پھر جماعت ششم

میں داخل ہو گیا۔ لیکن میرے دل میں فیل ہونے والے طلباء کی طرح احساسِ کمتری پیدا ہو گیا۔ میرے محترم والدین نے میری اس قلبی کیفیت کے ازالہ کے لئے یہ تدبیر کی کہ مجھے اعلیٰ اعلیٰ قسم کی پوشاکیں بنوا دیں۔ اور میرے ملبوسات دھوبی سے دھلوائے جاتے۔ میں روزانہ صاف ستھرا لباس زیبِ تن کر کے مدرسہ جاتا۔ گو ہماری حیثیت برادری کے بعض خاندانوں کے برابر اور بعض سے کمتر ہی تھی۔ مگر مدرسہ والوں نے میری پوشاک سے غلط اندازہ کیا کہ یہ لڑکا گویا رئیس زادہ ہے۔ اس لئے قواعد کے مطابق مجھ سے ہر ماہ دگنی فیس وصول کی جاتی۔ میرے تعلیمی شوق کو برقرار رکھنے کے لئے میرے والدین گویا ایک طرح کا جرمانہ ادا کرتے رہے۔ اور کسی صورت میں میری تعلیمی رکاوٹ کو پسند نہ کیا۔

(۶) والدہ ماجدہ

میری والدہ ماجدہ نے میاں اللہ بخش صاحب کی اہلیہ صاحبہ سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ وہ اپنی استانی کا بہت احترام کرتی تھیں۔ اور حسبِ توفیق اُن کی خدمت بھی کرتی تھیں۔ والدہ صاحبہ کو قرآن مجید دہرانے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ آپ بالالتزام بعد نمازِ عصر مجھے ایک پاؤ سیپارہ سناتی تھیں۔ اطاعت کے جذبہ سے سننے پر مجھے آپ سے سوہن حلوہ کی دو ٹکیاں انعام میں ملتی تھیں۔ جبکہ میری ہمشیرہ کو ایک ہی دی جاتی تھی۔

(۷) قیمتوں کا نقشہ

گو اس زمانہ میں آجکل کے معیار کی امارت نہ تھی۔ مگر ایسی مہنگائی بھی نہ تھی۔ زندگی کی ہر ضرورت سستی تھی۔ اور بافراط میسّر آجاتی تھی۔ جس کا ایک مختصر خاکہ آپ کی ڈائری کے مطابق یوں ہے :۔

۱۔ فی من :۔ گندم اڑھائی روپیہ۔ چاول دو روپیہ۔
۲۔ فی روپیہ :۔ دودھ بھینس گیارہ سیر۔ دودھ گائے تیرہ سیر۔
۳۔ فی سیر :۔ لحم البقر تین آنہ۔ گوشت بکری چھ آنہ۔ چینی چار آنہ۔ گھی چودہ آنہ۔ دال ہر قسم دو آنہ۔
۴۔ مرغی درمیانہ سائز کی ایک روپیہ۔ دودھیل بھینس ایک سو بیس روپیہ۔ بکری آٹھ روپیہ۔
۵۔ سونا فی تولہ بیس روپے۔

۶۔ پوسٹ کارڈ ایک پیسہ ، لفافہ دو پیسہ ۔

۷۔ لٹھا اعلیٰ قسم کا تھان چالیس گز کا بارہ روپے ، ململ اعلیٰ قسم تھان بیس گز دس روپیہ ۔

۸۔ کرایہ ریل تھرڈ کلاس چک جھمرہ (پاکستان) سے ہوڑہ تک : تیرہ روپیہ ۔

۹۔ اُجرت یومیہ معمار اور نجار دو روپیہ ۔ مزدور پون روپیہ ۔

(۸) والد صاحب کے ذریعہ ایک مدرسہ کا قیام

اس زمانہ میں چنیوٹ میں صرف ایک مڈل سکول تھا جو میونسپل کمیٹی کا جاری کردہ تھا ۔ اس میں زیادہ تر ہندو لڑکے تعلیم پاتے تھے مسلم طلباء کا شمار انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا ۔ محلّہ جات کی مساجد میں قرآن کی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا ۔ ان حالات میں والد صاحب کے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ مسلم بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جائے دینی تعلیم سے وہ اپنے خالق کو شناخت کریں اور دینی جذبہ سے سرشار ہوں ۔ اور دنیوی تعلیم سے وہ ہونہار بنیں ۔ اور برسرِ روزگار ہوں ۔ اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوں ۔

سو اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ نے ذیل کے اقدامات کئے :۔

(۱) چنیوٹ کے محلّہ راجنپور میں میرے چچا حاجی تاج محمود صاحب کے خسر میاں کریم بخش صاحب ودہرہ کی ایک حویلی تھی جو ایک کمرہ ۔ ایک دالان اور فراخ صحن پر مشتمل تھی ۔ اور اس کے اردگرد چار دیواری تھی ۔ والد صاحب نے اس حویلی کو ایک روپیہ ماہوار کرایہ پر حاصل کیا ۔

(۲) صحن میں موجود مویشیوں کی کھرلیوں کو اینٹوں سے بھر کر اور لیپ پوچ کر اُستاد صاحبان کے بیٹھ کر تعلیم دینے کے لئے گویا تخت کی شکل دے دی ۔

(۳) طلباء کے بیٹھنے کے لئے ٹاٹ ("ترپڑ") خرید لئے گئے ۔

(۴) ابتداء میں اُردو کی تعلیم دینے کے لئے مولوی احمد علی صاحب کو اور دینی تعلیم دینے کے لئے مولوی نظام الدین صاحب کو دس دس روپیہ مشاہرہ پر اور چپراسی کے طور پر میاں امیر الدین صاحب ودھاون کو آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا گیا ۔

(۵) برادری سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو اس مدرسہ میں داخل کریں ۔ ابتداء میں کوئی فیس مقرر نہ کی ۔

(۶) انجمن حمایت اسلام لاہور سے پرائمری کے نصاب کی کُتب ، اُردو کی پہلی اور دُوسری کتاب ، دینیات کا پہلا اور دُوسرا رسالہ ۔ کاپی ۔ سلیٹ ۔ پہاڑہ وغیرہ دو صد روپیہ کی خرید کیں ۔

(۷) تقریباً پچاس چٹورے (مٹکے) آپ نے خرید کر ہر محلّہ میں اپنی برادری کے خوشحال گھروں میں ایک ایک رکھا ۔ اور ہر گھر کی مالکہ سے درخواست کی کہ گھر کے لئے آٹا گوندھتے وقت ایک پاؤ آٹا سکول کے مٹکے میں بھی ڈال دیا کریں ۔ میں ہر جمعہ کے دن اس مٹکے سے آٹا نکال لیا کروں گا ۔ جو ضروریاتِ مدرسہ کے لئے فروخت کر دیا جائے گا ۔

چنانچہ والد صاحب میاں امیر الدین مذکور کی معیت میں ہر گھر پہنچ کر آٹا بوری میں نکال لیتے اور بعض گھروں سے توجہ نہ دی گئی ہوتی تو وہ اس وقت سیر دو سیر آٹا بوری میں ڈال دیتے ۔ اس طرح بڑی مقدار میں آٹا جمع ہو جاتا جسے فروخت کر کے رقم مدرسہ کے حساب میں جمع کر لی جاتی ۔

والد صاحب نے اس کام پر اپنی گرہ سے قریباً سات صد روپیہ صرف کیا (جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی) اور نصف سال تک اس پروگرام کو جاری رکھا ۔ برادری نے اس تحریک کو اور اس پر عمل درآمد کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ۔ اور سرکردہ معززین نے ایک اجلاس منعقد کر کے آپ کو خراجِ تحسین ادا کیا ۔ اور کام کے بہت بڑھ جانے کی وجہ سے "انجمن اسلامیہ چنیوٹ" کے نام سے ایک قومی ادارہ قائم کیا ۔ جسے بعد میں رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ۔

مدرسہ کی تحریک کی ابتداء میں شہر کی بعض مساجد کے اماموں اور مُلّاؤں نے حسبِ عادت شدید مخالفت کی ۔ اور یہ پُرانا حربہ استعمال کیا کہ دُنیوی تعلیم سے بچے بے دین اور نیچری ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان مخالفین کو ناکام و نامُراد رکھا ۔ اور سوائے چند جاہل لوگوں کے کسی نے اُن کی باتوں پر کان نہ دھرا ۔ اور یہ مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ۔ فالحمد للہ ۔

اس انجمن کے ایک ابتدائی جلسۂ عام میں ذیل کی انتظامیہ کمیٹی منتخب ہوئی :۔

حاجی میاں صمد الدین صاحب جھرا (صدر) ، حاجی میاں سلطان محمود صاحب ودھاون

(یعنی والد صاحب بانیٔ مدرسہ)، میاں [3] محمد حیات و فتح محمد صاحبان دُہرہ (ابن)، سُلطان [4] محمود صاحب مگوں (ناظم)۔ مولوی [5] محمد حسین صاحب دُہرہ (جنرل سیکرٹری)۔ میاں [6] حاجی پیر محمد صاحب مگوں۔ میاں [7] حاجی اللہ جوایا صاحب وِدھاون۔ میاں [8] حاجی قادر بخش صاحب دُہرہ۔ میاں [9] حاجی عبدالرحیم صاحب مگوں اور میاں [10] حاجی سلطان محمود صاحب وِدھاون کلوالہ (ممبران)

طلباء میں اضافہ ہُوا تو اساتذہ میں اضافہ کیا گیا۔ اور احاطہ مذکورہ ناکافی ثابت ہُوا تو مسجد چنیوٹ کی نچلی منزل کے کمرے مسجد کی وقف کمیٹی سے کرایہ پر حاصل کر لئے گئے۔ اور مدرسہ وہاں منتقل کر لیا گیا۔ لیکن یہ کمرے بھی ناکافی ہو گئے۔ شاہی مسجد کی وقف کمیٹی کی آمد کے فنڈ سے جنوبی جانب ملحقہ قطعۂ زمین پر دس کمروں کی ایک وسیع یک منزلہ عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ جس کے سامنے محراب دار برآمدہ تھا۔ اور درمیان میں وسیع میدان تھا۔ اور اس عمارتِ جدیدہ کے متعلق یہ امر طے پا چکا تھا کہ اسے تجارتی منڈی کے طور پر کرایہ پر لوگوں کو دے دیا جائے گا۔ اس وقت کے ڈپٹی کمشنر ضلع جھنگ ایسے صاحب تھے جو اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر چکے تھے۔ ڈپٹی کمشنر مسجد کی وقف کمیٹی کے پریذیڈنٹ تھے اور انہوں نے اس کے افتتاح کے لئے آنا تھا۔

صاحبِ موصوف کی آمد پر اس انجمن اسلامیہ نے اُن سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ اس مدرسہ کی تعلیمی مساعی کو جاری رکھنے کے لئے وہ اس عمارت کو عطا کریں۔ اور اسے منڈی نہ بنایا جائے۔ حاکم موصوف نے فراخدلی سے یہ درخواست منظور کرتے ہُوئے مالکانہ حقوق کے تحفظ کے لئے برائے نام صرف ایک روپیہ ماہوار کرایہ مقرر کیا جبکہ منڈی کی صُورت میں بسہولت ایک سو روپیہ ماہوار کرایہ کی یافت ہو سکتی تھی۔ سو یہ مدرسہ اس عمارت میں منتقل ہو گیا اور فوراً ہی مڈل تک ترقی کر لیا۔

اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر ایک احمدی دوست شیخ نواب دین صاحب تھے۔ ان ایام کے بعض مُدرسین کے اسماء مع مضامین یہ ہیں:۔

مولوی [1] سعید احمد صاحب (دینیات)۔ مرزا [2] مولا بخش صاحب و مولوی [3] محمد علی صاحب مگوں (اُردو)۔ ماسٹر [4] غلام رسُول صاحب (تاریخ و جغرافیہ)۔ مولوی [5] مسعود احمد صاحب متوطن

لاہور (فارسی)۔ مولوی [6] عبداللطیف صاحب متوطن جھنگ (حساب و جومیٹری)۔ ماسٹر [7] فصیح الدین صاحب بی۔اے علیگ (سائنس)۔ ماسٹر بالشی رام صاحب (ڈرل ماسٹر)

پھر یہ ادارہ ترقی کر کے ہائی سکول بن گیا۔ اور محکمہ تعلیم سے اُسے منظور بھی کیا گیا اور اسے بطور گرانٹ معقول رقم ملنے لگی۔ عمارت ابھی تک ناکافی تھی اس لئے اس انجمن نے وقف کمیٹی کی اجازت سے سابقہ عمارت کے شمالی اور مشرقی اطراف میں اپنے خرچ سے مزید دس کمرے برآمدوں سمیت تعمیر کروا لئے۔ اب یہ ایک قابلِ دید عمارت بن گئی۔

انجمن کی آمد اضافہ پذیر اخراجاتِ مدرسہ کے لئے غیر مکتفی تھی۔ سو فراہمی اعانت کیلئے منتظمہ کمیٹی کی طرف سے میاں حاجی سُلطان محمود صاحب مگوں (ناظم)، میاں حاجی صدر الدین صاحب چھُرہ اور میاں خُدا بخش صاحب خیر کے، چنیوٹی برادری کے لیڈر پر مشتمل وفد کلکتہ بھجوایا گیا جہاں برادری کے مقیم سینکڑوں افراد کی طرف سے بڑا شاندار استقبال کیا گیا۔ وہ زمانہ موٹروں کا نہیں بلکہ دو گھوڑوں والی فٹنوں کا تھا۔ سو ایک مارواڑی سے عاریۃً ایک شاندار فٹن حاصل کر کے وفد کو ہوڑہ اسٹیشن سے لایا گیا۔ اس وقت جلوس کے جوش کا یہ عالم تھا کہ دریا عبور کر کے نوجوانوں نے گھوڑے ہٹا کر فٹن کو خود کھینچنا شروع کر دیا۔ اس دلکش نظارہ کے دیکھنے کے لئے ہزاروں افراد سارا راستہ دو رویہ کھڑے تھے جو سمجھتے تھے کہ پنجابی مُسلمانوں کے کسی راجہ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔

برادری کا جلسۂ عام منعقد ہُوا جس میں مدرسہ کے بانی ہونے کی وجہ سے والد صاحب سے پروگرام کو شروع کرنے کی استدعا کی گئی۔ مدرسہ میں تعطیلات تھیں اور مَیں تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہُوا تھا۔ والد صاحب نے مجھے تلاوتِ قرآن مجید کرنے کا ارشاد فرمایا۔ گو میری عُمر چھ سات سال کی تھی تاہم مَیں نے بتوفیقہ تعالیٰ بڑی جُرأت سے اس عظیم الشان جلسہ میں تلاوت کی اور موقعہ کے مناسب حال اس رکُوع سے شروع کی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱۰)۔ والد صاحب نے میری قرأت اور بامَوقعہ انتخاب کو بہت پسند کیا۔ مجھے انعام سے نوازا۔ اور برادری نے والد صاحب کو مُبارکباد دی۔

اور بعض نے مجھے گلے لگا کر میرا منہ چوما۔

گو چندہ کی اپیل اس جلسہ میں بڑے مؤثر انداز میں کی گئی۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ اِس لئے یہ تجویز ہوئی کہ افراد اپنے اپنے میس (MESS) کی طرف سے وفد کو مدعو کریں اور چندہ لکھوائیں۔ افراد مختلف میس سے وابستہ تھے۔ (جن کو کوٹھی کہا جاتا تھا) یہ تجویز بہت کارگر ثابت ہوئی۔ کوٹھیوں کے مابین مقابلہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ ہر کوٹھی کی طرف سے کوشش کی گئی کہ اُن کا چندہ دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ سو معقول رقم وصول ہوئی اور وفد بڑی کامیابی سے شاداں فرحاں واپس لوٹا۔

نیکی، اخلاص اور خدمتِ قوم کے جذبہ سے لگائے گئے اس پودے کو اللہ تعالیٰ نے ایک شاندار اور مثمر درخت بنا دیا۔ اور اس اِدارہ میں قوم کے ہزاروں بچوں نے تعلیم پائی، قابلیت حاصل کی، اور وہ کامیاب و کامران زندگی بسر کرنے لگے۔ میرے والد صاحب کو اُن کی اِس بے لوث اور شاندار خدمت پر برادری نے "بانی" کے معزز خطاب سے نوازا۔ جو ہمارے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمیشہ رہے۔ ہمیں اس جلیل القدر خطاب پر فخر ہے۔ اور ہم برادری کے ممنون ہیں کہ اُس نے ہمیں اُن غیر پسندیدہ القاب سے محفوظ کر دیا جو اکثر افراد کا تکیۂ کلام بن چکے ہیں[1]

(۹) تحریکِ وِرثہ

وِرثہ کی اس تحریک کی وجہ سے جس کی تفصیل آگے آتی ہے، برادری نے والد صاحب کو "وِرثی" کا خطاب دیا۔ تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً پدری ترکہ سے لڑکیوں کو یکسر محروم رکھا جاتا تھا۔ اور شریعتِ اسلامیہ کی بجائے ہنود کے رواج پر عمل کرتے ہوئے صرف لڑکوں میں اور لڑکے نہ ہونے کی صورت میں بھتیجوں میں ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ اِس صریح ظُلم اور خلافِ شرع

---

[1] "بانی" کی وجہ تسمیہ کے لئے دیکھئے آپ کا مضمون مندرجہ بدر ۹ مئی ۱۹۶۳ء۔
نیز تاریخ احمدیت جلد پنجم (حاشیہ صفحہ ۲۴۰)
اور الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴ء (صفحہ ۴)

دستور کے خلاف میرے والد صاحب کے نیک دِل میں بہت درد اور جوش پیدا ہوا تو آپ نے "نیکی پہلے اپنے گھر سے شروع کرو" کے سنہرے اصول کے مطابق اِس طرح ابتدا کی کہ:-

(۱)۔ اپنے دادا صاحب کے ترکہ میں سے اپنی پھوپھی صاحبہ کا شرعی حصّہ ان کو نقد ادا کر دیا۔

(۲)۔ اپنے والد صاحب کے ترکہ میں سے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو اُن کا شرعی حصّہ نقدی کی صورت میں ادا کر دیا۔

(۳)۔ چونکہ آپ کے تایا میاں مبارک الدین صاحب کی اولاد صرف ایک لڑکی تھی اور برادری میں مروجہ دستور کے مطابق میرے والد اور چچا صاحب ہی اُن کے ترکہ کے وارث ٹھہرتے تھے۔ لیکن ان دونوں بھائیوں نے اہتمام پر باضابطہ اپنی تایا زاد بہن کے حق میں جُملہ ترکہ سے دستبرداری تحریر کر کے اسے رجسٹری کرا دیا۔ اِس طرح موصوفہ اپنے والد کے ترکہ کی واحد مالکہ قرار پائی۔

پھر والد صاحب برادری کی ہر مجلس میں، مساجد میں اور ہر گروہ میں وعظ کے ذریعہ، تقریریں کر کے اور گفتگو کا موضوع بنا کر اُٹھتے بیٹھتے اِس ظالمانہ دستور کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ اور اُنہوں نے علماء کے گروہ کو بھی جھنجھوڑا کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔ اپنے حُجروں سے باہر نکلیں۔ اور اس اسلامی حکم پر خود بھی عمل کریں اور مسلمانوں کو بھی وعظ و نصیحت کر کے تلقین کریں۔ آپ نے ہندوستان کے تقریباً دو صد چیدہ علماء سے استفسار کے لئے سوالات بھجوائے۔ ایک کثیر حصّہ نے فتاویٰ ارسال کئے جن کا ماحصل یہ تھا کہ:-

۱۔ تقسیمِ ترکہ کا حکم شرعی فرض ہے۔

۲۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی طرح یہ بھی فرائض میں داخل ہے۔

۳۔ اس پر عمل نہ کرنے والا حدودِ شریعت کو توڑنے والا ہے۔

۴۔ بموجب شرع ترکہ نہ تقسیم کرنے والے کی تمام دیگر نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔ اور نماز روزہ کی ادائیگی کا کوئی فائدہ اُسے آخرت میں نہیں ہوگا۔

اِن فتاویٰ کو والد صاحب نے "ظُلمِ پنجاب" کے نام سے کتابی صورت میں

ہزاروں کی تعداد میں چھپوایا جس کا دیباچہ ایک مشہور عالم مولوی عبدالرؤف صاحب دانا پوری سے لکھوایا یہ کتاب آپ نے لائبریریوں اور اخبارات کو بھجوائی اور پبلک میں تقسیم کی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی کافی تعداد اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہونے لگی۔ آپ نے بہت جرأت اور عزم سے کام کیا۔ اور کسی رئیس، چودھری اور سیٹھ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور کسی کا رُعب اور اثر قولِ حق کہنے سے آپ کو روک نہ سکا۔ اس تحریک پر کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ایک روز آپ بہت ہشاش بشاش گھر پہنچے اور ذکر کیا کہ اس تحریک کے بارے کسی نے میری مخالفت نہیں کی تھی اس لئے مجھے خدشہ تھا کہ شاید یہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ قانونِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ تحریکات کی مخالفت ہوتی ہے۔ لیکن آج مجھے برادری کے ایک متمول اور متکبر زمیندار نے اپنے ہاں بلاکر نامناسب باتیں کہی ہیں۔ اور مجھے یہ دھمکی دی ہے کہ

"اگر ترکہ کی تحریک کو بند نہ کیا تو تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جائیگا۔"

اور طیش میں آکر کہا کہ

"تم یہ ورثہ کی تحریک و تلقین بند کر دو۔ ورنہ ہم تمہیں جوتیاں مار کر سیدھا کر دیں گے۔ تم بھوکے ننگے ہو۔ ورثہ ورثہ کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔ ہم اپنی دولت اور جائداد تمہارے کہنے پر کیا اپنے دامادوں کے حوالہ کردیں؟ خبردار! اگر آئندہ ورثہ کا نام بھی لیا" وغیرہ وغیرہ۔

مَیں نے ان کو تو کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر دل میں بہت خوش ہُوں۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ فالحمد للہ۔

آہستہ آہستہ اس تحریک کی قبولیت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ نیک فطرت اور روشن ضمیر افراد نے اپنی بچیوں کو ورثہ دیئے جانے کے حقوق محفوظ کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اُن کے اس ارادہ کو قانونی شکل دینا ضروری تھا۔ کیونکہ پنجاب کے سرکاری "بندوبست" میں مسلمانوں کی طرف یہ امر تسلیم کردہ ریکارڈ ہو چکا تھا کہ ان کا ورثہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق تقسیم نہ ہو بلکہ مطابق رواج (گویا ہندو تمدّن کے مطابق) تقسیم کیا جائے۔ سو والد صاحب کی تحریک سے جو دوست اپنے ترکہ کے بارے اسلامی قانون کو اختیار کرنے پر راضی ہوتے،

تو آپ مروّجہ سرکاری اسٹامپ پیپر پر اس مضمون کا وصیت نامہ تحریر کروا لیتے۔ ان ایام میں سب رجسٹرار چنیوٹ مسلمان تھا۔ جب اس قسم کی پانچ سات وصایا جمع ہو جاتیں تو یہ سب رجسٹرار محض دینی کام کے لئے شہر کی مرکزی مسجد میں تشریف لے آتے اور تمام وصایا کی تصدیق والد صاحب اپنے سامنے کراتے۔ اور اس تحریک پر لبیک کہنے والوں کی تالیفِ قلب کے طور پر جملہ اخراجات از قسم اسٹامپ پیپر، محنتانہ عرائض نویس، نذرانہ پیشکار، فیس نائب تحصیلدار، چپڑاسی کی بخشیش اور ٹانگہ کی آمدورفت کا کرایہ وغیرہ والد صاحب اپنے پاس سے ادا کرتے تھے۔

ایسی ہی وصیت کرنے والا چنیوٹ کا ایک بڑھئی وفات پا گیا۔ باوجود مطالبہ کے اُس کی بیٹی کو اس کے دونوں بھائیوں نے شرعی حصّہ دینے سے سختی سے انکار کر دیا۔ اس لڑکی نے میرے والد صاحب کی طرف رُجوع کیا۔ آپ کے سمجھانے پر اور اُن کے والد کی وصیت یاد دلاتے پر بھی اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ آپ نے اس لڑکی سے مختار نامہ لیکر چنیوٹ کے مجسٹریٹ درجہ اوّل قاضی مولا بخش صاحب کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ تاریخ مقرّرہ پر وہ لوگ عدالت میں حاضر ہوئے اور جواب دعویٰ داخل کرنے کے لئے اُنہوں نے مزید مہلت مانگی تو مجسٹریٹ نے دعویٰ کی تفصیل کا مطالعہ کرکے اُن دونوں کو سختی سے ڈانٹا۔ اور کہا کہ تُم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ تمہاری غریب ہمشیرہ اپنے مرحوم باپ کی تحریری وصیت کی بناء پر تُم سے اپنا شرعی حق مانگتی ہے۔ شہر کا ایک شریف اور نیک انسان اس کی امداد کرتے ہوئے اس کا مختار ہو کر پیش ہے۔ اور تُم ایسے بے حیا ہو کہ اپنی بہن کو عدالت میں گھسیٹ لائے ہو۔ اور مقدمہ بازوں کی طرح مختلف طریقوں سے معاملہ کو طُول دینا چاہتے ہو!؟ تُم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھے دیوانی کے علاوہ فوجداری کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ اگر تم دونوں نے جلد ہی دیانتداری کے ساتھ اپنی ہمشیرہ کا حق ادا نہ کیا تو مَیں دونوں کو جیل کی ہوا کھلاؤں گا۔ ان پر اُن بھائیوں نے اپنی برادری کے ایک معزز شخص کی وساطت سے صحیح حساب کرکے اپنی ہمشیرہ کا حق ادا کر دیا۔ اور فریقین میں صُلح نامہ داخل کرکے معاملہ ختم کر دیا گیا ——!!

(۱۰) والدصاحب کا انتقال

۱۹۰۹ء میں رمضان شریف سے کچھ عرصہ قبل حسب معمول دو برس کلکتہ میں گزارنے کے بعد والدصاحب چنیوٹ تشریف لے گئے۔ اور دکان پر اپنے چھوٹے بھائی کو چھوڑ گئے۔ انہی ایام میں آپ کو شدید قبض ہو گئی۔ خانگی علاج کے بعد دیسی یونانی حکماء کی طرف رجوع بھی بے فائدہ ثابت ہوا۔ پھر ایک نیم حکیم سے سابقہ پڑا۔ جس نے رفع قبض کے لئے تیز جلاب دیا جس سے انتیں زخمی ہو کر خونی دست آنے لگے۔ آپ بے حد نحیف ہو گئے۔ شدید علالت کی اطلاع پر چچا صاحب بھی کلکتہ سے آ گئے۔ اور علاج کی نگرانی کرنے لگے۔ اقارب اور واقف احباب نے بھی تیمارداری اور خدمت کی۔ چونکہ والدصاحب ساری برادری میں محبوب اور ہر دلعزیز تھے اس لئے سب ہی فکرمند اور مضطرب ہوئے۔ افاقہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو لائل پور کے سرکاری شفاخانہ میں داخل کیا گیا۔ لیکن مشیت ایزدی کہ حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اور چند دن میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے خالق و مالک کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس طرح ہمارے گھر کا آفتاب، برادری کا حقیقی مصلح اور خیرخواہ، مدرسہ کا بانی اور ورثہ کی تقسیم کا محرک گزر گیا (کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ)

میں ایم۔بی مڈل سکول میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا اور تفریح کی گھنٹی میں ہم کھیل رہے تھے جب ہمشیرہ فاطمہ بی بی چھوٹے بھائی محمد یوسف کو اٹھائے ہوئے روتی آئیں اور مجھے والدصاحب کے انتقال کی خبر دی۔ میں گھر آ گیا جہاں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ اور رشتہ دار مستورات تعزیت کر رہی تھیں۔ میں نے والدہ محترمہ کی گود میں سر رکھ دیا۔ اور دیر تک روتا رہا۔ اس اندوہناک خبر سے تقریباً سارا شہر ماتم کدہ بن گیا تھا۔ اسلامیہ سکول جس کے ہیڈماسٹر میاں ظہور احمد صاحب بی۔اے تھے، بند کر دیا گیا۔ اور ہدایت کے مطابق طلباء نے دو رویہ جلوس کی شکل میں سڑک پر نعش کا استقبال کیا جو لائل پور سے بذریعہ ٹانگہ لائی گئی تھی۔ حافظ دیوان کے قبرستان میں ایک جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور قبل نماز عشاء تدفین عمل میں آئی۔

برادری نے ایک جلسہ عام میں تعزیت کا ریزولیوشن پاس کیا۔ اور اس میں فیصلہ کے مطابق بطور یادگار انجمن اسلامیہ چنیوٹ کے فنڈ سے اسلامیہ ہائی سکول کی عمارت کے

جنوب مشرقی کونہ میں ایک ہال تعمیر کیا گیا جس کا نام آپ کے نام پر "محمود منزل" رکھا گیا۔ اس ہال کی بنیادی اینٹ رکھنے کا مستحق اس ممبر کو قرار دیا گیا جو اس ہال کی تعمیر کے لئے سب سے زیادہ چندہ دے۔ چنانچہ یہ خوش نصیبی میاں مولابخش صاحب نگول المعروف کوڈا کے حصہ میں آئی۔[1]

مرحوم کی دینی خدمات کی وجہ سے چنیوٹ اور اس کے مضافات کے پنجابی شعراء نے آپ کی یاد میں مرثیے لکھے۔ اور عرصہ دراز تک قوم آپ کی جدائی کو محسوس کرتی رہی۔ آپ کی ضعیف العمر والدہ اور عین جوانی میں بیوہ ہو جانے والی زوجہ نے اعلیٰ درجہ کا صبر اور رضا بالقضاء کا نمونہ دکھایا۔ یہاں تک کہ آنسو نہ بہانے کی وجہ سے میری دادی صاحبہ کی بینائی اچانک جاتی رہی۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ یہ بیماری عارضی ہے۔ ان کے خوب رونے کا سامان کیا جائے۔ چنانچہ ان کے سامنے والدصاحب کے اوصاف دہرائے جاتے رہے۔ جن کے سننے سے انہوں نے زار زار رونا شروع کیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ بینائی عود کر آئی۔

(۱۱) مزید تعلیمی احوال

والدصاحب کی وفات کے دو چار روز بعد میں مدرسہ جانے لگا۔ اور چھٹی جماعت دوبارہ پاس کی۔ والدہ صاحبہ کو ہر وقت غمزدہ رہنے کے علاوہ یہ فکر بھی دامنگیر رہتی کہ میرا بیٹا اب تعلیم کے سلسلہ کو چھوڑ دے اور کاروبار میں اپنے چچا کے ساتھ شامل ہو کر اپنے خاندان کے لئے مالی طور پر مفید بن جائے۔ اس لئے انہوں نے مجھے کلکتہ روانہ کر دیا۔ لیکن اس طرح نو دس سال کی عمر میں تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر میرا کلکتہ آنا، نہ تو چچا صاحب اور نہ ہی دیگر اقارب کو پسند آیا۔ بلکہ برادری کے اکثر بزرگوں اور بہی خواہوں نے بھی اس امر پر زور دیا کہ کلکتہ اور کاروبار کا عمر بھر کا ساتھ ہے ہی، یہ وقت تو تعلیم پانے کا ہے۔ اس لئے متفقہ فیصلہ کر کے مجھے واپس چنیوٹ بھیج دیا گیا۔ اس وقت اسلامیہ مدرسہ کی مڈل کی منظوری محکمہ تعلیم کی طرف سے مل چکی تھی۔ سو ساتویں جماعت میں داخل ہو کر میں نے اس میں کامیابی حاصل کی۔

(۱۲) کاروبار کا تنزل

والدصاحب کی وفات کے دو تین سال بعد ہماری دکان کے

---

[1] اس یادگار کی تعمیر کا ذکر محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی کے مضمون مندرجہ بدر ۹ رمئی ۱۹۶۳ء نیز تاریخ احمدیت جلد پنجم حاشیہ صفحہ ۲۲۰ میں ہے۔

پُرانے ملازمین نے ہماری ملازمت ترک کر کے ہمارے دائیں بائیں اسی بازار میں جُفت فروشی کی دُکانیں شروع کر دیں۔ اور لمبے عرصہ تک کی والد صاحب کی شفقتوں اور ہماری یتیمی کا بھی کوئی خیال نہ کیا۔ یہ دُنیا والے ہمیشہ ہی ایسی بے وفائی کرتے ہیں۔ حقیقی وفادار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خُوب فرمایا ہے ؎

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
مَیں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

یہ صُورتِ حال دیکھ کر چچا صاحب نے مجھے کلکتہ بُلا لیا اور کام سکھلانا شرُوع کیا۔ جہاں جہاں ہمارے بیوپاریوں کی دُکانیں تھیں، مجھے اپنے ساتھ وہاں لے جا کر اُن سے رُوشناس کرایا۔ ہندی میں بھی کھاتہ لکھنے کی مشق کرائی۔ بتدریج اُنہوں نے مجھے ہر کام پر لگایا۔ چھ بجے صُبح دکان کھولنا دکان کے مال کی صفائی کرنا۔ ظُہر کے بعد مختلف علاقوں میں موچیوں سے مال خریدنے جانا، فروخت شُدہ مال کی تیاری میں ملازمین کی مدد کرنا۔ شام کے وقت رُوپیہ کی وصُولی کے لئے مقامی اسامیوں کے پاس جانا، رات کو روزمرّہ کا حساب لکھنا۔ رات کو گیارہ بجے دکان بند کرنا۔ اپنے کپڑے خود دھونا وغیرہ۔ خصوصًا مجھ سے چچا صاحب ان تمام کاموں کی پابندی سختی سے کراتے تھے۔ میرے ماموں صاحبان نے ایک دوست کے ذریعہ احتجاج کیا۔ اُن کو چچا صاحب نے جو جواب دیا وہ سُنہری حروف سے لکھا جانے کے لائق ہے۔ فرمایا کہ میرا یہ بھتیجا میرے پاس میرے مرحوم بھائی کی امانت ہے۔ اس لئے مَیں اس کی تربیت، اخلاقی حالت اور دینی و دُنیوی قابلیت کے بارے اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ذمّہ دار ہُوں اور دُنیا کے سامنے بھی۔ اس لئے مَیں اس کی طرف خاص توجہ دیتا ہُوں۔ اور اس پر گہری نظر رکھتا ہُوں تاکہ امانت کا حق ادا ہو جائے۔

چونکہ پُرانے ملازمین ہمارے ہاں مدّتوں کارندہ رہے تھے اور مال بنانے والے اور خریدنے والے بیوپاریوں سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے ہمارا کاروبار مندہ پڑ گیا ؎

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹے کام بناوے
بنے بنائے توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

علاوہ ازیں ہمارے کاروبار کے دن بدن تنزّل کی طرف جانے کے اسباب یہ معلوم ہوتے تھے

کہ چچا صاحب زیادہ تر تبلیغِ احمدیّت میں مصروف رہتے تھے۔ کاروباری اُمور کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے۔ تجارت کے بعض مفید طریقوں کے استعمال کو گُناہِ کبیرہ خیال کرتے تھے۔ نیا سٹاف بالکل ناواقف، ناتجربہ کار تھا جو میرے دونوں چچا زاد بھائیوں اور مجھ پر مشتمل تھا۔ دونوں گھروں کے روزمرّہ کے اخراجات اور شادیوں کے لئے زیورات اور دیگر سامان کی خرید سے سرمایہ میں بہت کمی واقع ہو گئی تھی۔ سو ہم نے ۲۱۔ لوئر چیت پور روڈ والی دُکان چھوڑ دی اور اسی بازار میں دُکان نمبر ۱۳ لے لی۔ اور ایک دُکان آگرہ میں کھولی۔ جہاں چچا زاد بھائی میاں محمد اسمٰعیل صاحب کو بھیجا گیا۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہُوئی۔ اور کاروباری حالت کمزور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ چچا صاحب نے یہ دونوں دُکانیں اُٹھا دیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ [1]

اِس خاندان میں احمدیّت کا نفوذ

(۱) چچا حاجی تاج محمود صاحب کا قبولِ احمدیّت

غالبًا ۱۹۰۲ء میں چچا حاجی تاج محمود صاحب کی توجہ احمدیّت کی طرف ہُوئی۔ وہ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تصانیف اور احمدیہ لٹریچر کو اسلام کی تائید میں پاتے، تو دُوسری طرف مولویوں کی اندھا دُھند مخالفت، کمزور اور بودے دلائل اور بعض کی دُشنام دہی دیکھتے۔ آپ نے ترجمۂ قرآن مجید اس طرح پڑھا ہُوا تھا کہ اس کا ہر لفظ آپ کے دِل میں جاگزیں ہو چکا تھا۔ قرآن مجید میں بیان شدہ علاماتِ صادقین اور احادیث صحیحہ میں تفصیلاً حضرت امام مہدی کے متعلق پیشگوئیوں اور ہر نبی کی جس طرح مخالفت ہُوئی، ایسی مخالفت کو گویا ان تمام کو حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ اور علامات پر منطبق پاتے

[1] ابتدا سے یہاں تک کے حالات محترم میاں محمد صدیق صاحب۔ بانی کی نوشتہ ڈائری سے لئے گئے ہیں۔ (مؤلف)

پاتے ہوئے اُن کا عقیدہ احمدیت کے بارے میں مضبُوط ہو گیا اور اُنہوں نے انہی ایام میں تحریری بیعت کر کے احمدیت قبُول کر لی۔

(۲) میرے والد صاحب کا رَویّہ

چچا صاحب کے احمدیت میں داخل ہونے سے برادری میں ایک شور پڑ گیا۔ اگرچہ چنیوٹ میں بہت عرصہ سے اَور بھی احمدی موجود تھے اور اُن کی مخالفت بھی ہوتی رہتی تھی مگر اس دیندار گھرانے کے ایک فرد کا احمدی ہو جانا گویا ایک بم کا گرنا تھا۔ جسے یہ لوگ کسی طرح برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ سو برادری کے بیشتر افراد مخالفت کے لئے مُستعِد ہو گئے اور مختلف منصُوبے بروئے کار لانے کے پروگرام بنانے لگے۔

میرے والد صاحب کو بھی اپنے چھوٹے اور پیارے بھائی کے احمدی ہو جانے کا شدید صدمہ ہُوا۔ کیونکہ وہ نیک نیّتی سے یہ سمجھتے تھے کہ اُن کا بھائی بدقسمتی سے گویا گمراہ ہو گیا ہے۔ اپنے بھائی کو اپنی دانست میں راہِ راست پر لانے کے لئے اُنہوں نے کوئی شور یا واویلا نہیں کیا۔ نہ دھمکیوں سے مرعُوب کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے یہ دانشمندانہ تدبیر کی کہ اپنی دکان پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے جاری کردہ ہفت روزہ "اہلحدیث" اور ماہنامہ "مُرقّعِ قادیانی" جاری کروا لئے۔ ساتھ ہی یہ اہتمام کیا کہ کلکتہ میں مقیم تمام احمدیوں کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ لوگ کسی وقت بھی ہماری دُکان میں نہ آئیں۔ اور اپنے بھائی پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ کسی کام کے لئے بھی دُکان سے باہر نہ جائیں۔ قیام گاہ سے انہیں اپنے ساتھ لے آتے اور رات کو اپنے ساتھ ہی واپس لے جاتے۔ پانچوں نمازیں مسجد اہلحدیث میں اکٹھے باجماعت ادا کرتے۔ اور دُکان پر احمدیت کا لٹریچر پڑھنے کے ذرائع بھی بند کر دیئے۔ اور گاہے بگاہے اعتراضات کر کے چچا صاحب کو بد دِل کرنے کی کوشش میں رہتے۔

والد صاحب نے یہ سمجھا تھا کہ اخبار "اہلحدیث" اور "مُرقّعِ قادیانی" کے مُسلسل مطالعہ سے اُن کا بھائی احمدیت سے برگشتہ ہو جائے گا۔ لیکن چچاجی نے دیکھا کہ گو اُن دونوں میں دینی باتیں بھی درج ہوتی ہیں لیکن احمدیت کا ذکر آتے ہی تمسخر اور استہزاء کا گویا سیلاب اُمڈ آتا ہے جس کو پڑھتے ہی اُن کے سامنے مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ

يَسْتَهْزِئُونَ (سُورہ یٰسٓ) کی آیت سامنے آجاتی تھی (کہ جب بھی کوئی رسُول لوگوں کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے تمسخر کرتے ہیں) یہ دیکھ کر وہ احمدیت میں اور بھی پکے ہو گئے۔

(۳) مولوی عبد الجبّار غزنوی سے مُلاقات

انہی ایام میں ایک اہلحدیث عالم مولوی عبد الجبّار صاحب غزنوی کلکتہ آگئے۔ وہ مسجد اہلحدیث میں درس بھی دیتے تھے۔ اور جُمعہ کی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ ایک روز والد صاحب اور چچا صاحب اُن کے پاس بیٹھے تھے کہ چچاجی کے احمدی ہو جانے کا ذکر ہُوا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ آپ نے مرزا صاحب کی بیعت کیوں کی ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح موعُود کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اور اُمت کو حکم دیا تھا کہ اگر گھٹنوں کے بَل بھی چل کر جانا پڑے تو اُس کی خدمت میں حاضر ہونا اور میرا اسلام پہنچانا اور اس کی تائید و نُصرت میں لگ جانا۔ یہ مرزا صاحب وہی مسیح موعُود ہیں۔ اگر میں اُن کو نہ مانوں اور اُن کی اطاعت نہ کروں تو قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کو کیا مُنہ دکھاؤں گا؟ اس پر مولوی مذکور نے کہا کہ آپ اس وقت عرض کر دیں کہ عبد الجبّار نے ایسا کرنے سے مجھے منع کیا تھا۔ نیز میں اس بارے میں آپ کا ذمّہ لیتا ہوں۔ اس پر چچا صاحب نے سادگی سے کہہ دیا کہ بیعت کرنے سے ہمارا اور تو کوئی مطلب نہیں ہے، صرف رضائے الٰہی مقصُود ہے۔ اگر آپ ذمہ داری اُٹھاتے ہیں تو مجھے اُن کی بیعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور میں بیعت فسخ کرتا ہُوں۔

اس طرح فسخِ بیعت سے برادری میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اور لوگوں میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حاجی تاج محمُود صاحب نے عقیدۂ احمدیت کو غلط سمجھ کر اور مولوی عبد الجبّار صاحب کے دلائل کو وزنی قرار دے کر احمدیت سے توبہ کی ہے۔ والد صاحب نے اس طرح کے فسخ کو ہی غنیمت سمجھا اور ان پہ عائد کردہ پابندیاں دُور کر دیں۔ مولوی مذکُور نے جس وقت ذمّہ داری اُٹھائی تھی۔ اس وقت ایک احمدی بزرگ مکرم میاں محمد حسین صاحب ڈُنہرہ (والد ماجد حافظ عزیز احمد صاحب) مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے مولوی مذکور کی اس خلافِ شرع تعلّی کو سُن لیا تھا۔ تیسرے چوتھے روز چچا صاحب سے اُن کی ملاقات راستہ میں ہوئی تو انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (سُورۃ الأنعام)

کہ کوئی نفس کسی دُوسرے نفس کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ مولوی صاحب نے کس قاعدہ کی رُو سے آپ کی ذمّہ داری اُٹھانے کا وعدہ کیا ہے؟ چچا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ سُن کر مجھے یُوں محسوس ہُوا گویا یہ آیت اب نازل ہوئی ہے۔ اور مَیں نے مولوی مذکور کی اس حرکت پر بہت افسوس کیا اور اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون پڑھا۔ اس کے بعد چچا صاحب کے دِل میں احمدیّت اچھی طرح راسخ ہوگئی۔ اور ایسے مخالف علماء سے آپ کو نفرت ہوگئی۔

(۴) والد صاحب کا عزمِ تحقیقات

دوبارہ اعلانِ بیعت نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب میرے والد صاحب نے دیکھا کہ میرے بھائی کے سینہ میں احمدیّت سے عشق کی چنگاری پھر سُلگ اُٹھی ہے تو اُن کو بھی ان کی نیکی اور خلوص کو دیکھ کر تحریکِ احمدیّت کی اہمیّت محسوس ہونے لگی اور اُن کے دِل میں یہ جذبہ موجزن ہُوا کہ جس طرح ہم دونوں بھائی اس دُنیا میں اکٹھے ہیں اور ایک دُوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک ہیں اِسی طرح آخرت میں بھی اکٹھے رہ سکیں۔ اس لئے اگر احمدیّت صحیح راستہ ہے تو دونوں اس پر گامزن ہوں۔ اور اگر یہ عقیدہ غلط ہے تو دونوں اس سے بیزار ہوجائیں۔ اپنے ان خیالات کو اپنے بھائی کے سامنے بیان کرکے والد صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ کچھ عرصہ کے لئے ہم کاروبار کو ملازمین کے حوالہ کرکے مِل کر مُلک بھر کا سفر کریں اور علماء سے تبادلۂ خیالات کرکے چھان بین کریں اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور آرہ۔ دیوبند۔ سہارنپور۔ امرتسر سیالکوٹ لاہور۔ قادیان وغیرہ مقامات پر جانے کا پروگرام بنایا۔ اور حاجی تاج محمود صاحب کو مشورہ دیا کہ اس پروگرام کی تکمیل تک احمدیّت کے بارے میں وہ کوئی قطعی فیصلہ نہ کریں۔ جسے حاجی صاحب نے بادلِ نخواستہ منظور کیا۔ ان ایّام میں مذکورہ بالا مقامات پر پہنچنے کے لئے صرف ایک ہی ٹرین ہوڑہ سے چلتی تھی۔ یہ کالکا میل تھی۔ اس میں صرف ایک ہی ڈبّہ انٹر کلاس کا ہوتا تھا۔ دونوں بھائیوں نے ایک دن اس گاڑی پر آرہ کے لئے ٹکٹ حاصل کئے۔ کھانا پکوا کر اور بستر ہمراہ لیکر ریلوے سٹیشن پر آئے۔ مگر بھیڑ ہونے کی وجہ سے ان کو جگہ نہ ملی اور وہ ٹکٹ واپس کرکے گھر آگئے کہ پھر کسی روز روانگی کا پروگرام بنائیں گے۔ لیکن ۱۹۰۹ء میں میرے والد صاحب کی وفات واقع ہوگئی۔

(۵) چچا صاحب کا دوبارہ بیعت کرنا

حاجی میاں تاج محمود صاحب کے سینہ میں احمدیّت سے عشق کی چنگاری سُلگتی رہی تھی۔ میرے والد صاحب کی وفات کی وجہ سے ہندوستان کے دَورہ اور علماء کی مُلاقات کا پروگرام از خود ختم ہوچکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوچکا تھا۔ چچا صاحب چنیوٹ سے قادیان پہنچے۔ اور حضرت مولوی نور الدّین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کرکے دوبارہ حلقہ بگوشِ احمدیّت ہوگئے۔

(۶) مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے گفتگو

اس پر برادری میں دوبارہ بہت شور برپا ہُوا۔ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو بُلوایا گیا اور اُنہوں نے چنیوٹ کی مساجد میں مخالفتِ احمدیّت میں تقاریر کیں۔ اور جماعتِ احمدیہ کو چیلنج دیا گیا جسے منظور کرلیا گیا۔ اور قادیان سے حضرت مولانا غلام رسُول صاحب راجیکی کو بُلوایا گیا۔ لیکن شرائط طے نہ ہوسکنے کی وجہ سے مناظرہ نہ ہوسکا۔ مسجد شاہی میں اس مخالف مولوی نے اپنی ایک تقریر میں احمدیّت کی صداقت کے خلاف ایک یہ دلیل پیش کی کہ حدیث یُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ کی رُو سے امام مہدیؑ نے مدینہ منورّہ میں حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مبارک میں مدفون ہونا ہے۔ انہیں توجّہ دلائی گئی کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مُبارک کو کھودنا سراسر ہتک ہے۔ اور بالفرض اس حدیث میں قبر سے مُراد روضہ ہی ہو تو وہاں تو صرف تین قبروں کی جگہ تھی۔ اور تین قبریں بن چکی ہیں۔ ایک حضرت رسول کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی۔ دُوسری حضرت ابوبکر رضؓ کی اور تیسری حضرت عمر رضؓ کی۔ چوتھی قبر کی تو گنجائش ہی نہیں۔ جواب کے وقت مولوی محمد ابراہیم صاحب نے پہلی بات کو تو نظر انداز کردیا اور دُوسرے اعتراض کے جواب میں سراسر خلافِ واقعہ یہ بات بیان کردی کہ وہاں چوتھی قبر کی جگہ موجود ہے۔ اور اپنی بات کی تصدیق کرانے کے لئے انہوں نے حاضرین کو مخاطب کرکے پُوچھا کہ جن افراد نے روضۂ مطہّرہ کی زیارت کی ہے وہ بتائیں کہ چوتھی قبر کی وہاں جگہ ہے یا نہیں؟ اکثر نے اندھی تائید کرتے ہُوئے اثبات میں جواب دیا۔ اس طرح مولوی صاحب نے صریح غلط بیانی سے عارضی جھوٹی فتح حاصل کرلی۔ کیونکہ تقریر کے بعد

جب چچا صاحب نے اپنی تائید کرنے والوں سے کہا کہ روضۂ مبارک کے اندر تو کچھ نظر نہیں آتا تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی۔ لیکن کہا کہ ہم نے مولوی صاحب کی خاطر یونہی اُن کی ہاں میں ہاں ملادی تھی۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ بہرحال اِن تقاریر کے نتیجہ میں چچا صاحب احمدیت میں پکے ہوگئے۔ اور کئی متلاشیانِ حق بھی سلسلہ احمدیہ کے قریب آگئے۔

(۷) مولوی ثناء اللہ صاحب کو بُلوایا جانا

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے مخالفانہ دلائل ایسے دیگر علماء کی طرح بودے اور سراسر جھوٹے تھے۔ مگر اُن کے پیش کرنے کا طریقہ نسبتاً سنجیدہ اور شریفانہ ہوتا تھا۔ اس لئے مخالفین کا عامی طبقہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقاریر کو ترجیح دیتا تھا۔ کیونکہ وہ استہزاء میں ماہر تھے۔ جیسے ہر زمانہ میں انبیاء کرام کے شریر مخالفین بہت پسند کرتے رہے ہیں۔ سو مولوی محمد ابراہیم صاحب کے ناکام واپس جانے پر برادری نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بُلوانے کا انتظام کیا۔ اور اس سہ روزہ "دینی خدمت" کے لئے مولوی صاحب کی طلب کردہ تین صد روپیہ فیس کا معاوضہ منظور کرلیا گیا۔ ان کا قیام محلہ راجن پور میں میاں محکم دین، فتح دین صاحبان کے ڈیرہ میں تجویز ہوا۔ اور برادری کے خرچ پر حاجی چراغ دین صاحب نے مہمان نوازی کے فرائض ادا کئے۔ ناشتہ کے علاوہ دونوں وقت کے کھانے میں بہت پُر تکلف غذا پیش کی جاتی تھی۔ لیکن مولوی صاحب کی طبیعت تھی کہ پھر بھی سیر نہ ہوتی تھی۔ سو برادری کے نزدیک عموماً اور حاجی صاحب کے دل میں خصوصاً مولوی صاحب کی وقعت دن بدن کم ہوتی گئی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس دوران کئی دفعہ مجالس قائم کیں۔ اور جناب چچا صاحب کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کے لئے پُورا زور لگایا۔ ایسے ہر اکھاڑہ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا، سادہ مزاج، متقی اور موت کو یاد رکھنے والا پہلوان حاجی تاج محمود ہوتا اور بالمقابل اوّل درجہ کا پھکڑباز، تمسخر اور استہزاء میں ماہر اور عوام کی واہ واہ کا دلدادہ پہلوان مولوی ثناء اللہ ہوتا۔ ہر سوال و جواب کے بعد قرآن مجید کے اس زرّیں اصول کی شان ظاہر ہوتی تھی کہ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ الاعراف) کہ (نیک

انجام متقیوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔) سو یہ مولوی صاحب بھی اپنے مقصد میں ناکام و نامُراد واپس ہوئے!!

(۸) دادی جان کی مخالفت

عام طور پر برادری کی ہر عُمر کی مستورات دینی مسائل اور تحریکات کوئی دلچسپی نہیں رکھتیں۔ وہ زیادہ تر اپنے خانگی معاملات، شادی بیاہ اور رسُوم وغیرہ میں منہمک رہتی ہیں۔ لیکن جونہی احمدیت کا ذکر ہو، یا اُن کا کوئی قریبی عزیز اس نیک تحریک کی طرف مائل ہو تو وہ جاہلانہ مخالفت سے آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔ چچا صاحب کے احمدی ہوجانے پر میری دادی صاحبہ نے بھی بڑے غم و غصہ کا مظاہرہ کیا۔ بے حد مخالفت کی۔ اپنے اس نیک خصلت اور فرشتہ سیرت بیٹے کو بددُعائیں دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کم و بیش کہہ کر اور ہر وقت یہی وطیرہ اختیار کرکے چچا صاحب کی زندگی کو انتہائی تلخ بنادیا۔ اور بالآخر یہ حربہ استعمال کیا کہ اپنا گھر چھوڑ کر مسجد ٹاہلی والی کے مشرق میں واقع مکان مولوی محمد حسین و مولوی خدابخش صاحبان وُہرہ میں رہائش اختیار کرلی۔ چچا صاحب روزانہ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ناراضگی کے کلمات اور بددُعائیں نہایت خاموشی سے سُنتے رہتے۔ جب وہ حضرت اقدسؑ کی شان میں سخت کلمات کہنا شروع کرتیں تو اُٹھ کر چلے آتے۔ والدہ صاحبہ کی خدمت و اطاعت کا جذبہ روزانہ انہیں وہاں لے جاتا۔ اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ امام کی شان میں گستاخی کو برداشت نہ کرکے روزانہ واپس آجاتے۔ جونہی چچا صاحب چنیوٹ سے کلکتہ چلے گئے، دادی جان فوراً اپنے گھر واپس آگئیں۔ اور سال دو سال کے اندر ایسی حالت میں ہی اُن کی وفات واقع ہوگئی۔

(۹) میرا احمدیت قبول کرنا

سلسلہ احمدیہ کے ایک آنریری مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب کشمیری بہت عرصہ تک کٹک میں رہے اور اُن کی تبلیغ اور نیک نمونہ سے اُڑیسہ میں ہزاروں افراد حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے۔ خوش قسمتی سے ۱۹۱۸ء میں وہ کلکتہ تشریف لائے۔ اور واٹر لو سٹریٹ میں چودھری نواب علی صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ چودھری صاحب جالندھر کے رہنے والے اور بہت مخلص اور جوشیلے احمدی تھے۔ مولوی صاحب نے باقاعدگی سے وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

روزانہ درسِ قرآن مجید دیتے، باجماعت نمازیں پڑھاتے۔ اور ہر سنیچر کی شام کو مختلف مسائل پر تقریر کرتے تھے۔ مولوی صاحب کے ذریعہ ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل افراد احمدیت میں داخل ہوئے۔ حکیم ابوطاہر محمود احمد صاحب مرحوم (جو بعد میں امیر جماعت احمدیہ کلکتہ ہوئے)۔ مولوی لطف الرحمٰن صاحب، میاں محمد صدیق صاحب ودھاون گلوب ٹینری والے۔ میاں محمد یوسف صاحب تاجر چرم لائل پور کے والد میاں محمد حسین صاحب وغیرہ۔ ڈاکٹر امید علی صاحب، سید شرافت حسین صاحب اور چند دیگر خوش قسمت افراد۔

اس امر سے بھی چچا صاحب کی نیک سیرت کا علم ہوتا ہے کہ میرے ماموں صاحبان دیگر سہگل افراد اور چچا صاحب مل کر سورتی بگان والے مکان میں رہتے تھے۔ چچا صاحب کا معمول تھا کہ علی الصبح نماز ادا کرنے کے بعد تلاوتِ قرآن مجید اوپر چھت پر کرتے تھے۔ جبکہ یہ دیگر افراد اپنی دکانوں پر جانے سے پہلے ایک دائرہ میں سامنے کی دوسری چھت پر بیٹھ کر حقّہ نوشی کا دَور چلاتے تھے۔ ایک دفعہ ان لوگوں نے چچا صاحب سے کہا کہ اس صورتِ حال سے قرآن مجید کی بے ادبی ہوتی ہے اور ہمیں گناہ ہوتا ہے۔ اسلئے جب ہمارا حقّہ کا دَور چل رہا ہو، آپ تلاوت نہ کیا کریں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ۔ یہ نہیں کہ تلاوت کے وقت حقّہ کا دَور نہ چلاتے۔ یہ الٹی گنگا اور اندھیر نگری دیکھ کر چچا صاحب نے باوجود اس مکان کی ملکیت میں حصّہ دار ہونے کے اس مکان میں رہائش رکھنا پسند نہ کیا۔ اور فی الفور اس میں سکونت ترک دی۔

جناب چچا صاحب کی غذا اور اوڑھنا بچھونا ہی احمدیت تھی۔ جُفت فروشی کی دُکان تو برائے نام تھی۔ آنے والے ہر خریدار اور بیوپاری کو آپ پہلے پیغامِ حق پہنچاتے کاروباری بات بعد میں ہوتی۔ دِن کا بیشتر حصّہ چچا صاحب کا کتبِ سلسلہ اور اخبارات کے مطالعہ اور لوگوں سے بحث میں گزرتا تھا۔ آپ ہر سنیچر کی شام کو تقریر کی تقریب میں پہنچتے۔ اس لئے اس وقت دُکان ہی بند کر دی جاتی۔ کاروبار کا جو نتیجہ اس سے نکلنا تھا نکلا وہ ظاہر ہی ہے۔ میں اور میرے چچا زاد بھائی میاں محمد یعقوب صاحب یہ سب کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اور سارے دلائل سن رہے تھے۔ اس زمانہ میں

اخبار الفضل ہفتہ میں تین روز نکلتا تھا۔ اسے بھی ہم پڑھتے تھے۔ درس میں بھی شامل ہوتے اور کسی امر کی چھان بین میں اور تحقیقات کیلئے جس قسم کی جستجو ضروری ہوتی ہے وہ سب عمل میں لاتے تھے۔

ایک دن درس میں آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ آئی۔ اس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو نصیحت کرو۔ تو مولوی عبدالرحیم صاحب نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں گو مخاطب حضور علیہ السلام ہیں مگر یہ ہر مومن کا بھی فرض ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی نصیحت کرتا رہے۔ یہ سن کر چچا صاحب دُکان پر آئے اور ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کو کافی عرصہ احمدیت کے موافق اور مخالف دلائل سُنتے ہو گیا ہے۔ کس نتیجے پر پہنچے ہو؟ ہم دونوں نے عرض کیا کہ ہم پر صداقتِ احمدیت بالکل واضح ہو چکی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نیک کام کے کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ اور بیعت کا خط فوراً تحریر کر دینا چاہیئے۔ ہم نے تعمیل کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں الگ الگ کارڈ بیعت کے بھیج دیئے۔ میرے چچا زاد بھائی میاں محمد اسمٰعیل صاحب، ان ایام میں آگرہ میں قیام رکھتے تھے۔ اُن کو چچا صاحب نے ایسی ہی نصیحت پر مشتمل خط ارسال کیا جس کا جواب یہ آیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک رِکشا پر حضرت عیسٰی علیہ السلام سوار ہیں جسے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کھینچتے ہوئے گلی گلی پھر رہے ہیں۔ اس خواب کی بناء پر بیعت کرنے سے تامّل کیا۔ لیکن اُن کو سمجھایا گیا کہ اس خواب سے تو احمدیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فوت شُدہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو رِکشا پر بٹھلا کر اور گلی گلی کھینچ کر مولوی محمد ابراہیم صاحب زندہ قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس تعبیر سے مطمئن ہو کر انہوں نے بھی بیعت کا خط تحریر کر دیا۔ اور ساری عمر نیکی اور پارسائی میں گزاری۔

(۱۰) مولوی ثناءاللہ صاحب سے گفتگو

میری قبولِ احمدیت کی خبر برادری میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

ماموں حاجی میاں امیر الدین صاحب نے جو ڈیمزن لین میں رہائش رکھتے تھے، مجھے وہاں بلا
کر پہلے تو مجھے بہت سخت سُست کہا اور پھر مجھے دو چار تھپّڑ رسید کئے۔ اگر مُمانی
صاحبہ درمیان میں نہ آجاتیں تو مجھے اور بھی مار پڑتی۔ دُوسری صُبح میرے چاروں بڑے
ماموں صاحبان غصّہ میں بھرے ہماری دُکان پر آ گئے۔ اور چچا صاحب کو مخاطب کرکے
کہا کہ :-

"تم خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے۔ ہمارے اس بھانجے کو مرزائی بناکر
اس کا بیڑہ بھی کیوں غرق کیا ہے ؟
ہماری خوش قسمتی سے اہلحدیث کانفرنس کے سلسلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ہم محمد صدیق کو مرزائیت سے توبہ کرانے کے لئے
اُن کی خدمت میں لئے جانا چاہتے ہیں"۔

چچا صاحب نے جواباً کہا کہ بیشک لے جائیں مگر میں بھی آپ صاحبان کا خالہ زاد
بھائی ہوں۔ وہاں اگر کسی بہتری کی توقع ہے تو مجھے بھی ہمراہ لے چلیں۔ انہوں نے
کہا آپ بھی چلیں۔ اس پر چچا صاحب نے فرمایا کہ حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و
سلّم کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں کسی ایسے مقام پر جانا پڑے جہاں پر کسی نقصان کے خطرہ
کا احتمال ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ طلب کر لیا کرو۔ اس
لئے حضورؐ کے اس فرمان کی تعمیل میں ہم دونوں یہاں نفل پڑھ لیں۔ اور آپ صاحبان
اس عرصہ میں حُقہ کا شغل رکھتے ہوئے انتظار کریں۔ نفل ادا کرنے کے بعد دُکان
بند کر دی گئی۔ اور یہ گروہ چچا صاحب کو اور مجھے ہمراہ لیکر چل پڑا۔ راستہ میں اور
لوگ بھی تماشائی بن کر ساتھ ہو لئے۔

پچاس کے قریب افراد کا یہ جمِّ غفیر مولوی ثناء اللہ صاحب کی قیام گاہ پر پہنچا تو
اس صُبح کے وقت ابھی مولوی صاحب نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اور صحن میں ایک چوبی
تخت پر بیٹھے قادیان کے اخبار بدر کے ایک پرانے فائل سے کچھ نوٹ لکھ رہے
تھے۔ یہ افراد اردگرد دائرہ کی شکل میں بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب طبعاً حیران ہوئے

اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے ؟ میرے ماموں میاں حاجی امیر الدین صاحب نے
میری اور چچا صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا ہمارا بھانجا ہے۔
اور اسے ان حاجی تاج محمود صاحب نے کل مرزائی کر لیا ہے۔ ہم اس کو توبہ کرانے
کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا کہ میں ان حاجی صاحب کو تو جانتا ہوں۔ اور مجھے مخاطب
کرکے کہا، بیٹا! یہاں میرے پاس آجاؤ۔ میں آپ (مولوی صاحب) کے پاس اس
چوبی تخت پر جا بیٹھا اور مولوی صاحب نے اخبار بدر میں سے کوئی حوالہ پڑھ کر سُنانا
شروع کیا کہ مرزا صاحبؑ نے فلاں بات کہی ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:-

میں : مولوی صاحب! یہ تو اس گھر کے اندر کی باتیں ہیں۔ آپ تو اس امر کے
دعویدار ہیں کہ اس گھر میں داخل ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ دلیل دے کر فرمائیں کہ کیوں
نہیں داخل ہونا چاہیئے ؟

مولوی صاحب : یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر پہلے تم بتاؤ کہ اس گھر میں کیوں داخل
ہوئے ہو ؟

میں : قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ
رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ
عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (الاعراف : ۳۵) یعنی اے بنی آدم! اگر تمہارے
پاس تم ہی میں سے رسول آئیں اور وہ تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو تم میں سے
جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین
ہوں گے ---!

مولوی صاحب : اس آیت میں تو بنی آدم مخاطب ہیں!

میں : میں بھی بنی آدم میں سے ہوں۔ اور اس آیت کے نزول کے بعد
سارے بنی آدم اس کے مخاطب ہیں۔

اس پر مولوی صاحب نے اُن ماموں صاحب کو مخاطب کرکے کہا کہ آپ لوگ

کہتے ہیں کہ یہ لڑکا کل "میرزائی" ہُوا ہے۔ مگر مجھے تو یہ مرض پُرانی معلوم ہوتی ہے۔ میرا آج میرزائیت کے خلاف فلاں جگہ لیکچر مقرر ہے اور مَیں نے اس کے لئے تیاری کرنی ہے۔ آپ صاحبان اس کو پھر کسی مناسب وقت پر میرے پاس لے آویں۔ یہ سُن کر مولوی صاحب کے سارے شیدائی بہت بد دل ہو کر وہاں سے لوٹ آئے۔

(۱۱) والدہ کی طرف سے مقاطعہ

شرفِ احمدیت پاکر چند ماہ بعد میں چنیوٹ لوٹا۔ اس زمانہ میں چک جھمرہ ریلوے سٹیشن سے ٹانگہ پر سولہ میل کا سفر کرنا ہوتا تھا۔ سڑک پختہ تھی۔ گھر میں تار کے ذریعہ میرے پہنچنے کی تاریخ کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ رات گیارہ بجے چنیوٹ پہنچا اور قُلی کے سر پر سامان اُٹھوا کر اپنی گلی میں داخل ہُوا۔ لیکن اپنے مکان کا دروازہ بند پایا۔ مکان ایک منزلہ تھا۔ موسمِ گرما کے باعث سارے افرادِ خانہ میرے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ مَیں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور بہت آوازیں دیں۔ لیکن دروازہ کھولنا تو الگ رہا کسی کو جواب تک دینا گوارا نہ ہُوا۔ ہمارے مکان کے عین سامنے والے مکان سے میرے ماموں میاں حاجی قائم الدین صاحب نے کھڑکی میں سے میری والدہ صاحبہ کو آواز دے کر کہا، بہن! محمد صدیق آگیا ہے۔ سامان لے کر کھڑا ہے، دروازہ کھولیں۔ والدہ صاحبہ نے کھڑکی کے قریب آکر جواب دیا کہ یہ اس گھر میں کیوں آتا ہے میرزائی ہو جانے کی وجہ سے اب اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہ گیا۔ یہ ہمارے لئے مر گیا۔ اور ہم اس کے لئے مر گئے۔ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ مَیں ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گی۔ اس پر ماموں صاحب مجھے اپنے ہاں لے گئے۔ صبح سویرے جب میرے گھر کا دروازہ کھُلا تو مَیں اپنا سامان لے کر اس میں داخل ہُوا۔ اور مَیں نے والدہ ماجدہ کی بہت منت سماجت کی۔ عاجزی سے اور مختلف طریقوں پر اُن کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سُود۔ انہوں نے ایک بات بھی نہ مانی۔ اور میرے ساتھ کلام کرنا بھی پسند نہ کیا۔ لیکن در پردہ میری ہمشیرہ فاطمہ بی بی کو ہدایت کر دی کہ اپنے بھائی کا ہر طرح خیال رکھنا۔ اسے کوئی تکلیف

نہ ہونے پائے — !

(۱۲) شمولیت جلسہ سالانہ ۱۹۱۸ء (منعقدہ مارچ ۱۹۱۹ء)

پنجاب میں انفلوئنزا کی وبا کے پھیلے ہونے کے مدِنظر ۱۹۱۸ء میں حسبِ معمول جلسہ سالانہ اواخرِ دسمبر میں نہیں ہُوا۔ بلکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہُ کے ارشاد سے مارچ ۱۹۱۹ء میں منعقد ہُوا۔ اور مجھے چنیوٹ سے جاکر شمولیت کا فخر حاصل ہُوا۔ ریل بٹالہ تک تھی۔ جہاں سے قادیان تک کی گیارہ میل کی کچی سڑک کی مسافت ٹانگہ پر طے کی۔ حضرت اقدس کے دستِ مُبارک پر گول کمرہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

اس جلسہ سالانہ کی خاص بات یہ تھی کہ حضور رضؓ نے اپنی افتتاحی تقریر میں اعلان فرمایا کہ غیر مبائعین کچھ عرصہ سے خواہش رکھتے تھے کہ جماعت احمدیہ کے ایک اجتماع میں اپنے عقائد و خیالات سُنائیں۔ اس لئے اس جلسہ کے موقعہ پر ایک تقریری مناظرہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر کسی کو حق نہیں ہوگا کہ آئندہ اس اجازت کی نظیر پیش کرکے اس مقدس سٹیج پر اپنے عقائد و خیالات کی اشاعت کرے۔ جلسہ کے دوسرے دن کے پہلے اجلاس کے صدر (حضرت) میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ ہوں گے۔ ہماری طرف سے مُناظر (حضرت) حافظ روشن علی صاحب رضؓ اور غیر مبائعین کے مُناظر سید مدثر شاہ صاحب ہوں گے۔ ہماری حیثیت مُدعی کی ہوگی۔ لاہور سے غیر مبائعین کی پارٹی کے ہمراہ شیخ مولا بخش صاحب لائل پور والے اور شیخ محمد امین صاحب سوداگر چرم بھی تشریف لائے تھے۔ حافظ صاحب رضؓ نے اپنی تقریر کا آغاز آیتِ خاتم النبیین سے کیا۔ آپ رضؓ کی تقریر بڑی مُدلل اور پُر معارف تھی۔ لیکن جواباً سید مدثر شاہ صاحب نے کسی آیت کو بطور دلیل پیش نہ کیا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں اپنا وقت ختم کر دیا۔ حاضرین پر غیر مبائعین کے عقائد کی قلعی کھُل گئی۔ اور یہ صاحبان بغیر کامیابی کے واپس ہوئے۔

قادیان میں مَیں نے بہت سی کُتب خریدیں۔ اور کیلنڈر کی طرح موٹے الفاظ میں دیدہ زیب دس شرائطِ بیعت پر مشتمل چارٹ بھی۔ نیز دُرِّ ثمین اُردو اور فارسی بھی۔

اور حضورؓ سے اجازت لیکر ہم سب واپس روانہ ہوئے۔ رات لاہور میں میاں شمس الدین صاحب تاجر کے گودام میں قیام کیا۔ دُوسرے دن ہم چنیوٹ پہنچے۔ قادیان کے اِس سفر میں میاں محمد صدیق صاحب ودھاون گلوب ٹینری والے بھی شریک تھے۔ (ڈائری)

(۱۳) گھر کی فضا مخالفانہ بالآخر والدہ پر نیک اثر

گھر کی فضا اس دفعہ بھی مخالفانہ ہی تھی۔ اور مَیں گویا ناخواندہ مہمان تھا جو خواہ مخواہ مُقیم تھا۔ رشتہ دار مستورات اور دیگر ملاقاتی عورتیں میری والدہ صاحبہ کے پاس آکر میرے احمدی ہوجانے کی وجہ سے اکثر اظہارِ افسوس کے لئے اِس طرح آتی رہتی تھیں جس طرح کسی عزیز کی وفات پر سیاپا ڈالا جاتا ہے۔ مخالف مولویوں کی بے سروپا باتوں، لچر اعتراضات، جھوٹے الزامات اور سُنی سُنائی بکواس کی بناء پر وُہ سراسر جاہلانہ رویّہ اختیار کرتی تھیں۔ گھر کے ایسے ماحول اور اُن کی اِس طرز کو بدلنے کے لئے مَیں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ یہ دسؔ شرائطِ بیعت والے اشتہارات گھر کی اندر کی دیواروں کے ساتھ مضبوطی سے چسپاں کر دیئے۔ ہر پڑھی لکھی عورت اور لڑکی اسے پڑھتی تھی۔ مَیں اکیلا بیٹھا بلند آواز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتا۔ اور دُرِّ ثمین کے اشعار اور حضورؑ کی اپنی اولاد کے حق میں دُعائیں ترنّم سے پڑھتا رہتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عملی حالت کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائی۔ نمازیں بروقت اور باقاعدگی سے پڑھنے اور تلاوتِ قرآن مجید روزانہ بالالتزام کرنے لگا۔

میرے ہمعصر اور ہم عُمر اقارب تقریباً سب کے سب صرف نام کے مُسلمان تھے۔ اور ہر گناہ کا ارتکاب کرتے تھے۔ اور ہر گھاٹ کا پانی پیتے تھے۔ لیکن میری شکل، میرا لباس، میرا اُٹھنا بیٹھنا اور میری مجلس صحیح اِسلامی رنگ میں رنگین دیکھ کر میری والدہ صاحبہ کے دِل پر بہت ہی گہرا اور نیک اثر ہُوا۔ اب جو مستورات حسبِ سابق افسوس کے لئے آتیں اور کوئی اعتراض یا حضرت اقدس علیہ السلام کی شان میں نامناسب الفاظ مُنہ سے نکالتیں تو آپ والدہ صاحبہ بُرا مناتے

لگیں اور اُن کو منع کرتے ہوئے فرماتیں کہ چُپ رہو۔ اپنی زبان گندی نہ کرو۔ احمدیت ضرور نیک تحریک ہے۔ مَیں نے جو دیکھا ہے تم اس سے بے خبر ہو۔ احمدی ہوکر میرا بیٹا حیوان سے انسان اور انسان سے فرشتہ بن گیا ہے۔ اس کے طرزِ عمل اور نیک خصلت نے میرا گھر تو گویا بہشت بنا دیا ہے۔ جیسی دُعائیں مرزا صاحبؑ نے اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں ایسے الفاظ جھُوٹوں کے مُنہ سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس بارے میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے۔ (یعنی مخالفت کی نہیں بلکہ دعویٰ پر غور کرنے کی ضرورت ہے) (ڈائری)

(۱۴) والدہ صاحبہ کی طرف سے ایک مباحثہ کا اہتمام

ایک عرب صاحب بہت عرصہ سے عرب سے آکر چنیوٹ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کا قیام محلہ مفتیان میں تھا۔ اس علاقہ کی مستورات اُن کی بہت معتقد تھیں۔ میری رضاعی والدہ نے جو وہ بھی اُن کی مدح خوان تھی، میری والدہ صاحبہ سے کہا کہ اپنے بیٹے کو اُن کی خدمت میں لے جاؤ۔ وہ بڑے عالم ہیں اسے سمجھا کر راہِ راست پر لے آئیں گے۔ ایک رات کو بعد تراویح اُن کے ہاں جانے کا پروگرام بنا اور میری رضاعی والدہ نے عرب صاحب کو اس سے اطلاع دی۔ والدہ صاحبہ کی خواہش کے مطابق مَیں وہاں گیا۔ والدہ صاحبہ اور تقریباً بیسؔ قریبی مستورات ہمراہ تھیں۔ عرب صاحب کے مکان کے قریب پہنچنے پر یہ دیکھکر میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ اُن کے مکان کے عین سامنے وسیع میدان میں دریاں بچھی ہوئی ہیں۔ گیس کے لیمپ روشن ہیں۔ درمیان میں ایک میز اور دوؔ کُرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ گویا عرب صاحب نے ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کر رکھا ہے۔ پہلے تو مَیں کچھ گھبرا سا گیا۔ مگر پھر دل قوی کرکے آگے بڑھا۔ مستورات مکان کی چھت پر اور مَیں عرب صاحب کے سامنے والی کُرسی پر بیٹھ گیا۔ دریوں پر کوئی دوسو افراد براجمان تھے۔ جن میں سے اکثر اسی محلّہ کے اور عرب صاحب کے عقیدتمند تھے۔

عرب صاحب نے جو روانی سے اُردو بول سکتے تھے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں احمدی ہوئے ہیں۔ مَیں نے کہا حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ آٹھویں پارے

میں بنی آدم کو مطلع کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر ضرور تم میں سے رسُول آئیں گے جو میری آیات تمہارے پاس بیان کریں گے ۔ جو شخص تقویٰ سے کام لیتا ہُوا اپنی اصلاح کرے گا اُسے کوئی خوف اور غم نہ ہوگا ۔ اس حکم کی تعمیل میں مَیں نے اِس زمانہ کے مامُور کی بَیعت کی ہے ۔ عرب صاحب نے جواب میں کہا کہ ابتداء میں بنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا یہاں اُسے بیان کیا گیا ہے ۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہاں کئی بار لفظ "قُلْ" دہرایا گیا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اپنے زمانہ کے اور بعد کے بنی آدم سے یہ بات کہہ دیں ۔ عرب صاحب نے کہا کہ اس مقام پر "قُلْ" کا لفظ نہیں ہے ۔ اس پر مَیں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا اگر یہاں کوئی حافظ ہوں تو کھڑے ہو کر اس مقام کی تلاوت کریں ۔ فی الفور دو تین حافظ کھڑے ہو گئے ۔ اُن میں سے ایک کو جو حافظ جیھا کے نام سے معروف تھے ، موقعہ دیا گیا ۔ (ان آیات میں پانچ بار قُلْ کا لفظ آیا ہے) سو جتنی بار "قُلْ" کا لفظ آیا مَیں نے بلند آواز سے گنوایا ۔ ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار ۔ پانچ تو عرب صاحب پر گویا گھڑوں پانی پڑ گیا ۔ اور اُن کے معتقدین نے بہت شرمندگی محسوس کی ۔

ایک کونے سے کسی شریر نے عرب صاحب پر آوازے کسے اور کہا کہ آپ مناظرہ کے طریق سے ناواقفی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایک میرزائی لڑکے نے ہم سب کو شرمندہ کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ ۔ اس پر عرب صاحب تو اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور اُن کے مزید جوش میں آ گئے ۔ اور اس شریر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تُو تکار اور دنگہ فساد ہونے لگا ۔ یہ دیکھ کر مَیں اپنے ساتھ کی مستُورات سمیت وہاں سے چلا آیا ۔ بفضلہ تعالیٰ مجھے کامیابی بھی حاصل ہوئی اور مَیں کسی نقصان سے بھی محفوظ رہا ۔[1]

---

[1] ان آیات کا ترجمہ مع آیات پیش کیا جاتا ہے ۔ یہاں بنی آدم کو خطاب ہے ۔ اور "قُلْ" کا لفظ بار بار آیا ہے ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا — (یٰبنی آدم) اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے

(۱۵) والدہ صاحبہ کی زیارتِ قادیان اور قبولِ احمدیّت !

میری والدہ صاحبہ اب قریباً قریباً احمدی ہو چکی تھیں مگر بیعت کے بارے میں اُن کی خواہش تھی کہ بذاتِ خود قادیان جا کر اور مزید شرحِ صدر حاصل کر کے سلسلۂ حقہ میں داخل ہوں ۔ چنانچہ میرے کلکتہ واپس جانے کے بعد انہوں نے میرے چھوٹے بھائی میاں محمد یوسف صاحب بانی اور میری دونوں بہنوں کو ہمراہ لے کر یہ سفر اختیار کیا ۔ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اُن کی رہائش کے لئے

بقیہ حاشیہ

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

ایسا لباس اُتارا ہے (یعنی پیدا کیا ہے) جو تمہاری چُھپانے والی جگہوں کو چُھپاتا ہے اور زینت (کا موجب بھی) ہے ۔ اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر (لباس) ہے ۔ یہ (لباس کا حکم) اللہ کے احکام میں سے ہے تاکہ وہ (بنی آدم) نصیحت حاصل کریں ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اے آدم کی اولاد! شیطان تم کو (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) بہکا نہ دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکالا تھا ۔ ان دونوں سے اُن کا لباس اُس نے چھین لیا تھا تاکہ ان پر ان کے چُھپانے کی چیزیں ظاہر کر دے ۔ وہ اور اس کا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ۔ ہم نے شیطانوں کو غیر مومنوں کا دوست بنایا ہے ۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ

اور جب وہ (غیر مومن) کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی (طریق) پر پایا تھا اور اللہ نے اس کام کا ہم کو حکم دیا ہے ۔

میں بنی آدم کو مطلع کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر ضرور تم میں سے رسول آئیں گے جو میری آیات تمہارے پاس بیان کریں گے ۔ جو شخص تقویٰ سے کام لیتا ہوا اپنی اصلاح کرے گا اُسے کوئی خوف اور غم نہ ہوگا ۔ اس حکم کی تعمیل میں مَیں نے اِس زمانہ کے مامور کی بیعت کی ہے ۔ عرب صاحب نے جواب میں کہا کہ ابتداء میں بنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا یہاں اُسے بیان کیا گیا ہے ۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہاں کئی بار لفظ "قُلْ" دہرایا گیا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے اور بعد کے بنی آدم سے یہ بات کہہ دیں ۔ عرب صاحب نے کہا کہ اس مقام پر "قُلْ" کا لفظ نہیں ہے ۔ اس پر مَیں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا اگر یہاں کوئی حافظ ہوں تو کھڑے ہو کر اس مقام کی تلاوت کریں ۔ فی الفور دو تین حافظ کھڑے ہوگئے ۔ اُن میں سے ایک کو جو حافظ جیھا کے نام سے معروف تھے ، موقعہ دیا گیا ۔ (ان آیات میں پانچ بار قُلْ کا لفظ آیا ہے) سو جتنی بار "قُلْ" کا لفظ آیا مَیں نے بلند آواز سے گنوایا ۔ ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار ۔ پانچ تو عرب صاحب پر گویا گھڑوں پانی پڑ گیا ۔ اور اُن کے معتقدین نے بہت شرمندگی محسوس کی ۔

ایک کونے سے کسی شریر نے عرب صاحب پر آوازے کسے اور کہا کہ آپ کے مناظرہ کے طریق سے ناواقفی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایک میرزائی لڑکے نے ہم سب کو شرمندہ کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ ۔ اس پر عرب صاحب تو اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور اُن کے مُرید جوش میں آگئے ۔ اور اس شریر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تو تکار اور دنگہ فساد ہونے لگا ۔ یہ دیکھ کر مَیں اپنے ساتھ کی مستورات سمیت وہاں سے چلا آیا ۔ بفضلہ تعالیٰ مجھے کامیابی بھی حاصل ہوئی اور مَیں کسی نقصان سے بھی محفوظ رہا ۔[1]

---

[1] ان آیات کا ترجمہ مع آیات پیش کیا جاتا ہے ۔ یہاں بنی آدم کو خطاب ہے ۔ اور "قُلْ" کا لفظ بار بار آیا ہے ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا ‏ (یٰبنی آدم) اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے

(۱۵) والدہ صاحبہ کی زیارتِ قادیان اور قبولِ احمدیّت!

میری والدہ صاحبہ اب قریباً قریباً احمدی ہو چکی تھیں مگر بیعت کے بارے میں اُن کی خواہش تھی کہ بذاتِ خود قادیان جا کر اور مزید شرحِ صدر حاصل کر کے سلسلۂ حقّہ میں داخل ہوں ۔ چنانچہ میرے کلکتہ واپس جانے کے بعد انہوں نے میرے چھوٹے بھائی میاں محمد یوسف صاحب باقی اور میری دونوں بہنوں کو ہمراہ لے کر یہ سفر اختیار کیا ۔ حضرت اُمّ المومنین رضؓ نے اُن کی رہائش کے لئے

بقیہ حاشیہ

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۗ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۗ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

ایسا لباس اُتارا ہے (یعنی پیدا کیا ہے) جو تمہاری چھپانے والی جگہوں کو چھپاتا ہے اور زینت (کا موجب بھی) ہے ۔ اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر (لباس) ہے ۔ یہ (لباس کا حکم) اللہ کے احکام میں سے ہے تا کہ وہ (بنی آدم) نصیحت حاصل کریں ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۗ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اے آدم کی اولاد! شیطان تم کو (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) بہکا نہ دے جس طرح اُس نے تمہارے والدین کو جنّت سے نکلوا دیا تھا ۔ اُن دونوں سے اُن کا لباس اُس نے چھین لیا تھا تا کہ ان پر ان کے چھپانے کی چیزیں ظاہر کر دے ۔ وہ اور اس کا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ۔ ہم نے شیطانوں کو غیر مومنوں کا دوست بنایا ہے ۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ

اور جب وہ (غیر مومن) کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی (طریق) پر پایا تھا اور اللہ نے اس کا ہم کو حکم دیا ہے ۔

اپنے مکان (دارالمسیح) کی نچلی منزل میں ایک کمرہ تجویز کیا تو والدہ صاحبہ نے عرض کی کہ میں آپ کے مکان میں رہنے کے لئے نہیں آئی بلکہ خاص آپ کی خدمت میں رہنے کی آرزومند ہوں اس پر انہوں نے اپنے قریب ہی کمرہ عطا فرمایا۔ اور اس وجہ سے میری والدہ صاحبہ کا نام ہی "خاص مہمان" پڑ گیا۔ والدہ صاحبہ دارالمسیح میں بہت دن رہیں۔ حضرت اُمّ المومنین رضؓ کے طرزِ تمدّن اور رہن سہن کے طریقوں کو والدہ صاحبہ نے نہایت قریب سے دیکھا۔

بقیہ حاشیہ

لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تُو کہہ دے اللہ کبھی بُری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے متعلق وہ باتیں جھوٹے طور پر کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝

تُو کہہ دے، میرے ربّ نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر مسجد کے پاس اپنی توجہ درست کر لیا کرو۔ اور اللہ کی عبادت کو خالص اُسی کا حق قرار دیتے ہوئے اُسی کو پکارو جس طرح اُس نے تم کو شروع کیا تھا پھر ایک دن تم اسی حالت کی طرف لَوٹو گے۔

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

ایک فریق کو اُس نے ہدایت دی۔ لیکن ایک اَور فریق ہے جس پر گمراہی واجب ہو گئی ہے۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پا گئے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب زینت (کے سامان) اختیار کر لیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور اِسراف نہ کرو۔ کیونکہ وہ اِسراف

اور اُن کی خوراک، پوشاک، بہوؤں اور بیٹیوں سے سلوک اور معاشرت کا غور سے مطالعہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب اطمینان حاصل کر کے بیعت کی اور احمدیت کی فدائی ہو کر چنیوٹ واپس ہوئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چچا حاجی تاج محمود صاحب کی نیکی، خلوص اور احمدیت سے عشق کو دیکھ کر میرے والد صاحب کو ۱۹۰۹ء میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ دونوں بھائی علماء سے استفادہ کریں، قادیان بھی جائیں اور احمدیت کے بارے میں تحقیقات کریں روانگی کے روز ٹکٹ خرید لئے لیکن ٹرین میں سیٹ نہ ملی۔ اور پھر کسی وقت سفر کرنے کا اِرادہ تھا کہ عُمر نے وفا نہ کی۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ اُن کے اِس نیک اِرادہ کی برکت سے ہماری والدہ اور سب بہن بھائی احمدیت سے مُشرف ہوئے۔[۱]

---

[۱] والد صاحب کے بارے میں "حقیقت یہ ہے" سے پہلے کا حصّہ میاں محمد صدیق صاحب بانی کی ڈائری سے اخذ کردہ ہے اور اس کے بعد کا حصّہ بدر ۲۷ راگست ۱۹۶۴ء میں شائع شدہ میاں صاحب کے مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تُو کہہ دے کہ اللہ کی اس زینت کو جس کو اُس نے اپنے بندوں کیلئے نکالا ہے کس نے حرام کیا ہے؟ اسی طرح رزق میں سے پاکیزہ چیزوں کو بھی (کس نے حرام کیا ہے؟) تُو کہہ دے یہ تو (اصل میں) اس دنیا میں (بھی) مومنوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن صرف ان کے لئے ہی ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنے نشانات کو علم والے لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ

تُو کہہ دے میرے ربّ نے صرف بُرے اعمال کو

(۱۹) اُس وقت کی جماعتِ احمدیہ چنیوٹ کا حال!

اُس زمانہ میں چنیوٹ میں احمدی بہت ہی قلیل تعداد میں تھے اور پراگندہ حالت میں تھے۔ باجماعت نمازیں ادا کرنے کے لئے اُن کے پاس کوئی جگہ نہ تھی۔ چوہدری مولا بخش صاحب مگوں انگریزی اور اُردو کی اچھی خاصی قابلیت رکھتے تھے۔ دیگر مگوں برادری کے افراد کی طرح چنیوٹ اور مگھیانہ

بقیہ حاشیہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

خواہ وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے اور گناہ کو اور ناحق کی سرکشی کو حرام کیا ہے اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسے وجود کو جس کے لئے اُس نے کوئی دلیل نہیں اُتاری، شریک قرار دو۔ اور اس بات کو بھی (حرام قرار دیا ہے) کہ تم اللہ پر ایسے جھوٹے الزام لگاؤ جن کو تم جانتے نہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

اور ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ پس جب اُن کا وقت آجائے تو وہ نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول بنا کر بھیجے جائیں اس طرح کہ وہ تمہارے پاس میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں، تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں اور اصلاح کریں، اُن کو کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

کے قرب وجوار میں ان کی بھی کافی زرعی اراضی تھی، جو وہ ٹھیکہ پر کاشت کرواتے تھے۔ سب جج چنیوٹ کی عدالت میں وہ ناظر تھے۔ اور معقول مشاہرہ پاتے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی تبلیغ سے اُنہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ بہت مخلص اور مہمان نواز تھے۔ کسی کام کے لئے جو احمدی دوست باہر سے آتے تھے وہ اُن کی حویلی میں ہی قیام کرتے تھے۔ چوہدری صاحب جماعتِ احمدیہ کے صدر تھے اور اُن کی حویلی میں ہی جماعت کے دوست نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ اُن کی دماغی حالت درست نہ تھی۔ لیکن یہ عجیب امر تھا کہ باوجود ایسی حالت کے کسی سے گفتگو کے وقت اور دینی مسائل کے بیان کرنے کے وقت اُن کی حالت بالکل صحیح ہوتی تھی۔ اور خفیف سی ناواجب حرکت بھی اُن سے سرزد نہ ہوتی تھی۔ وہ نمازیں بھی بہت باقاعدگی اور خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے۔ درسِ قرآن دینے کا موقعہ ملتا تو بڑے لطیف مسائل بیان فرماتے تھے۔

ابتدا میں والدہ صاحبہ کو جو احمدیت سے نفرت تھی، اب وہ دُور ہو چکی تھی مگر کئی باتیں اور مسائل روک بنے ہوئے تھے۔ مثلاً یہ کہ میرے نیک اور بڑے دیندار خاوند نے احمدیت کو قبول نہیں کیا تو آخرت میں اُن کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ چوہدری صاحب ہر شام کو ہمارے گھر میں درس دیتے تھے۔ مرد باہر صحن میں ہوتے اور مستورات اندر دالان میں۔ چوتھے سیپارے کے آخری رکوع کے درس میں احکام ترکہ کی وضاحت کرتے ہوئے چوہدری صاحب نے میرے والد صاحب کا ذکر کیا کہ اُنہوں نے علماء سے متفقہ فتویٰ حاصل کیا تھا کہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کی تمام نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔ تو جو شخص مامور الٰہی کا انکار کرتا ہے اُس کے نیک اعمال اس قاعدہ کی رُو سے کیوں سَلب نہیں ہوں گے؟ لیکن ساتھ ہی اُنہوں نے میری والدہ صاحبہ کو تسلی دی کہ آپ کے خاوند نے جو کچھ کیا، نیک نیتی سے کیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اُن سے گرفت نہیں کرے گا۔ یہ اُن کی نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ اُن کے گھر میں احمدیت کے پودے اُگ رہے ہیں۔



جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۵۰ء کے موقعہ پر جلسہ گاہ میں
میاں محمد صدیق صاحب بانی اور میاں محمد یعقوب صاحب چنیوٹی درویش

ان ایام میں ہماری غیر احمدی برادری "اندر والی مسجد" کے نام سے معروف مسجد میں جمعہ نہیں ادا کرتے تھے جو بڑے بازار کے عقب میں واقع تھی۔ بلکہ اس حلقہ کے لوگ مسجد ٹاہلی والی میں جمعہ ادا کرتے تھے۔ اس لئے احمدی احباب "اندر والی مسجد" میں جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ لیکن احمدی دوست دُور دُور سے آتے تھے اس لئے نماز نسبتاً دیر سے پڑھی جاتی تھی۔ ایک دفعہ مسجد ٹاہلی والی میں نمازِ جمعہ کے معاً بعد غیر احمدیوں کے ایک لیڈر حاجی چراغدین صاحب مگوں نائب ناظم انجمن اسلامیہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ سُنتیں پڑھ کر ٹھہر جائیں۔ کیونکہ میرزائی ہماری "اندر والی مسجد" میں نماز پڑھتے ہیں۔ اُن کو وہاں سے نکال دینا چاہیئے۔ ورنہ وہ اس پر قابض ہو جائیں گے۔ چنانچہ حاجی مذکور کی سرکردگی میں "مجاہدین" کا یہ دو تین صد کا جمِ غفیر "اندر والی مسجد" پہنچا۔ اس وقت قریباً پندرہ احباب میں چودھری مولابخش صاحب خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اندر داخل ہو کر حاجی مذکور نے ان کو مخاطب کر کے بڑے غصّہ سے دُرشت الفاظ میں کہا کہ مسجد ہماری ہے۔ تم اس میں نماز پڑھنے کیوں آتے ہو؟ اگر آئندہ یہ حرکت کی تو تم لوگوں سے نہایت بُرا سلوک کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر جواب کا انتظار رہا۔ چودھری صاحب نے خطبہ کے دَوران ہی آسمان کی طرف مُنہ کر کے بلند آواز سے کہا کہ:-

اے خُدا! ہم تو اس مسجد کو تیرا گھر سمجھ کر تیری عبادت کرنے یہاں آیا کرتے تھے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیرا گھر نہیں ہے بلکہ اُن کا ہے۔ سو ہم عبادت کرنے کے لئے ان کے گھر میں نہیں آئیں گے۔

اِس طرح حکمت سے خطبہ میں ہی اُن کو جواب دے دیا۔ اور وہ لوگ چلے گئے۔ میری حویلی میں بفضلہٖ تعالیٰ معقول جگہ تھی۔ مَیں اُس وقت کلکتہ میں تھا۔ مَیں آیا تو جماعتِ چنیوٹ سے مَیں نے درخواست کی کہ آئندہ سے وہ جُمعہ کی نماز میری حویلی میں پڑھا کریں اور مَیں ضرورت کی ہر چیز مُہیّا کر دُوں گا۔ چنانچہ ضروری انتظام مَیں نے کر دیا۔ عجائباتِ خداوندی دیکھئے کہ دُوسرے جُمعہ سے ایک دن پہلے اُسی حاجی کے

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کیسے احمدیہ مسجد کے لئے قطعۂ زمین کا انتظام کروایا۔ جس پر بعد میں احمدیہ مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ جگہ تین چار کنال انجمن اسلامیہ چنیوٹ کی ملکیت تھی۔ جو بہت عرصہ پہلے اس نے مدرسہ کی تعمیر کے لئے خرید کی تھی۔ مگر محکمہ تعلیم نے اس کی منظوری بدیں وجہ نہ دی کہ یہ جگہ آبادی سے بہت نزدیک ہے۔ اس جمعہ والے واقعہ سے تین ہفتے پہلے انجمن مذکورہ نے اس کی فروخت کا فیصلہ کرکے اس کے پلاٹ بنوا دیئے تھے۔ اور معقول قیمت پر اسے فروخت کرنے کے لئے ان پلاٹوں کے اطراف میں راستے رکھے گئے۔ اور اُن کے فروخت کرنے کی منادی کرادی گئی۔

جس جمعہ کے روز احمدیوں کو مسجد سے نکالا گیا اس کے بعد آنے والی جمعرات کو چار بجے عصر کا وقت نیلامی کے لئے مقرر تھا۔ میرا ایک احمدی رشتہ دار اپنے لئے ایک قطعہ اپنے سکونتی مکان کے لئے خریدنا چاہتا تھا۔ وہ بطور مُشیر مجھے اپنے ہمراہ لے گیا۔ ایک ایک قطعہ نیلام ہوتا گیا۔ موجودہ مسجد والے قطعہ کی باری آنے پر نیلام کنندہ اُسی مسجد سے نکلوانے والے حاجی چراغدین نے سرگوشی کے رنگ میں جسے صرف میں ہی سُن سکا مجھے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس مسجد نہیں اس قطعہ کو جو چھ مرلہ کا مُربّع ہے کیوں نہیں خرید لیتے؟ اس کو دو راستے لگتے ہیں۔ اور مسجد کے لئے بہت موزوں ہے وغیرہ۔ اُن کی یہ بات میرے کانوں سے گزر کر دل میں اُتر گئی۔ جس طرح سوِچ دباتے ہی بلب روشن ہوجاتا ہے۔

اُس وقت اس قطعہ کی بولی ڈیڑھ صد روپیہ فی مرلہ پہنچ چکی تھی۔ میں نے نیلام کنندہ کی بات کا جواب نہیں دیا۔ لیکن (موقعہ نہ تھا اس لئے جماعت کے احباب سے مشورہ کئے بغیر) میں نے بھی توکلاً علی اللہ مروّجہ قاعدہ کے مطابق اور حسبِ معمول دوسروں کی بولی پر دس روپیہ کے اضافہ کے ساتھ بولی دے کر حصہ لینا شروع کیا۔ نقطۂ نظر مختلف تھا۔ دوسروں کا نقطۂ نظر دنیوی تھا۔ اور زمین کے موقعہ اور مروّجہ نرخ کو مدِّنظر رکھ کر محتاط رنگ میں وہ بولی دیتے تھے۔ اور میں اس جگہ پر خُدا کا گھر تعمیر کرنے کے واحد مقصد سے اسے ہر قیمت پر خریدنے کا عزم لیکر کھڑا ہُوا تھا۔ بالآخر دو سو ستر روپے فی مرلہ کے حساب سے اس کی نیلامی میرے نام پر ختم ہوئی۔ بولی ختم ہوتے ہی فی الفور اُسی



جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۶۱ء کے موقعہ پر لیا گیا ایک گروپ فوٹو

دائیں سے بائیں کرسیوں پر:- میاں محمد صدیق صاحب بانی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔ شیخ عبدالحمید صاحب عاجزؔ۔

پیچھے قطار میں:- میاں محمد لطیف صاحب ووہرہ۔ میاں مُنیر احمد صاحب بانی۔ میاں مسعود احمد صاحب وُہرہ۔

نیلام کنندہ نے اس مجمع میں یہ اعلان کر دیا کہ بھائیو! یہ ٹکڑا مرزائیوں نے اپنی مسجد کی تعمیر کے لئے خریدا ہے۔ یہ سُن کر وہ سب نام نہاد مُسلمان حیران رہ گئے۔ اور جن مُسلمانوں کے خرید کردہ قطعات احمدیہ مسجد کے قطعہ کے قریب تھے اُن پر مُردنی چھا گئی۔ اور اِس مجمع میں سے شریر عنصر نے ان افراد سے اس طرح کی نامناسب باتیں کہہ کر ہمدردی کرنا شروع کر دی کہ ہمسایہ میں مندر یا گرجا بھی ہوتا ہے۔ اگر میرزائیوں کی مسجد ہو گی تو کونسا فرق پڑے گا۔ یہ تھے مُسلمان جو احمدیہ مسجد کو مندر اور گرجا سے تشبیہہ دے رہے تھے۔

اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے دو قُدرتوں کا نشان دکھلایا۔ اوّل یہ کہ جس شخص نے احمدیوں کو مسجد سے نکالا تھا، دُوسرا جُمعہ آنے سے پہلے ہی اُسے تقدیر الٰہی نے اپنا آلۂ کار بنا کر احمدیہ مسجد کے لئے زمین خریدنے کی تحریک کروائی۔ دوم یہ کہ میرے جیسے ناچیز کو اس نیک کام کی ابتدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ فالحمد للہ۔

نیلام کے اختتام پر ضروری تھا کہ انجمن اسلامیہ چنیوٹ کو بیعانہ کی رقم دے کر باقاعدہ رسید حاصل کر لی جائے۔ اِس لئے مَیں نے فی الفور والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کر کے درخواست کی کہ بیعانہ کے لئے کم از کم یکصد روپیہ عنایت کریں۔ وہ بے حد خوش ہوئیں۔ اُن سے یہ رقم لے کر مَیں نے یہ بیعانہ ادا کر کے رسید حاصل کر لی۔

مَیں نے دُوسرے روز جُمعہ کے لئے حسبِ پروگرام معقول انتظام کر رکھا تھا۔ احباب جُمعہ ادا کرنے کے لئے میری بیٹھک میں جمع ہوئے۔ مسجد کے لئے قطعہ کی خرید کی خوشخبری سُن کر سب نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ خرچ کا اندازہ دو ہزار چھ صد روپیہ بنا۔ بفضلہ تعالیٰ یہ رقم نہایت آسانی سے اور قلیل عرصہ میں میسّر آ گئی۔ اسی روز موجود احباب ذیل نے دو صد گیارہ روپے نقد چندہ دیا:-

میاں محمد صدیق صاحب ودھاون گلوب ٹینری والے۔ اور میاں جان محمد صاحب لالیاں والے (ایک ایک صد روپیہ) میاں نور احمد صاحب ڈُہرہ۔ میاں مولا بخش صاحب ڈُہرہ اسٹامپ فروش۔ اور میاں علی محمد صاحب ترکھان (دو دو روپیہ) اور میاں احمد علی

صاحب لوہار (پانچ روپیہ)

بیرونی مقامات پر کاروبار کرنے والے احباب کو اُسی روز بذریعہ ڈاک یہ خوشخبری دیتے ہوئے چندہ کی تحریک کی گئی۔ چنانچہ ذیل کے سترہ صد کے وعدے جلد موصول ہوئے پھر رقم بھی مل گئی:-

لاہور سے میاں حاجی محمد ابراہیم صاحب ڈُہرہ (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔ والد ماجد میاں محمد رفیق صاحب ڈُہرہ سابق نائب صدر جماعت احمدیہ مدراس حال مقیم نیویارک) میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم (پانچ پانچ سو روپیہ) میاں محمد حسین صاحب ڈُہرہ تاجر کلکتہ (تین صد روپیہ) میاں حاجی تاج محمود صاحب ودھاون تاجر کلکتہ اور میاں اللہ جوایا صاحب مگوں تاجر آگرہ (دو دو صد روپیہ) اور بقیہ رقم بتوفیقہٖ تعالیٰ خاکسار نے ادا کی۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس سے پہلے شاید دو ہزار روپیہ چنیوٹ کے احمدی احباب نے مسجد فنڈ میں جمع کیا ہُوا تھا۔ جو لائل پُور کے شیخ محمد اسماعیل و مولا بخش صاحبان کے پاس امانتاً جمع تھا۔ اُن کی خدمت میں لکھا گیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ۱۹۱۴ء کے اختلاف کی وجہ سے ہم لاہوری پارٹی میں شامل ہیں۔ اِس لئے قادیانی لوگوں کی تحریک میں ہم شامل نہ ہوں گے اور نہ ہی وہ جمع شدہ رقم آپ کے حوالہ کریں گے۔ ۱۹۴۱ء میں گویا بیس بائیس سال بعد احباب نے یہاں مسجد تعمیر کرنے کا عزم کیا۔ اور مقامی احباب نے دِل کھول کر چندہ دیا۔ اور موجودہ تعمیر شدہ مسجد میرے نہایت واجب الاحترام بزرگ اور چچا حاجی میاں تاج محمود صاحب کی سرپرستی اور میرے چھوٹے بھائی میاں محمد یوسف صاحب بانی کی نگرانی میں ایک خوبصورت رنگ میں تیار ہو گئی۔ فالحمد للہ۔ [1]

---

[1] یہ کوائف اخذ کردہ ہیں الفضل ۳۰ اگست ۱۹۶۴ء سے جس میں مقصود میاں محمد صدیق صاحب بانی کا ہے۔ نیز میاں صاحب کی ڈائری سے۔

سیرۃ حاجی میاں تاج محمود صاحب رضی اللہ عنہ

محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی نے اپنے چچا حاجی میاں تاج محمود صاحب کی سیرت کے بارے میں مزید یہ رقم فرمایا ہے:۔

حاجی صاحب کاروباری جھگڑوں سے سخت متنفر اور بیزار تھے۔ ہر پہلو سے اور ہر وقت دیانت اور امانت اُن کے پیشِ نظر رہتی تھی۔ خریداروں، ملازمین اور ہمسایوں سے ہمیشہ آپ حُسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ اور دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کا آپ بہترین نمونہ تھے۔

آگرہ کے کاروبار میں اُن کے بڑے بیٹے کو خسارہ ہُوا اور وہ قریباً پانچ ہزار روپیہ کے مقروض ہو گئے۔ چونکہ حاجی صاحب کی زندگی میں وہ صاحب جائداد نہ تھے اس لئے قرضخواہوں کے لئے اس خطیر رقم کا وصول کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ بعض غیر از جماعت اقارب نے حاجی صاحب کو مشورہ دیا کہ قرضخواہوں کو اس وجہ سے روپیہ میں چار آنہ لیکر فارغ کر دینے پر راضی کیا جا سکتا ہے مگر آپ نے نہ صرف یہ کہ اس مشورہ کو پسند نہ کیا بلکہ ان مشیروں پر سخت ناراض بھی ہُوئے۔ اور قرضہ کی پائی پائی ادا کر دی۔

حاجی صاحب موصی تھے۔ جائداد کا دسواں حصہ ادا کرنے کی تڑپ اُن کے دل میں رہتی تھی۔ ۱۹۲۹ء میں واقف کاروں سے جائداد کی قیمت لگوا کر بارہ ہزار روپیہ کا دسواں حصہ بارہ صد روپیہ اُنہوں نے یکمشت ادا کر دیا۔

مُلکی تقسیم سے قبل اکثر قادیان تشریف لایا کرتے تھے۔ بعض دفعہ گاڑی بٹالہ میں نہ ملنے پر وہاں سے پیدل قادیان پہنچ جایا کرتے تاکہ شام کی نماز حضرت اقدس (مُصلح موعودؓ) کی اقتداء میں پڑھنے کا شرف حاصل کر سکیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بڑا اخلاص رکھتے تھے۔

چنیوٹ میں مستورات عند الملاقات ایک دُوسری کو السّلام علیکم کہنا معیوب سمجھتی تھیں حاجی صاحب نے اپنے گھر والوں کو سختی سے ہدایت کی کہ اس سُنّت کا اجراء کریں۔ چنانچہ ہمارے گھر کی مستورات نہایت پابندی سے اس پر عمل کرنے لگیں۔

آپ نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیاں سراسر اسلامی رنگ میں کیں۔ اور کسی قسم کی خلافِ شرع اور فضول رسم و رواج کو نزدیک بھی نہ آنے دیا۔ ایک بیٹی کو رُخصتانہ کے وقت ڈولی میں نہیں بٹھایا بلکہ دُلہن کا ایک بازو حاجی صاحب نے خُود تھاما اور دُوسرا اس کی دادی صاحبہ نے اور اُسے سُسرال میں پیدل پہنچا دیا۔ اور اس طرح حضرت سیّدہ نواب مُبارکہ بیگم صاحبہ کے رُخصتانہ کے طرز کی تقلید کی۔

آپ کی یہ بیٹی ۱۹۲۵ء میں فوت ہو گئی۔ ۱۹۲۹ء میں اُن کے داماد نے دُوسری شادی کا پروگرام بنایا تو حاجی صاحب نے رضا و رغبت سے سارے انتظام کئے بلکہ نکاح بھی خود پڑھا۔ اور ہمیشہ اس نئی آنے والی لڑکی سے اپنی بیٹی کی طرح محبت اور نیک سُلوک کرتے رہے۔

۱۹۳۹ء میں رمضان شریف کے مہینہ میں اُن کی اہلیہ کی وفات ہوئی۔ حاجی صاحب بمع چند اور احمدیوں کے تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اُن کا ایک نواسہ جو ماشاء اللہ حافظِ قرآن تھا، قرآن مجید سُنا رہا تھا کہ ساتھ والے مکان سے رونے کی آوازیں آئیں۔ اور ایک لڑکے نے آ کر بتلایا کہ حاجی صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس وقت چار تراویح پڑھی جا چکی تھیں۔ اس حادثہ کی اطلاع پا کر حاجی صاحب نے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون پڑھا۔ اور اپنے نواسے کو ہدایت کی کہ بقیہ چار تراویح میں حسبِ معمول قرآن مجید سُنائے۔ پُوری نماز ختم کرنے کے بعد وہ اور دیگر اقرباء میّت والے مکان میں گئے۔ اس طرح حاجی صاحب نے خود بھی صبر و رضا کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اور دیگر عزیزوں کی بھی ایسی ہی تربیت کی۔

۱۹۴۱ء میں چنیوٹ میں جب مسجد احمدیہ تعمیر ہوئی تو اُس دن سے آخری ایّام تک وہ مسجد اُن کا ملجا و ماویٰ بنی رہی۔ اور آپ وہاں گویا دھونی رما کر

بیٹھ گئے ۔ ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و نصیحت میں مصروف رہتے تھے ۔ اذان دینے کا بہت شوق رکھتے تھے ۔ اور بڑے خلوص اور جوش اور بلند آواز سے اذان دیتے تھے ۔ اُردو لکھ نہیں سکتے تھے مگر روانی سے پڑھ لیتے تھے ۔ اپنے عزیزوں سے ہندی میں خط و کتابت کرتے تھے ۔ اور ہر خط میں اس طرح کی نصائح بالالتزام تحریر فرماتے تھے ۔ خدا کو یاد رکھو ۔ اسلام کی خدمت کرو ۔ موت کو کبھی نہ بھولو ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہوگی ۔ ایک دن قبر میں ضرور جانا ہے ۔

آپ کے دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں آپ کی زندگی میں ہی وفات پاگئیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذریّتِ نسلاً بعیدًا کی نعمت سے نوازا ۔ اور ایک صد کے قریب اولاد در اولاد آپ نے دیکھی ۔ جن میں سے بیشتر احمدیت کے خدام و اطفال ہیں ۔

آپ نے قریباً ایک سو برس کی عمر پائی ۔ آپ کی جوانی اور بڑھاپا یکساں رنگ میں تقویٰ سے گزرا ۔ شاذ ہی کوئی ایسا فردِ بشر ہوگا جس سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو اور آپ نے اُسے تبلیغِ احمدیت نہ کی ہو ۔ برادری کی خوشی غمی کی مجالس میں آپ شامل ہوتے تھے ۔ مگر ہر موقعہ پر آپ لوگوں کو پند و نصائح سے نوازا کرتے تھے ۔

آپ کی وفات یکم جولائی ۱۹۶۳ء کو لائل پور میں ہوئی ۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ [۱]

---

[۱] بدر ۲۷ / اگست ۱۹۶۴ء ۔ اس مضمون کا ایک حصہ حاجی صاحب کے قبولِ احمدیت کے تعلق میں پہلے درج ہو چکا ہے ۔ (آپ کی طرف سے چندہ تحریک جدید ۱۹۳۶ء سارے سال کا علداد ہُوا کہ یہ امر موجب رضائے الٰہی ہے ۔ الفضل ۱۴/ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۲) "پنجہزاری مجاہدین" میں آپ کا چندہ دو سو اٹھارہ روپے درج ہے ۔ (صفحہ ۱۷۸ ، ۱۹۰)

اس مضمون کے ابتداء میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی طرف سے یہ نوٹ درج ہے کہ محترم حاجی تاج محمد صاحب ہمارے ایک درویش بھائی مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب پنجنوتی [illegible] (باقی صفحہ ۵۵ پر)

محترم بانی صاحب کی ازدواجی زندگی

اپنی ازدواجی کامیاب زندگی کے سلسلہ میں محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

" میری اہلیہ ۱۹۲۵ء میں تین خورد سال بچوں کو چھوڑ کر رحلت کر گئیں اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔ بچوں کی نگہداشت میری والدہ صاحبہ کر رہی تھیں ۔ ساتھ ہی ان کو میری دوسری شادی کی فکر دامنگیر تھی ۔ احمدی رشتہ حاصل کرنا ازبس ضروری تھا ۔ ان کی نظرِ انتخاب مکرم میاں محمد صدیق صاحب ودھاون گلوب ٹینری والوں کی بڑی دختر محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ پر پڑی ۔ اس وقت جماعتِ احمدیہ میں رشتہ ناطہ کی مشکلات کی وجہ سے وہ بھی اپنی اس دختر کے بارے میں متفکر تھے ۔ لیکن اُن کی یہ بچی ابھی بہت کم سن تھیں ۔ اور باہمی عمر کا فرق قریباً سولہ برس کا تھا ۔ اس لئے بہت غور و فکر درکار تھا ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ کے والد ماجد تھے ۔ شیخ صاحب نے اپنی درویشی کے ایام قادیان میں اس رنگ میں گزارے کہ انہیں دیکھ کر سادگی ، خلوص ، عبودیت اور ریاضت کا مفہوم واضح ہوتا تھا ۔ اپنے مفوضہ فرائض کے علاوہ اُن کے اوقات کا ایک ایک لمحہ ذکرِ الٰہی میں گزرتا تھا ۔ وہ مسجد کی رونق تھے ۔ اور مومنانہ سیرت کے مالک تھے ۔ وہ بیماری کی حالت میں قادیان سے ڈھاکہ گئے ۔ اور وہیں وفات پائی اور پھر ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے ۔ حاجی صاحب کی وفات ہونے پر کچھ اس درویشی کے تعلق سے اور کچھ اس لئے کہ حاجی صاحب ہمارے مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے چچا تھے اور محترم بانی صاحب نے تقسیمِ ملک سے قبل بھی مرکز سے قربانیوں کا ایک تعلق رکھا ۔ اور تقسیمِ ملک کے بعد تو مرکزِ قادیان اور درویشوں کے حق میں اُن کی قربانیوں نے بہت نمایاں رنگ اختیار کر لیا ۔ اس لئے میں نے بانی صاحب کو تحریک کی کہ وہ حاجی صاحب کے حالاتِ زندگی تحریر کریں تاکہ اخبارات سلسلہ میں محفوظ ہو جائیں ۔ اور اب یہ شائع کئے جا رہے ہیں ۔

بدر بابت ۲۱/ جولائی ۱۹۶۰ء میں افسوس کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ وہ ڈھاکہ ویزا پر اپنے بچوں کے پاس علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے وہاں ۱۴/ جولائی کو ان کی وفات (باقی صفحہ ۵۶ پر)

لیکن میاں صاحب موصوف بہت ہی مخلص اور احمدیت کے فدائی تھے۔ اُنہوں نے اپنے اقارب کی مخالفت اور دیگر مشکلات کے مقابل پر احمدیت کو ترجیح دی۔ اور رشتہ کے پیغام کو قبول کر لیا۔ اور ہم پر بہت احسان کیا۔

کلکتہ میں ۳۱ جولائی ۱۹۲۹ء کو مکرم چچا حاجی تاج محمود صاحب نے چالیس روپے حق مہر پر نکاح پڑھا۔ اور دُوسرے روز رخصتانہ عمل میں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اس بیوی نے اُن کی نیک تربیت اور نیک سیرت کی وجہ سے مجھے ہر طرح آرام پہنچایا۔ اور اُنہوں نے ہر تنگی ترشی میں خدمت و وفاداری کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اور میرے گھر کو بہشت بنا رکھا ہے۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن سے راضی ہو۔ آمین۔ ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تین آفتاب اور دو ماہتاب (میاں منیر احمد صاحب باقی۔ میاں نصیر احمد صاحب باقی اور میاں شریف احمد صاحب باقی اور محترمہ شکیلہ اختر صاحبہ زوجہ میاں مسعود احمد صاحب وُہرہ اور محترمہ ناصرہ یاسمین صاحبہ زوجہ محمد عثمان صاحب وُہرہ مقیم کراچی) عطا فرمائے ہیں۔ فالحمد للہ۔ مولا کریم اُن کو عمر دراز کرے، اُن کو صاحب اقبال، خوش قسمت اور خادم دین بنائے۔ اور اُن کا ہر امر اور ہر حال میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔" (ڈائری)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ ہوئی۔ نعش کو ہوائی جہاز کے ذریعہ لاہور تک پہنچایا گیا۔ دس بجے شب کے قریب امیر مقامی ربوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ احباب ربوہ کثیر تعداد میں جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرحوم نے ایک تہائی کی وصیت کی ہوئی تھی۔ آپ بہت کم گو، نیک اور پارسا انسان تھے۔

(نوٹ از مؤلف) محترم شیخ صاحب نے درویشی میں آخری عرصہ دار المسیح کی درمیانی منزل میں گزارا۔ ہمیشہ میں نے انہیں زائد اوقات میں وہاں تلاوتِ قرآن کریم میں یا مطالعہ درثمین فارسی میں مصروف پایا۔ مجسم انکسار و تواضع خوش طبع، نمود و نمائش سے بالا۔ ان کو نیم فالج ہوا۔ اس بیماری کی وجہ سے آپ کو دار المسیح کی نچلی (وسطی) منزل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ولادت کے کمرہ میں رکھا گیا تھا۔ خاکسار کو حاضر ہونے کا موقعہ ملتا رہتا تھا۔ خاکسار نے اُن سے کہا کہ پاکستان کی طرف روانہ نہ ہوں۔ وہ بھی اس سفر کے لئے بخوشی آمادہ نہیں ہوئے تھے بوجہ شدید علالت مجبور ہو گئے تھے۔

میاں محمد صدیق صاحب وڈھاون

میرے واجب الاحترام خسر میاں محمد صدیق صاحب وڈھاون نے ۱۹۱۹ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کو مسائل سے گہری واقفیت تھی۔ آپ بہت دلیر اور عقلمند تھے۔ دواؤں سے واقفیت رکھتے تھے۔ غرباء کو ادویہ مفت دیتے تھے۔ اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں لذت محسوس کرتے تھے۔ احمدیت کی محبت کے باعث آپ نے محلہ دار الرحمت قادیان میں ایک کنال زمین پر ایک وسیع کوٹھی تیار کر کے وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے ان کی دینی اور دُنیوی تعلیم کا انتظام قادیان کے مدارس میں کیا۔ کُتبِ سلسلہ کا بہت بڑا ذخیرہ آپ کے پاس تھا۔ تقسیم ملک پر اُنہوں نے ہجرت کی اور ربوہ میں ایک کنال قطعۂ زمین پر بہت عمدہ کوٹھی تعمیر کر کے وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اُنہیں لمبے عرصہ سے بے خوابی کی تکلیف تھی۔ بعد ازاں دل کا عارضہ ہوا اور میو ہسپتال لاہور میں ان کا اپریشن ہوا لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ اور ۱۷ مئی ۱۹۶۰ء کو انہوں نے انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ربوہ کے عام قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ مولا کریم ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین ۔ (ڈائری)

کلکتہ میں غیر معمولی نصرتِ الٰہی شاملِ حال ہونے کا واقعہ

کلکتہ کے علاقہ بھوانی پور میں جو ہندو اکثریت کا علاقہ ہے ۱۹۳۲ء سے میری رہائش تھی ۔۔۔! ۱۹۴۶ء میں موسمی تعطیلات میں میرے اہل و عیال قادیان سے میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ اگست ۱۹۴۶ء میں ماہ رمضان شریف کے دوران کلکتہ میں شدید فرقہ وارانہ فساد شروع ہوا۔ غنڈہ عناصر ہر جگہ من مانی کرنے لگے۔ ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مسلم محلوں میں ہندوؤں کا اور ہندو محلوں میں مسلمانوں کا قتل عام چار دن تک ہوتا رہا۔ حکومت بالکل بے بس ہو گئی۔ ۱۶ اگست کو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری دُکان اور پیٹرول سروس سٹیشن لُوٹے جا رہے تھے۔ اور فسادی یہ اعلان کر رہے تھے کہ اس لُوٹ کے بعد وہ اُوپر چڑھ کر ہم سب کو تہِ تیغ کر دیں گے۔

ہم ملازموں سمیت قریباً پندرہ افراد دُکان کے اُوپر اپنے رہائشی کمرہ میں محصور تھے۔ ٹیلیفون کی ہڑتال تھی۔ اور بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ [1]

ایسے نازک وقت میں ہمارے پچھواڑے میں ایک جھونپڑی کی مالکہ ہندو تیلن اُوپر آئی اور اُس نے مشورۃً کہا کہ آپ سب نیچے آکر میری جھونپڑی میں پناہ لیں۔ اور رات گزاریں۔ ہمیں وہ فرشتۂ رحمت نظر آئی۔ ہم سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنے پہنے ہوئے لباسوں میں فی الفور نیچے آکر پچھواڑے کی گلی سے اس کی جھونپڑی میں آبیٹھے۔ اور صبح تک جاگتے رہے۔ ۱۷ اگست کو علی الصبح بارش ہوگئی۔ اور فسادیوں کے اجتماع سے پہلے ہی وہاں سے نکل کر ذرا فاصلے پر اپنے بھانجوں میاں محمد اسحٰق و محمد داؤد کے پاس ہم آگئے۔ جن کی دُکان بھی گزشتہ روز لُوٹ لی گئی تھی۔ ان کا قیام اپنی دُکان کے پچھواڑے والے چار منزلہ مکان کی اُوپر کی منزل میں تھا۔ اور یہ ساری عمارت اُوپر نیچے ہندو کرایہ داروں سے بھرپور تھی۔ ہمارے اِدھر آنے کے معاً بعد فسادی گروہ نے پہلے تو ہمارے مکان کی اُوپر کی منزل کا رُخ کیا۔ اور ہمیں وہاں موجود نہ پایا تو اشتعال میں آکر سامان کو توڑ پھوڑ ڈالا اور مکان کو لُوٹ لیا۔

ٹیلیفون اور ٹریفک دونوں کے معطّل ہونے کی وجہ سے نہ ایک دوسرے کا کسی کو علم تھا۔ نہ ہی کوئی کسی کی امداد کو پہنچ سکتا تھا۔ عزیز محمّد داؤد کو ۱۷ اگست کو صبح کولوٹولہ بھجوایا گیا۔ جو ہندوانہ لباس پہن کر سائیکل پر گئے۔ چونا گلی والے چورستہ میں مسلمانوں نے انہیں ہندو سمجھ کر پکڑ لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کیسا فضل ہُوا کہ پیشتر اس کے کہ اُن پر حملہ ہو، برادری کے چند افراد نے انہیں شناخت کر لیا اور بچا لیا۔ ہمارے حالات کا علم ہونے پر بعض نوجوان لال بازار پولیس ہیڈ کوارٹر میں گئے۔ وہاں ہزاروں

---

[1] میاں منیر احمد صاحب بانی بیان کرتے ہیں کہ لُوٹ مار اور آتشزنی اردگرد دیکھ کر بعض عزیز طبعاً فکرمند تھے۔ لیکن والد صاحب کے چہرہ پر خوف وہراس کا نام ونشان تک نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا اسم اعظم رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ الخ ساری رات آپ کے وِردِ زبان رہا۔

ہندو اور مسلمان اپنے اپنے علاقوں کی حفاظت کے مطالبہ کے لئے واویلا کر رہے تھے۔ ان نوجوانوں نے بھی پولیس افسران سے ہماری بے بسی اور نرغے میں گھرا ہونے کا ذکر کرکے امداد کی درخواست کی۔ ان افسران میں ایک مسلمان بنگالی انسپکٹر پولیس مسٹر رضا بھی تھے جو میرے گہرے دوست تھے۔ وہ فی الفور تیار ہوگئے۔ اور پولیس کے ایک ٹرک میں دس گورکھا مسلح جوانوں کو لیکر ہمارے آدمیوں کی معیت میں آپہنچے۔ ہم روپوش تھے۔ اور دو صد کے قریب فسادی غنڈے اس مکان کے نیچے جمع تھے۔ اور حملہ کے لئے تیاری کر رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔ موصوف نے اپنے سپاہیوں کو باہر کھڑا کر دیا۔ اور فسادیوں کو دوصد گز پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اور ایسا ہوجانے پر موصوف کے اشارہ پر ہم سب نیچے آکر اس ٹرک میں بیٹھ گئے۔ پھر یہ مسلح سپاہی بھی ٹرک میں سوار ہو گئے۔ اور ہمیں کولوٹولہ سراج بلڈنگ میں پہنچا دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ یہ شام کا وقت تھا۔ سراج بلڈنگ میں میرے خُسر محترم میاں محمد صدیق صاحب ودھاون کی جُوتے کی دُکان تھی۔ اور پہلی منزل پر ایک رہائشی کمرہ میں اُن کا قیام تھا۔ اِس کمرہ میں اُن کی بڑی بہو رہتی تھیں۔ اسی کمرہ کے ایک حصّہ میں مستورات اور بچّوں نے پناہ لی۔ اور ایک حصّہ میں مَردوں نے۔ میاں صاحب محترم نے ہماری میزبانی کا فرض بہت عمدگی سے اور نہایت خندہ پیشانی سے اور کافی رقوم خرچ کرکے ادا کیا۔ اس وقت دس دن کے قریب میرے اہل وعیال برادرم میاں محمد یوسف صاحب بانی و میاں ظفر احمد صاحب۔ میاں محمد اسحٰق و محمد داؤد صاحبان مع اہل وعیال اور ہمارے ملازمین میرے ساتھ بطور مہمان وہاں ٹھہرے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ڈائری)

تقسیمِ برِّصغیر کے بعد خدمتِ مرکزِ سلسلہ کی توفیق پانا

تقسیمِ برِّصغیر ۱۹۴۷ء میں عمل میں آنے پر قادیان کی بیشتر آبادی مغربی پنجاب میں منتقل ہوگئی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مطابق مشورہ عارضی

طور پر لاہور تشریف لے گئے۔ لیکن حالات کے مطابق وہاں سے ایک بنجر علاقہ خرید کر وہاں مرکز ربوہ آباد فرمادیا۔ کچھ عرصہ حفاظتِ مقاماتِ مقدسہ کے سلسلہ میں عرصۂ درویشی کے آغاز سے پہلے مکرم میاں منیر احمد صاحب بانی کو بھی خدمت بجا لانے کا موقعہ ملا۔

ایک ملک منقسم ہو کر دو مملکتیں معرضِ وجود میں آچکی تھیں۔ درویشانِ قادیان پر بھاری فرائض عائد ہوئے۔ کیسے مشکلات کا کوہِ گراں تھا، حضرت مصلح موعودؓ کی کیسی حوصلہ افزائی رہی۔ ان کے پیشِ نظر محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی ان بزرگان کی صفِ اوّل میں سے تھے جو حضور کے طریق پر کئی طرح سے درویشان اور مرکز کی بھرپور دِلداری، ہمدردی اور اعانت کر کے اس بوجھ کو ہلکا کرتے رہے۔ ان کے بوجھ، ان کی تکالیف اور اُن کے ہم و غم کو اپنا سمجھا۔ ان حالات کی ایک معمولی سی جھلک سامنے لانے کے لئے خصوصاً جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء کے کچھ کوائف پیش کئے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے ان بزرگوں کی قربانیوں کی عظمت اور ان کے جذبہ کی للّٰہیت ظاہر ہوتی ہے۔

تقسیم برصغیر کے اثرات سے قادیان اور بھارت کی جماعت ہائے احمدیہ ابھی سنبھل نہیں سکی تھیں۔ تسلسل قائم رکھنے کے لئے دسمبر ۱۹۴۷ء میں جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس میں ایک مقرر نے بیان کیا کہ قادیان سے ہجرت کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصف صدی پہلے بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملی تھی۔ یہ بات احباب کے لئے باعثِ ازدیادِ ایمان ہے اور اس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کا بقیہ نصف بھی پورا ہوگا۔ اس پر درویشان کا مکمل مقاطعہ ہوا جو نیک دل مقامی غیر مسلموں کی وجہ سے تین ہفتہ بعد اختتام پذیر ہوا۔ انہوں نے اپنے لوگوں کو بتایا تھا کہ تقسیم ملک سے پہلے باوجود اکثریت کے امام جماعت احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ کا سلوک ہم غیر مسلموں سے ہمیشہ نہایت کریمانہ اور مشفقانہ رہا۔ درویشان کے حوصلے بفضلہ تعالیٰ بلند تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ اُن کے پیارے امام حضرت مصلح موعودؓ کی خصوصی توجہات اور دُعائیں اُن کے لئے وقف ہیں۔ احمدیہ شفاخانہ کے خدمتِ خلق کے ہمدردانہ کارہائے جلیلہ اور دِلی محبت سے غرباء کی امداد کے نتیجہ میں میل جول اور محبت کا ماحول پیدا

ہو کر وسعت پذیر ہونے لگا۔

سال ۱۹۴۸ء کے دوران درویشان کے ذریعہ بہت سے مفید کام ہوئے۔ مسلم و غیر مسلم اغوا شدہ عورتوں کی دونوں ممالک سے بازیابی اور بعض دیگر رفاہی کاموں میں غیر مسلموں سے تعاون اور مساجد احمدیہ و دیگر مساجدِ قادیان کی حفاظت کے بارے کام ہوئے۔ ماہ ہجرت (مئی) میں حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تین درجن کے قریب افراد پاکستان سے قادیان بھجوائے گئے۔ جن کی اکثریت عمر رسیدہ یا ادھیڑ عمر افراد پر مشتمل تھی۔ ان میں حضرت[1] بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی، حضرت[2] بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور حضرت[3] میاں محمد دین صاحب واصلباقی، حضرت[4] حاجی محمد دین صاحب تہالوی اور محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی کے عمزاد برادر محترم شیخ محمد یعقوب صاحب بھی شامل تھے۔ یہ سب سنجیدہ طبع، مستقل مزاج اور صابر احباب تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا مقصد یہ تھا کہ ان بزرگوں کے نیک اثرات دیگر درویشان میں منعکس ہوں۔ اور حضورؓ کی دُور اندیشی کے صدقے ان بزرگوں کا قیام درویشوں کے لئے دینی اور رُوحانی پائیدار افادیت کا باعث ہوا۔[5]

اس ماحول میں قدرے سکون پیدا ہو چکا تھا تاہم دہلی تا قادیان کا سفر ابھی پولیس کی معیت کے ساتھ ہی بحفاظت ممکن تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ مسلم آبادی سے یکسر خالی ہو چکا تھا۔ سو دسمبر ۱۹۴۸ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت ابھی حوصلہ مندانہ مہم کا درجہ رکھتی تھی۔ جس میں محترم میاں نصیر احمد صاحب بانی سمیت بیس احبابِ کلکتہ، چھیاسٹھ افراد کے اُس قافلہ میں شامل ہوئے تھے جو پولیس کی حفاظت میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل

---

[1] حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانیؓ سابق جگت سنگھ۔ بیعت ۱۸۹۵ء۔ (مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) فالج ہونے پر حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے ۱۹۵۲ء میں ربوہ تشریف لے گئے تھے۔ [2] حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ سابق مہتہ ہریشچندر بیعت ۱۸۹۶ء (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)۔ [3] حضرت میاں محمد دین صاحب واصلباقی (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) یہ تینوں ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ [4] حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالوی صحابیؓ (مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دہلوی مبلغ دہلی (حال ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان) کی زیرِ امارت ۲۴ر دسمبر کو دہلی سے قادیان پہنچا۔ اور ۲۹ر دسمبر کو واپس ہُوا۔ ایک نظام کے تحت درویشان قطاروں میں ریلوے سٹیشن پر استقبال کے لئے پہنچے۔ اُن کا جذبۂ ذوق و شوق قابلِ دید تھا۔ مقامی اور ضلعی پولیس کا بھی انتظام تھا۔ اِس نظارہ کو دیکھنے کے لئے ہزاروں غیر مسلم جمع ہو چکے تھے۔ پولیس کی ہدایت پر وہ قدرے فاصلے پر کھڑے محوِ تماشا تھے۔ کیونکہ ہجُومِ خلق سے قادیان کی بستی ایک دفعہ پھر ارضِ حرم کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ ٹرین کا یہ سپیشل ڈبہ جنوب کی طرف مال گاڑیوں والی لائن پر الگ کر کے بحفاظت احباب کو اس میں سے اُتارا گیا۔ [1]

اِس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے جو پیغام بھجوایا اس کا ملخّص یہ ہے کہ

(۱) درویشان تبلیغ کی طرف توجّہ کریں۔ اردگرد کے یا ملنے کے لئے آنے والے شریف مزاج اور سنجیدہ غیر مسلموں کو حکمت و موعظۂ حسنہ کے رنگ میں پیغامِ حق پہنچائیں۔ اور یہ یقین رکھیں کہ بے بس انسان کی تبلیغ میں ہمیشہ زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اعلیٰ نمونہ پیش کر کے تبلیغ کریں۔ نیز اشاعتِ اسلام کے لئے دُعائیں کریں۔ یہ الٰہی ازلی قانون ہے کہ بے دست و پا مومن کی دُعا کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ کوئی متمدّن حکومت فریضۂ تبلیغ کی پُرامن ادائیگی اور خدمتِ مقاماتِ مقدّسہ میں روک نہیں ہو سکتی۔ احمدی افراد جس مُلک میں بھی ہوں گے اپنے مُلکی قانون کے پابند اور پُرامن شہری بن کے رہیں گے۔

---

[1] اس قافلہ میں کلکتہ، بمبئی، مالابار، بھوپال، بہار اور زیادہ تر یو۔پی کے افراد تھے۔ حضرت سیّد وزارت حسین صاحب رضؓ صحابی اور آپ کے فرزند پروفیسر سیّد اختر احمد صاحب اورینوی، حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری، حضرت حاجی بقاء اللہ صاحب تاجر بھوپال صحابیؓ۔ میاں دوست محمد صاحب شمس مرحوم نائب امیر جماعت کلکتہ۔ سیّد برکات احمد صاحب ایم۔ اے انفارمیشن آفیسر نائب امیر جماعت دہلی۔ اور حکیم محمد دین صاحب مبلغ بمبئی (حال ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ) بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔

(۲)۔ ایک قسم کی جُزوی اور وقتی رہبانیت کا موقعہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لئے پیدا کر دیا ہے اسے غنیمت سمجھو اور دُعاؤں، نوافل، جہادِ نفس اور پاک نمونہ سے بھاری تغیرات کو جو آسمان پر مقدّر ہیں قریب تر لے آؤ۔ یہ جُزوی رہبانیت اعتکاف میں بھی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حراء میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ہوشیارپور کے ایک دُور افتادہ کھنڈر میں خود موقعہ تلاش کر کے خلوت کی جگہ ڈھونڈی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ دونوں خلوتیں دُنیا میں کس عظیم الشان رُوحانی انتشار کا موجب بن گئیں۔

(۳)۔ "گزشتہ سال کے غیر معمولی حادثات اور قیامت خیز انقلاب میں بھی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا یہ ممتاز پہلو موجُود ہے کہ باوجود اس کے کہ جماعت کے بیشتر حصّہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ قادیان کے وہ خاص مقدّس مقامات جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے براہِ راست برکت حاصل کی...... وہ سب ابھی تک خُدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے قبضہ میں ہیں۔ اور آپ لوگوں کو اُن کی خدمت کا شرف حاصل ہُوا ہے...... مرکز میں بیٹھ کر مقدّس مقامات کی خدمت بجا (لانا)...... وہ خصوصیت ہے جو مشرقی پنجاب کے کسی اَور مقام کو حاصل نہیں ہُوئی۔"

(۴)۔ پَون سال سے پاکستان ہندوستان کا نوائے جانے کا سلسلہ بند ہے جس کے لئے انتہائی کوشش کے باوجُود کامیابی نہیں ہُوئی کہ جس سے درویشان کا تبادلہ ہو کر اُن کی عزیزوں سے ملاقات ہو سکے۔ اور یہ ملاقات رُکی ہوئی ہے "قادیان کے قیام...... (میں) انہیں وہ موقعہ حاصل ہے جو احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہنے والا ہے۔ اور انشاء اللہ اُن کی آئندہ نسلیں ان کی اس وقت کی خدمت کا قیامت تک فخر کے ساتھ ذکر کیا کریں گی...... حق یہ ہے کہ قادیان کے دوستوں کی طرف سے جس قسم کی للّٰہیت اور فدائیت اور رضاء و محبّت اور صبر و سکون

کے خطوط مجھے ہر روز پہنچتے رہتے ہیں۔ وہ میرے لئے باعثِ خوشی
ہی نہیں بلکہ حقیقتاً باعثِ فخر ہیں۔"

سیّدۃ النساء حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی پیغام کے لئے
درخواست کی گئی جس پر آپؓ نے مندرجہ ذیل پیغام بھجوایا:۔

"مَیں آپ سب کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھتی ہُوں۔ اور یقین رکھتی ہُوں کہ
آپ بھی مجھے اپنی دُعاؤں میں یاد رکھتے ہوں گے .... آپ
لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ فسادات اور غیر معمولی حالات کے
باوجود آپ کو خُدا تعالیٰ نے قادیان میں ٹھہرنے اور وہاں کے مقدّس
مقامات کو آباد رکھنے اور خدمت بجا لانے کی توفیق دے رکھی ہے
مَیں یقین رکھتی ہُوں کہ آپ لوگوں کی یہ خدمت خدا کے حضور مقبول ہوگی۔
اور احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے خاص یادگار رہے گی"۔

"آپ لوگ اس وقت ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں
جو خالصتاً رُوحانی ماحول کا رنگ رکھتا ہے۔ آپ کو یہ ایام خصوصیت
کے ساتھ دُعاؤں اور نوافل میں گزارنے چاہئیں۔ اور عملِ صالح اور باہم
اخوّت و اتحاد اور سلسلہ کے لئے قُربانی کا وہ نمونہ قائم کرنا چاہیئے
جو صحابہؓ کی یاد کو تازہ کرنے والا ہو۔ خُدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین"۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہُ نے اپنے تفصیلی ہدایت نامہ
اور بصیرت افروز پیغام میں جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ
(۱) جماعتیں بڑے صدمات میں سے گزرے بغیر کبھی بڑی نہیں بنتیں۔ اب ایسا
حادثہ پیش آیا ہے جو ایسے واقعات میں سے ہے جو قوموں کو بڑا بنایا کرتے ہیں۔ اب
آہستہ آہستہ امن قائم ہو رہا ہے۔ اور قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کا باہم تعلق
قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اور تبلیغ و اشاعت کا کام بھی ہاتھ میں لیا جا سکتا ہے۔
"گزشتہ ایام میں جو تباہی آئی، اس موقعہ پر قادیان کے اکثر احباب نے

نہایت عمدہ نمونہ دکھایا۔ اور قابلِ تعریف قربانی پیش کی۔ جس پر مَیں ہی
نہیں .... بلکہ دُنیا کے دُور دراز ملکوں کے لوگ بھی قادیان کے
لوگوں کی قُربانی کی تعریف کر رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے لوگ
اب قادیان کو صرف ایک مذہبی مرکز کے طور پر نہیں دیکھ رہے بلکہ
قُربانی کرنے والے، ایثار کرنے والے اور اس دُکھ بھری دُنیا کو اس
کے دکھوں سے نجات دینے کی کوشش کرنے والے لوگوں کا مرکز
سمجھ رہے ہیں .... گو احمدیہ جماعت کی اکثریت قادیان کو
چھوڑنے پر مجبور ہوئی ہے (اور) اب صرف چند سو احمدی قادیان میں
رہ گئے ہیں لیکن قادیان پہلے سے بھی زیادہ دُنیا کی توجہ کا مرکز ہوگیا
ہے۔ اور اس کی وجہ وہی قُربانی اور شاندار نمونہ ہے جو قادیان کے احمدیوں
نے پیش کیا اور آپ لوگ اس قُربانی کی مثال کو زندہ رکھنے والے ہیں۔
اور اس وجہ سے اِس معاملہ میں سب سے زیادہ مبارکباد کے مستحق ہیں"۔

(۲) ۔ اس چیز کو زندہ رکھنا ہی نہیں بلکہ اس کو پھیلانا اصل کام ہے۔ جیسے
نُور آسمان سے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل میں نازل ہُوا۔ آپؐ نے اور
صحابہؓ نے اسے پھیلایا۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں سلسلہ
احمدیہ کے کام کو شروع کیا۔ اُس وقت قادیان میں احمدیوں کی تعداد صرف دو تین تھی۔
اور قادیان سے باہر کوئی جماعت نہ تھی۔ لیکن اس وقت آپ لوگوں کی تعداد اور طاقت اُس
وقت سے بہت زیادہ ہے۔ اب ہندوستان میں بیسیوں مقامات پر جماعتیں
قائم ہیں۔ خود نئے عزم کے ساتھ کھڑے ہوں۔ دفاتر کو منظم کرنا، جن جماعتوں کے
عُہدہ دار جا چکے ہوں یا کام نہ کریں اُن کی جگہ نئے عُہدہ دار مقرر کرنا۔ تبلیغِ اسلام
کو ہندوستان بھر میں پھیلانے کے لئے اُن کی طاقتوں کو جمع کرنا، یہ آپ لوگوں کا
کام ہے۔ مرکزِ احمدیت کو مرکز کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے پیش کریں۔
"مرکز ایک بے انتہا جذبہ کا نام ہے جو اپنے ماحول پر چھا جانے

کاارادہ کرکے کھڑا ہو ۔ مرکز کا نام قرآن کریم میں ماں رکھا ہے ۔ اور ماں وہی ہوتی ہے جو اپنا خون پلاکر بچوں کو پالتی، بڑا کرتی اور جوان کرتی ہے پس قادیان مرکز اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کا دودھ تمام طالبانِ صداقت کو پیش کرے ۔ اُن کو پالے اور اُن کی پرورش کرے اور ان کو پروان چڑھائے ۔"

چھاپہ خانہ جاری کریں ۔ جب تک اس کا انتظام نہ ہو تب تک قلمی چٹھیاں بھجواتے رہیں ۔ مبلّغین اور قادیان میں موجود دیہاتی مبلّغین کو مختلف علاقوں میں پھیلائیں ۔ نئے واقفین لے کر تعلیم دے کر بھجوائیں ۔ ہندی سیکھنے اور ہندی زبان میں لٹریچر کی اشاعت کی طرف توجہ دیں ۔ تبلیغ مسلمانوں میں بھی کریں ۔ جلسہ سالانہ پر آنے والوں کے ساتھ پانچ مبلّغین کو یو۔پی میں کام کرنے کے لئے بھجوا دیا جائے ۔ بعد ازاں ہمیشہ یہ اصل یاد رکھیں کہ پہلے مبلّغوں کے قائم مقام قادیان بلوالیں پھر مبلّغوں کو باہر بھجوائیں تاکہ قادیان کی احمدی آبادی کم نہ ہو جائے ۔

(۳) قادیان میں احمدیوں کے آنے اور احمدیانِ قادیان کو بھارت میں پھرنے کی آزادی کرانے کی کوشش کریں ۔ تاکہ قادیان میں پھر زائرین آنے لگ جائیں ۔

(۴) آبادی کی زندگی کے لئے عورتوں اور بچوں کا ہونا ضروری ہے ۔ اِس لئے حکومت کے ساتھ متواتر خط و کتابت کرکے کوشش کریں کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ ساکنانِ قادیان کے بیوی بچے قادیان میں حفاظت کے ساتھ رہ سکیں ۔

(۵) قابلِ تعلیم نوجوانوں کے قادیان آنے پر فوراً ایک مدرسہ کی بنیاد رکھ دی جائے ۔ اور کوشش کریں کہ وہ ترقی کرتا جائے ۔

(۶) حکومت سے صدر انجمن احمدیہ اور انجمن تحریک جدید کی جائدادوں کا مطالبہ کیا جائے ۔ کیونکہ یہ انجمنیں قادیان میں موجود ہیں ۔ اور ہندوستان اور پاکستان کے احمدی اپنے اپنے ملک کی حکومت کے وفادار ہیں ۔

" فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔ اگر آپ (احمدیوں کے)

نیچھے پڑ جائیں گے تو یقیناً ایمان کی چنگاری پھر سُلگ اُٹھے گی ۔ سونے والے پھر بیدار ہو جائیں گے ۔ بلکہ مُردے بھی زندہ ہو جائیں گے .... (جماعتوں کو چٹھیاں لکھی جائیں جن میں) ایمان کو اُبھارنے یا زندگی کو قائم رکھنے، ہمت سے کام لینے اور خدا تعالیٰ کے اُن بے انتہا فضلوں میں حصہ لینے کی دعوت ہو ۔ جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا تھا ۔ طرح طرح سے اور بار بار جماعتوں کو ہلایا جائے جگایا جائے ۔ اور نہ صرف ہلایا اور جگایا جائے، بلکہ تبلیغ کرکے اپنے آپ کو وسیع کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے ....."

"خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اب خاموشی سے جھنڈے کو پکڑ کر کھڑے رہنے کا وقت گزر چکا ۔ وہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دُنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں ۔ اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی .... وہ عظیم الشّان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اُٹھائیں ۔ اور قادیان کے خاموش مرکز کو ایک زندہ مرکز میں تبدیل کر دیں ۔ ہندوستان یونین..... کی اصلاح اور اس کی نجات کوئی معمولی کام نہیں ۔ کسی زمانہ میں ساری دُنیا کی آبادی اتنی ہی تھی ۔ پس آج سے سینکڑوں سال پہلے ساری دُنیا کی اِصلاح کا کام جتنا اہم تھا، اتنا ہی آج ہندوستان کی اِصلاح کا کام اہم ہے ۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی کو بڑھا کر ایک سعی و عمل کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بنانے کی توفیق بخشی وہ بھی انسان تھے ۔ اور آپ بھی انسان ہیں .... إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ كَانَ أُمَّةً (النحل ع ۱۶) ابراہیم ایک اُمّت تھا ۔ جو لوگ خُدا پر نظر رکھتے ہوئے اس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں

وہ اپنے آپ کو فرد سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اُن میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اُمّت سمجھتا ہے۔ اور اُن میں سے بعض شخص تو اپنے آپ کو دُنیا سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اور دوسرے دوست بھی ...... آج سے اپنا نقطۂ نگاہ بدل دیں .... ہر شخص اپنے آپ کو اُمّت سمجھنے لگ جائے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح ..... بڑ کے چھوٹے سے بیج میں سے سینکڑوں آدمیوں کو سایہ دینے والا بڑ پیدا ہو جاتا ہے اِسی طرح وہ اُمّت بن کر رہے گا۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی نسلیں پھیلا دے گا ...... (ہندوستان میں انسانیت کو اور صُلح و آشتی کو قائم کرنے) پھر سے خُدا تعالیٰ کی محبّت اس کے دل میں پیدا (کرنے کا) ..... کام سوائے آپ لوگوں کے کوئی نہیں کر سکتا۔ عزم صمیم کے ساتھ اُٹھیں اور ہندوستان پر چھا جائیں۔ جس کا نتیجہ ضرور یہ نکلے گا کہ وہ لوگ جو آج احمدیّت کو بُغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ..... وہ اور اُن کی نسلیں آپ لوگوں کے ہاتھ چُومیں گی۔ آپ لوگوں کے لئے برکتیں مانگیں گی۔ اور دُعائیں دیں گی۔ کہ آپ لوگ اس ..... مُلک کو امن دینے والے اور صُلح و آشتی کی طرف لانے والے ثابت ہُوئے۔ احمدیّت ایک نُور ہے ...... صُلح کا پیغام ہے ...... احمدیّت امن کی آواز ہے۔ تُم اس نُور سے دُنیا کو منوّر کرو۔ تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بُلاؤ۔ تُم اس آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کر دو۔ خُدا تمہارے ساتھ ہو" [۱]

---

[۱] جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء وغیرہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "تاریخ احمدیّت" جلد سیزدہم۔ پیغامات مذکورہ وہاں خاکسار کی مرتبہ کتاب، مکتوبات اصحاب احمدؑ جلد اوّل سے درج ہوئے ہیں ؎

قادیانؔ سے غیر معمولی محبّت

ایامِ جلسہ سالانہ کے قریب آنے پر زیارتِ قادیان کا غیر معمولی جذبہ حضرت سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے قلبِ صافی میں موجزن ہوتا تھا۔ ۱۹۶۵ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آپ نے اوائل دسمبر میں ٹرین میں ریزرویشن کروا لی تھی۔ لیکن تاریخ روانگی سے چند دن پہلے سردی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں شدید تکلیف ہو گئی۔ سردی سے مرض کے بڑھ جانے کے خطرہ کے پیشِ نظر فیملی ڈاکٹر نے اس سفر کی اجازت نہ دی۔ ڈاکٹر کے یہ بات کہنے کی دیر تھی آپ نہایت بے قراری سے بچّوں کی طرح بلبلانے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ ڈاکٹر حیرت زدہ رہ گیا۔ کیونکہ مُدّتِ مدید سے خاندانی معالج ہونے کی وجہ سے وہ آپ کی طبیعت سے واقف تھا۔ اس نے بیقراری کی وجہ پوچھی تو مکرم میاں منیر احمد صاحب بانی نے بتایا کہ آپ کو سلسلہ احمدیہ اور مرکزِ احمدیّت قادیان سے والہانہ محبّت ہونے کی وجہ سے زیارت سے محرومی آپ کے لئے ناقابلِ برداشت ہو رہی ہے۔ جب دو تین سال بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کلکتہ میں تشریف آوری پر انہی ڈاکٹر صاحب سے اپنی آنکھوں کا معائنہ کروایا تو قادیان کے بارہ میں محترم سیٹھ صاحب کی عقیدت سے متاثر ہونے کے باعث وہ محترم صاحبزادہ صاحب سے بھی عقیدت مندانہ رنگ اور نہایت تعظیم و اکرام سے پیش آئے۔

زیارتِ قادیان کے سلسلہ میں بعض مواقع کا ذکر کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

(۱) جلسہ سالانہ خلافت جوبلی میں شمولیت اور قادیان میں مکان کا ریزرو لینا | میرے سسرال نے ۱۹۳۹ء

میں محلہ دارالرحمت قادیان میں ایک مکان خرید کر اس میں سکونت اختیار کی۔ اسی سال دسمبر میں خلافت جوبلی کے جلسہ سالانہ میں مجھے بھی مع اہل وعیال چنیوٹ سے آکر شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان دنوں قادیان میں مکان بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں شیخ فضل حق صاحب ریلوے گارڈ سے اُن کا محلہ دارالبرکات میں ایک کنال قطعہ زمین پر تعمیر شدہ مکان کا سودا بارہ ہزار روپے میں اس شرط کے ساتھ ہوا کہ اس بارے میں مَیں پکّی بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ سے مشورہ کرکے کروں گا۔ حضور رضؓ کراچی سے تشریف لائے تھے۔ اور حضور رضؓ نے مشورہ کے لئے جُمعہ کی صُبح کا وقت دیا۔ حضور رضؓ نے اس سَودے کو پسند فرمایا۔ اور ہم دارالعلوم والے کرایہ کے مکان سے یکم مئی کو اس خرید کردہ مکان میں منتقل ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔ اس سال اور آئندہ سال ہم دونوں بھائیوں نے مختلف محلّوں میں قطعاتِ اراضی خرید کئے۔ لیکن اس وقت کے مروّجہ دستور کے مطابق ابھی سرکاری طور پر رجسٹری نہ کروائے اس لئے تقسیمِ ملک کے وقت یہ سارے قطعات ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔

(۳) ایک بیٹے کی شادی کا اہتمام قادیان میں

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے محترم سیٹھ صاحب کے ایک بیٹے کی شادی کی تقریب کے سلسلہ میں ذیل کا مضمون رقم فرمایا:-

"محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم شریف احمد صاحب کا رشتہ عزیزہ فرزانہ تسنیم (صاحبہ) ہمشیرہ مکرم رشید الدین صاحب ابن میاں مبارک دین صاحب مرحوم ملتان شہر سے طے پایا۔ خاکسار جب گذشتہ سال ماہ ستمبر میں کلکتہ دورہ پر گیا تھا تو سیٹھ صاحب نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ مَیں اپنے بچے کی شادی قادیان میں کرنی چاہتا ہوں۔"

"محترم سیٹھ صاحب یہ شادی کلکتہ، اسی طرح چنیوٹ میں بھی کرسکتے تھے۔ لیکن آپ نے صرف اسی جذبہ کے تحت کہ ایک تو یہ شادی قادیان کی مقدس بستی

میں ہو تو بہت مبارک ہوگی اور دوسرے اپنے درویش بھائیوں اور بہنوں اور عزیزوں کے درمیان جن کا ہمیشہ آپ بہت خیال فرماتے ہیں، اس تقریب کو منعقد کرنا پسند فرماتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ محترم سیٹھ صاحب کو قادیان میں یہ شادی کرکے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی۔ اور درویش احباب بھی اس خوشی میں پوری طرح شریک ہوئے۔"

"چنانچہ اس سلسلہ میں ضروری اُمور کی تکمیل کے بعد پاکستان سے لڑکی والوں کا قافلہ جو چھ افراد پر مشتمل تھا، میاں رشید الدین صاحب ابن مبارک دین صاحب مرحوم کے ساتھ اور کلکتہ سے اُنتیس افراد کا قافلہ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب کے ساتھ مورخہ ۱۶/۳/۶۳ کو قادیان وارد ہوا۔ اور مورخہ ۲۱/۳/۶۳ بروز اتوار محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے بعد نمازِ عصر مسجد اقصیٰ میں قریباً تمام درویشان مرد و زن کی موجودگی میں عزیز شریف احمد صاحب بانی کا اعلانِ نکاح عزیزہ فرزانہ تسنیم (صاحبہ) کے ساتھ کیا۔ حق مہر مبلغ پانچ ہزار روپے باندھا گیا۔"

"محترم مولوی صاحب نے آیاتِ مسنونہ کی تلاوت کے بعد ان کی حسبِ موقعہ تشریح کرتے ہوئے میاں بیوی کے تعلقات، اُن کے فرائض اور ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ اسلام نے نکاح کو ایک مقدس عہد قرار دیا ہے۔ جس کو تاحیات حُسن وخوبی سے نباہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آخر میں ایک لمبی پُرسوز اجتماعی دُعا ہوئی۔ بعدہٗ تمام درویشان نے باری باری محترم سیٹھ صاحب کو نکاح کی مبارکباد دی۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر طرح بابرکت کرے اور مثمرِ ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین۔"

"اگلے روز ..... ۲۲/۳/۶۳ بعد نمازِ عصر رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی جس میں ہر دو خاندانوں کی طرف سے جملہ درویش مرد، عورتوں اور بچّوں کو اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ درویشانِ کرام کا ایک حصہ خاکسار کے ساتھ براتیوں میں شامل ہوا۔ جبکہ باقی دوستوں نے محترم مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل

کی معیت میں لڑکی والوں کے ساتھ مل کر برات کا استقبال کیا۔ محترم سیٹھ صاحب کا قیام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدّظلہ العالی کے مردانہ حصّۂ مکان میں رہا۔ اس جگہ سے بعد نمازِ عصر وقتِ مقررہ پر برات کا روانہ ہونا قرار پایا۔ چنانچہ برات میں شامل احباب بڑے ذوق شوق سے جمع ہوئے۔ روانگی سے قبل مکرم حافظ عبدالرحمٰن صاحب درویش نے تلاوتِ قرآن کریم کی۔ مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر درویش نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام "محمود کی آمین" سے حسبِ موقعہ چند دُعائیہ اشعار خوش الحانی سے سُنائے۔ بعدہٗ خاکسار نے دُعا کی اہمیت اور رُوحانی نقطۂ نگاہ سے اس کی قدر و منزلت پر مختصر تقریر کی۔ اور پھر اجتماعی دُعا ہوئی۔"

"بعد دُعا محترم سیٹھ صاحب کی معیت میں دولہا کو لے کر ساڑھے پانچ بجے کے قریب برات روانہ ہوئی۔ جو تحریکِ جدید کے پُرانے دفتر والی گلی سے احمدیہ چوک سے ہو کر مسجد مبارک کے بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ مکرم میاں رشید الدین صاحب آف مُلتان اور محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے درویشان کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مسجد مُبارک کے بڑے گیٹ پر برات کا استقبال کیا۔ محترم سیٹھ صاحب اور اُن کے بیٹے میاں شریف احمد صاحب بانی (دولہا میاں) اور برات کے دیگر سرکردہ افراد کو پھُولوں کے ہار پہنائے۔ اور بڑے تپاک سے برات کو مسجد مبارک میں لے جایا گیا۔ جہاں شادی کی محفل کے انعقاد کا انتظام کیا گیا تھا۔"

"اس پُرمسرّت محفل کا بھی قرآن کریم کی تلاوت سے آغاز ہُوا۔ جو مکرم حافظ الدین صاحب نے کی۔ مکرم حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام "حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی" سے ایک لمبا حصّہ جو حمدِ باری تعالیٰ اور پُر درد دُعاؤں پر مشتمل ہے خوش الحانی سے سُنایا۔ دُوسرے نمبر پہ مکرم یُونس احمد صاحب اسلم نے بھی حسبِ موقعہ ایک اچھی نظم پڑھ کر سُنائی۔"

"...... (بعدہٗ) خاکسار نے بتایا کہ محترم سیٹھ صاحب نے کس طرح اس پُرمسرّت

تقریب کو درویشانِ کرام کے اندر قادیان کی مقدّس بستی میں منانے کی خواہش کی۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کے سامان کر دیئے۔ پھر محترم سیٹھ صاحب کی سلسلہ اور درویشان سے خلوص محبت کا نتیجہ ہے کہ آج شادی کی یہ تقریب ایسی جگہ منائی جا رہی ہے جس کی نسبت الہامی بشارت مُبَارِکٌ وَّمُبَارَکٌ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَکٍ یُّجْعَلُ فِیْہِ۔ اور یہ پہلی شادی کی تقریب ہے جو مسجد مبارک میں اس طرح پر منائی گئی۔ خدا تعالیٰ اس کو ہر رنگ میں بابرکت کرے۔ اور اس عقد کے نتیجہ میں ایک نیک اور خادمِ دین نسل چلائے۔ اور سیٹھ صاحب کے گھر کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے بھر دے۔

"دُوسرے نمبر پر محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے تقریر فرمائی جس میں آپ نے میاں رشید الدین صاحب آف مُلتان کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے احباب کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ اگرچہ جانبین نے اپنے اصل مقامات سے دُور قادیان میں آکر شادی کی تقریب منائی ہے، لیکن رُوحانی پہلو سے یہ چیز ان کے لئے دلی تسکین اور راحت کا سبب ہو گئی ہے۔ بالآخر احباب میں اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کی تحریک فرمائی۔ پھر ایک لمبی پُرسوز اجتماعی دُعا کی گئی۔"

"میاں رشید الدین صاحب آف ملتان (حضرت) سیّدہ اُمّ متین صاحبہ والے مکان میں ٹھہرائے گئے تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے رُخصتانہ کی تقریب الدّار میں مخصوص طور پر حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالائی صحن میں منائی گئی۔ وہیں دُلہن کو بٹھایا گیا۔ اور مقامی مستورات جمع ہوئیں۔ اور اسی جگہ سے خلوص اور محبت کے ساتھ بچی کو رُخصت کیا گیا۔ دُلہن کو ڈولی میں بٹھا کر دولہا کی قیام گاہ (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدّظلہ العالی کے مردانہ حصّۂ مکان) تک لے جایا گیا۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔"

"شادی کے اگلے روز مورخہ ۲۳ [illegible] کو محترم سیٹھ صاحب نے اپنے بیٹے کی طرف سے ولیمہ کی دعوت دی جس میں بلا استثناء قادیان کی تمام احمدی آبادی نیز باہر سے آئے ہوئے مہمان یا دُوسرے مسلمان احباب مدعو تھے۔ علاوہ ازیں بیسیوں غیر مسلم معززینِ شہر نے بھی شرکت کی۔ چونکہ ایک جگہ بٹھا کر ان تمام افراد کے کھانے کا انتظام ممکن نہ تھا

اس لئے مستورات اور بچوں کا کھانا نہایت وقار اور تنظیم کے ساتھ اُن کے گھروں میں پہنچایا گیا۔ اور مردوں کو نصرت گرلز سکول کے صحن میں بعد نمازِ مغرب کھانا کھلایا گیا۔ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت بنائے۔ اور اس سے نیک اور خادمِ دین نسل چلائے آمین۔"

"محترم سیٹھ صاحب موصوف نے اس خوشی کے موقعہ پر وسیع پیمانے پر دعوتِ ولیمہ کے علاوہ اپنی برادری کے رواج کے مطابق تمام درویش بھائیوں اور بہنوں کو اپنا رُوحانی رشتہ دار سمجھتے ہوئے اُن کی خدمت میں پارچات کا تحفہ پیش کیا۔ نیز تمام گھروں میں مٹھائی بھی تقسیم فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔"

"محترم سیٹھ صاحب موصوف نے مجھ سے اپنے بچے کی شادی کے سلسلہ میں انتظام کرنے کی بھی خواہش فرمائی تھی اور باوجود اس کے کہ مجھے ان ایام میں ربوہ جانا بھی ضروری تھا مَیں اس شادی کے اختتام تک اس غرض کے لئے قادیان میں رُکا رہا۔ اس سلسلہ میں جملہ انتظامات سرانجام دینے میں میرے ساتھ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل، مکرم چوہدری فیض احمد صاحب اور مکرم حکیم بدرالدین صاحب عامل نے ہفتہ عشرہ تک کافی وقت صرف کر کے بلکہ بعض ایام میں سارا سارا دن لگا کر متعلقہ کاموں کی وقت سے پہلے تکمیل کر دی۔ مکرم مولوی برکات احمد صاحب نے اپنا رہائشی مکان (یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا مردانہ حصۂ مکان) محترم سیٹھ صاحب کی سہولت کی خاطر بخوشی خالی کر دیا۔ مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز نے بھی مختلف انتظامی معاملات میں مخلصانہ تعاون دیا۔ نیز اوّل الذکر ہر سہ احباب کے علاوہ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ماسٹر، مستری محمد حسین صاحب چوہدری عبدالقدیر صاحب، بورڈران مدرسہ احمدیہ اور درویشان میں سے ان تمام احباب (نے) جنہیں مختلف کام سپرد کئے گئے تھے، مجھ سے پُورا تعاون کیا۔ اور بڑی عمدگی سے اپنے مفوضہ کاموں کو سرانجام دیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قریباً اکثر درویشان نے کسی نہ کسی رنگ میں اس تقریب کو کامیاب بنانے میں حصّہ لیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ یہ شادی کسی غیر کی نہیں بلکہ اپنے عزیز اور رُوحانی رشتہ دار کی تھی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔"

"محترم سیٹھ صاحب موصوف نے اِس خوشی کی تقریب میں مبلغ سات صد رُوپے اخبار بدر کے پرچوں کے لئے عنایت فرمائے ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ اس میں سے پچاس پرچے ان کی طرف سے مختلف لائبریریوں اور زیرِ تبلیغ غیر از جماعت افراد وغیرہ کے نام سال بھر کے لئے جاری کر دیئے جائیں۔ اور ایک سَو پرچے ایسے افراد کے نام جاری کئے جائیں جو اخبار کی پُوری قیمت یعنی سات رُوپے سالانہ چندہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، ایسے افراد سے نصف قیمت وصُول کر کے اور نصف قیمت محترم سیٹھ صاحب کی طرف سے ادا کر کے ایک سو پرچے جاری کر دیئے جائیں۔ خُدا تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبُول فرمائے۔ آمین۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔"[1]

شُکریۂ احباب

محترم سیٹھ صاحب کی طرف سے اس عنوان کے تحت ذیل کا نوٹ شائع ہُوا:۔

"اپنے تیسرے بیٹے عزیز شریف احمد کی شادی کی تقریب کے انتظامات کے سلسلہ میں میرے دل میں یہ تحریک ہوئی کہ کیوں نہ ہم یہ تقریب قادیان کی مقدس بستی میں سرانجام دیں۔ چنانچہ مَیں نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے کیا۔ اور آپ نے مجھے پُوری طرح اطمینان دلایا کہ درویشانِ قادیان تمام ضروری انتظامات کر دیں گے۔ چنانچہ خاکسار نے اس کے مطابق شادی کی تاریخیں مقرر کر کے اپنے رشتہ داروں اور احباب کو دعوت نامے بھجوا دیئے۔ اور خود مع افرادِ خاندان...... قادیان پہنچ گیا۔ مجھے کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ ہم گھر سے باہر یہ شادی کر رہے ہیں اس لئے ممکن ہے (کہ) انتظامات میں کوئی کمی رہ جائے۔ لیکن قادیان آکر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی زیرِ نگرانی و ہدایات جو عمدہ رنگ کا اور مکمل انتظامات ہمارے قیام و طعام، تقریبِ نکاح و رُخصتانہ اور دعوتِ ولیمہ کا کیا گیا اور ہمارے درویش بھائیوں اور بہنوں اور عزیزوں نے

---

[1] بدر ۲۵ر اپریل ۱۹۶۳ء زیرِ عنوان "ایک مخلص دوست کے بیٹے کی قادیان میں شادی کی تقریب"

جس للّٰہی محبت و اخلاص کا مظاہرہ کیا اس کو دیکھ کر میں اپنے پاس وہ الفاظ نہیں پاتا جن میں شکریہ ادا کر سکوں۔ یہ خدا تعالیٰ کا بیحد فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیشہ کی طرح میرے سب کام اب بھی خود بنائے اور یہ تقریب بہت عمدگی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

میں اس اعلان کے ذریعہ اپنے تمام درویش بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں کا اپنی طرف سے اور اپنی بیوی بچوں اور تمام رشتہ داروں کی طرف سے دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل و کرم ان سب پر نازل فرمائے۔ اور احمدیت کی برکت سے جو باہمی روحانی رشتہ داری کا تعلق ہم میں قائم ہوا ہے اسے ہمیشہ استوار رکھے۔ آمین"۔[۱]

(۳) شرکت جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء

قادیان میں جماعت احمدیہ کا چوہتّرواں جلسہ سالانہ ۱۱ تا ۱۳ دسمبر ۱۹۶۵ء منعقد ہوا۔ اس سال ہند و پاک میں جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ سیاسی پیچیدگیوں کے باعث پاکستان سے احباب جلسہ میں شمولیت کے لئے حسبِ سابق نہیں آ سکے تھے۔ لیکن ہندوستان کے دُور دراز علاقوں سے شمعِ احمدیت کے پروانے اپنی تمام ضروریات اور مجبوریوں کو بالائے طاق رکھ کر اس رُوح پرور اجتماع میں شرکت کے لئے گزشتہ سالوں کی نسبت دوچند تعداد میں شریک ہوئے۔ چنانچہ صرف حیدرآباد اور یادگیری سے اڑھائی سَو سے زیادہ افراد تشریف لائے۔

اوّلین اجلاس کے صدر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ نے لوائے احمدیت لہرایا۔ اس وقت کی دُعاؤں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وغیرہ سے ایک نہایت رقت انگیز اور رُوح پرور فضا رُونما ہوئی۔ جب لوائے احمدیت لہرانے لگا

---

[۱] ایضاً بدر ۲۳/۱۲ ص ۲۵۔ زیرِ "اخبار احمدیہ" بدر ۱۸ اپریل میں بیٹے کی شادی کے لئے محترم سیٹھ صاحب کی مع اہل و عیال و اقارب قادیان تشریف آوری کا ذکر ہے۔ اور اشاعت ۲۵ اپریل میں شادی کی تقریب سعید منانے اور دعوتِ ولیمہ کیا جانے کا اندراج ہے۔ اور ۲ مئی کے پرچہ میں کلکتہ کو مراجعت درج ہوئی ہے ۞

تو نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ بعد ازاں صاحب صدر نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایمان افروز پیغام سنایا جو بذریعہ برقیہ احمدیہ مشن رنگون (برما) کی معرفت موصول ہوا تھا۔

ایک اجلاس میں نظارت اُمورِ عامہ کی طرف سے ایک اہم قرارداد پیش ہوئی جس کی تائید بشمول محترم سیٹھ صاحب نمائندہ کلکتہ متعدد جماعتوں کے نمائندگان نے کی۔ اور وہ متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ ایک اجلاس میں اعلانات میں ایک اعلان ہفت روزہ بدر کی اشاعت کی تلقین کے بارے میں تھا جس پر محترم سیٹھ صاحب نے اپنی طرف سے ایک سو پرچے ایک سال کے لئے اور دیگر آٹھ احباب نے مجموعی پچاس پرچے جاری کرانے کی پیشکش کی۔ (اس وقت سالانہ زرِ مبادلہ سات روپے تھا)

تیسرے روز کا پہلا اجلاس محترم سیٹھ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس دوران ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ:-

"خدا تعالیٰ نے مجھے ۱۹۱۸ء میں یہ توفیق عطا فرمائی تھی کہ میں احمدیت کی غلامی میں آجاؤں۔ اس وقت سے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ خصوصاً دُرِّثمین ہمیشہ میرے زیرِ مطالعہ رہی ہے۔ اس کا مندرجہ ذیل شعر میری سمجھ میں اب تک نہیں آیا تھا ؎

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مامور من اللہ تھے اور اس زمانہ میں بطور مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔ اس صورت میں مذکورہ شعر کا مفہوم میری سمجھ سے بالا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے اس کی یہ تفہیم ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کو خواہ وہ کتنے بھی نالائق کیوں نہ ہوں، اپنی درگاہ میں جگہ دیتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی

خُدا تعالیٰ نے اس پاک و مقدس جلسہ کی صدارت دے کر اس بات کی تصدیق فرمائی ہے "

آخری اجلاس، شبینہ اجلاس تھا جو مسجد اقصیٰ میں زیرِ صدارت حضرت مولانا بی۔ عبداللہ صاحب فاضل مالاباری مبلغ انچارج کیرالہ سٹیٹ منعقد ہوا۔ اس میں اختتامی خطاب میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ نے جماعتِ احمدیہ کی غیر معمولی تائیداتِ الٰہیّہ کے بعض رُوح پرور اور ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ اور پھر ایک لمبی اور پُرسوز اجتماعی دُعا کروائی۔

اِس جلسہ سالانہ کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام درج ذیل ہے:-

" اَے ارضِ پاک کے رہنے والو۔ اور اَے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مشتاق زائرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خُدا کرے آپ ہمیشہ فرشتوں کی حفاظت میں رہیں۔ اور خُدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا فضل ہمیشہ آپ پر ایک ٹھنڈے اور محافظ سایہ کی طرح قائم رہے۔ خدا تعالیٰ آپ تمام کو نیک اور دُوسروں کے لئے قابلِ تقلید اعلیٰ نمونہ بنائے۔ خُدا کرے آپ کے دِل ایسے بن جائیں کہ اُن سے ہمیشہ رُوحانی شعاعیں پھُوٹتی رہیں۔ اور خُدا تعالیٰ آپ کو ایسی دلکشی اور حُسن عطا کرے کہ ساری دُنیا آپ کی طرف کھنچتی چلی آئے۔ خدا کرے آپ ہمیشہ مکمل امن اور اِتحاد کے ساتھ رہیں۔ اور آپ کے دِلوں میں انسانیت کے لئے ہمدردی، بہبود اور پُرخلوص خدمت کا جذبہ موجزن رہے۔ تاکہ دُنیا آپ کی ہمیشہ ممنون اور شُکرگزار رہے۔ اللہ کرے آپ کو رحیم و کریم خُدا کے دروازے کے سوا کسی اَور کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

آپ ہمیشہ ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ خُدا تعالیٰ

آپ تمام کے ساتھ ہو۔ آمین "[1]

شرکت جلسہ سالانہ ۱۹۶۶ء

دونوں میاں بیوی نے اس میں شرکت کی۔ اور ایک ایک اجلاس کی صَدارت کی۔[2]

(۴) شرکت جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء

ماہ دسمبر ۱۹۶۷ء میں رمضان المبارک ہونے کی وجہ سے چھہتّرواں جلسہ سالانہ قادیان ۲۴ر تا ۲۶ر نومبر منعقد ہُوا۔ مُلکِ ہند کے اندرون سے احباب کی تشریف آوری کے علاوہ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ سابق امام مسجد لندن کی زیرِ قیادت، ایک سَو کے قریب احباب پاکستان سے بھی تشریف لائے۔ جن میں غیر ممالک میں فریضۂ جہاد سرانجام دینے والے مکرم مولانا محمد صادق صاحب سابق مجاہد سماٹرا و ملایا و مکرم مولانا امام الدین صاحب سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا اور مکرم مولانا رشید احمد صاحب چغتائی سابق مُبلغ بلادِ عربیہ وغیرہم بھی شامل تھے۔ نیز جزائر فجی کے دُور دراز علاقہ سے محض جلسہ سالانہ قادیان و ربوہ میں شمولیت و زیارتِ مقاماتِ مقدسہ کی خاطر صعُوبتیں اور اخراجات برداشت کر کے مکرم محمد عبداللطیف صاحب مع اہلیہ محترمہ بھی وارد ہوئے۔

اوّلین اجلاس کے صَدر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل (امیر مقامی قادیان) نے لوائے احمدیت لہرایا۔ پہلے روز کا شبینہ اجلاس مسجد اقصیٰ میں زیرِ صدارت محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی منعقد ہُوا۔[3] دو دنوں کی کارروائی کا کچھ حصہ جالندھر ریڈیو کی طرف سے ریکارڈ ہو کر بعد میں دو دن وہاں سے نشر کیا گیا۔

اوّلین اجلاس میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان نے

---

[1] بدر ۲۳ر دسمبر ۱۹۶۵ء - یہ پیغام تبرک کے علاوہ اس لئے بھی درج کیا گیا ہے کہ محترم سیٹھ صاحب بھی اس کے مخاطبین میں سے تھے۔

[2] سیٹھ صاحب کی صدارت ایک اجلاس بدر ۱۵/۱۲/۶۶ صفحہ ۱۳ کالم ۲ و ۴ر دسمبر ۱۹۶۷ء (صفحہ ۹ کالم ۱) و الفضل ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۶ء (صفحہ ۵)۔

[3] اس اجلاس میں خاکسار مؤلف کی تقریر بھی "ذکرِ حبیبؑ" پر ہوئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا رُوح پرور پیغام سُنایا جس کا ایک حصّہ یہ ہے کہ :-

"اے میرے عزیزو میرے پیارو جو آج قادیان کی مقدّس بستی میں جمع ہوئے ہو اللہ تعالیٰ آپ کو (اور ہم جُملہ احمدیوں کو) ہمیشہ صحیح اعتقاد پر قائم رکھے ۔ اور ایسے صالح اعمال کی توفیق دیتا چلا جائے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو تا آپ اس کی نگاہ میں "مَنْ فِي السَّدَادِ" کے مقدّس گروہ میں شامل ہوں ۔ اور آپ کو اپنی حفاظت میں لے لے اور لئے رکھے ۔ آپ کی مدد اور نُصرت کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوں ۔ آج دُنیا آپ کو پہچانتی نہیں ۔ اور نہ آپ کی قدر کرتی ہے اللہ کرے میرے اللہ کی نگاہ میں آپ عزت اور محبّت کا مقام پائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہر دُکھ اور تکلیف سے محفوظ رکھے ۔ ہر رنج اور غم سے بچائے رکھے ۔ آپ کی سب پریشانیاں دُور فرمائے ۔ دِل کا سکون اور رُوح کا اطمینان عطا کرے ۔ قناعت اور ایثار کی خنکی سے آپ کے دِل ہمیشہ ٹھنڈک اور سُرور حاصل کرتے رہیں ۔ نورالسّمٰوات والارض کے نُور کی چادریں آپ ہمیشہ لپیٹے رہیں ۔ اور اس کی رضاء کی جنّتوں میں آپ پرورش پائیں ۔ اِس دُنیا میں بھی اور اُس دُنیا میں بھی ۔ آمین "۔

"محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ...... (کے) ایک عظیم رُوحانی فرزند مسیح موعود و مہدیٔ معہود ...... کے طفیل ...... اِسلام ایک دفعہ پھر دُنیا پر چھا جائے گا ...... اِسلام کے حُسن کے جلوے تو وہ دَلائلِ قاطعہ اور براہینِ ساطعہ ہیں اور وہ حسین تعلیم ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آپ کی جھولیاں بھر دی ہیں ...... ان ...... کی برکات سے فائدہ اُٹھانے کی خود بھی کوشش کریں اور اپنی

نسلوں کو بھی اِس حُسن کا عاشقِ حقیقی اور اس رُوحانی سُرور کا دِلدادہ بنانے میں ہر ممکن سعی کریں ۔

اسلام کے احسان کے جلوے وہ اعمال ہیں جو قرآنی تعلیم کے مطابق آپ (مخلوق) کی بہبود کے لئے اور اس کی ہمدردی میں بجا لاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیرِ اُمّت بنایا ہے ...... (آپ) ہر ایک سے حُسنِ سلوک کریں ۔ خندہ پیشانی سے پیش آئیں ...... دُنیا آپ کی دشمن ہو تو ہو، آپ کسی کے دُشمن نہیں، نہ کسی سے آپ کو عداوت ۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا محمّدی اُسوہ اپنے سامنے رکھیں ۔ اور اپنے دن اور اپنی راتیں اور اپنی زندگی ہر گھڑی اپنے ربّ کے لئے دُنیا کے دِل جیتنے میں خرچ کریں ......

اگر ہم ...... حقیقی طور پہ دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے والے بن جائیں اگر ہم واقعہ میں اور سچّے طور پہ دُنیا کے خادم ٹھہریں اور اگر ہماری عملی زندگی میں دُنیا فی الحقیقت اسلام کے احسان کے جلووں کو موجزن پائے اور دیکھے ۔ اگر اور جب حقیقۃً ایسا ہو جائے تب ہی تو دُنیا اپنے ربّ کو پہچان سکتی ہے ......

پس اُٹھو اور بیدار ہو جاؤ ۔ سُستیاں ترک کرو اور کمرِ ہمّت کس لو ۔ اور اپنی دُعاؤں، اپنے علم، اپنے عمل، اپنے حُسنِ سلوک اور اپنی ہمدردی اور غمخواری سے دُنیا پر اسلام کے حُسن اور اس کے احسان کے جلوے ظاہر کرو ۔ اور دُنیا کے دِل اپنے ربِّ کریم کے لئے جیت لو اور اپنے ربّ کے محبوب بن جاؤ ۔

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَبِهِ التَّوْفِيْقُ ۔ فقط

آپ سے بے حد محبّت اور پیار کرنے والا

خاکسار :

آپ کی دُعاؤں کا بھوکا

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث" ؎

قلمی خدمات

آپ کی بعض رشحاتِ قلم کو ان کی افادیت اور آپ کے اَدبی ذوق کے اظہار کے لئے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) روزہ | "روزہ ـــ مذاہبِ عالم کا ایک مشترکہ اثاثہ ہے" "کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ میں دلچسپ ریمارکس" کے عنوانات کے تحت آپ کا ذیل کا مختصر لیکن مفید اور جامع و مانع مضمون شائع ہُوا تھا:۔

قریباً تیس سال قبل متحدہ بنگال میں ڈھاکہ کے ایک کالج سے ملحقہ مُسلم ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ نے رمضان شریف کی آمد سے دو ہفتہ قبل نوٹس بورڈ پر یہ اعلان کیا کہ

"رمضان شریف کے مہینہ میں ہوسٹل کا کھانے کا کمرہ دن کے وقت بند رہے گا۔ اور طلباء کو کھانا بجائے دوپہر اور رات کے سحری اور شام کے وقت ملا کرے گا"

اس پر بی۔اے کے ایک طالب علم اصغر علی نے سپرنٹنڈنٹ کو لکھا کہ چونکہ مَیں روزہ رکھنے کا قائل نہیں اس لئے ہوسٹل کے قواعد کے ماتحت مجھے حسبِ معمول دوپہر اور رات کے وقت کھانا مُہیّا کیا جائے اور کھانے کا کمرہ دن کے وقت بند

؎ "بدر" ۷ دسمبر ۱۹۶۷ء ۔ خواتین کا جلسہ سالانہ قادیان کا اجلاس ۲۵ نومبر کو زیرِ صدارت محترمہ بیگم صاحبہ جناب بانی صاحب منعقد ہُوا۔ (بدر ۱۴ دسمبر صفحہ ۹ کالم ۱)

نہ کیا جائے۔ اس درخواست کے نامنظور ہونے پر اصغر علی نے ایس۔ڈی۔او ڈھاکہ کی عدالت میں درخواست کی جس میں مذکورہ مطالبات پیش کئے۔ ایس۔ڈی۔او نے اس درخواست کو منظور کرتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ کے نام حکم امتناعی جاری کر دیا۔ اس حکم کے خلاف ڈسٹرکٹ جج ڈھاکہ کی عدالت میں اپیل کی گئی جہاں سے حکم امتناعی منسوخ ہو کر سپرنٹنڈنٹ کی ہدایات کو بحال کیا گیا۔

اس فیصلہ کے خلاف اصغر علی نے کلکتہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی ...... اپیل کی سماعت ایک ہندو جج مسٹر جسٹس سی۔سی۔گھوش کی عدالت میں ۲۹ رمضان کو ہُوئی۔ اصغر علی کے وکیل نے بحث میں دو امور پر زور دیا۔ (۱) مذہبی آزادی کے پیشِ نظر کسی کو یہ حق نہیں کہ مذہبی احکام کی تعمیل پر مجبور کرے۔ (۲) ہوسٹل نے جن قواعد و ضوابط کے ماتحت اپیل کنندہ سے رہائش و خوراک کی فیس لی ہُوئی ہے اس کے مطابق سپرنٹنڈنٹ کو کھانے کا کمرہ بند کرنے یا کھانے کے اوقات تبدیل کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کے جواب میں ہوسٹل والوں نے پیش کیا کہ بسا اوقات ہوسٹل کی مرمت یا دیگر ضروریات کے لئے مختلف کمرے بند کئے جاتے رہے ہیں اور موسم گرما و سرما میں کھانے کے اوقات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

فاضل جج نے وکلاء کی بحث سُن کر فیصلہ دیتے ہُوئے فرمایا کہ جہاں تک کمرہ کو بند کرنے یا اوقات میں تبدیلی کا سوال ہے، میں سپرنٹنڈنٹ کو حق بجانب قرار دیتا ہوں۔ درخواست کے مذہبی پہلو کے متعلق فرمایا کہ روزہ رکھنے کا حکم اسلام کے علاوہ دُنیا کے قریباً تمام مذاہب میں بھی کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔ اگر کسی مذہب میں ایسا حکم نہیں تو اسے اسلام کے اس زرّیں حکم پر رشک کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا (کہ) مجھے اُن والدین سے گہری ہمدردی ہے جن کے ہاں اپیل کنندہ جیسی نالائق اولاد موجود ہے۔ اور آخر پر اصغر علی کے وکیل سے فرمایا کہ تمہارے مؤکل نے اپنا بھی اور ہوسٹل والوں کا بھی قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔ لیکن چونکہ بہت دوڑ دھوپ کی ہے اس لئے تُم اسے یہ خوشخبری پہنچا دو کہ جس طرح وہ چاہتا ہے اسی طرح کل اُسے کھانا دیا جائے گا

تکمیل تک پہنچائے گا۔ خواہ کافر کو یہ بات ناپسند ہی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش اور زیادہ وسیع پیمانے پر ہوئی۔ ۱۹۷۴ء کے بعد اسلام کے چودہ سو سالوں میں اوّلین مساجد کینیڈا۔ سویڈن اور ناروے میں قائم کرنے اور سپین میں اسلامی حکومت کے اختتام کے قریباً ساڑھے سات صد سال کے بعد وہاں اوّلین مسجد کی بنیاد رکھنے کی توفیق جماعت نے پائی ہے۔ اس دسیع ترقی کے مختصر ذکر کے لئے بھی دراصل طویل بیان چاہیئے۔ جو لوٹ مار ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف اس کی تلافی ہوئی بلکہ جماعت کے اموال میں پہلے سے بھی زیادہ برکت عطا ہوئی۔ جس پر انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ان کو وسعت قلبی اور انشراح عطا ہوا۔ صد سالہ جوبلی فنڈ کے لئے جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اڑھائی کروڑ کی تحریک فرمائی تھی۔ لیکن جماعت نے اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بارہ کروڑ روپے کے وعدے کئے جو معمول کے مطابق ماہوار چندوں کے علاوہ ہیں۔ جماعت احمدیہ ان بعد کے چند سالوں میں اخلاص، انفاق، تعداد غرضیکہ ہر لحاظ سے کہیں کی کہیں پہنچ گئی ہے۔ جماعت کے استیصال کرنے والوں کا خود استیصال ہوا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔

(۳) امام مہدی کی جماعت کو "دعوتِ اسلام" حقیقت کے آئینہ میں

پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو اپنے آئین میں ایک فوری ترمیم کرکے تقاضائے قانون کے تحت جماعت احمدیہ کو "ناٹ مسلم" قرار دیا جبکہ اس سے قبل اسی سال کے اپریل میں رابطۂ عالم اسلامی کی طرف سے جماعت احمدیہ کے بارہ میں اسی نوع کی قرار دادیں منظور کی جا چکی تھیں۔ ایک ایڈووکیٹ نے اخبار "جنگ" کراچی میں بخیالِ خود حضرت امام جماعت احمدیہ کو "اسلام لانے کا دعوت نامہ" شائع کیا۔ سیٹھ صاحب نے انہی دنوں ذیل کا مفصل جواب تحریر کیا تھا۔ لیکن آپ کی علالت کی وجہ سے ارسال نہیں کیا جا سکا تھا۔ یہ مراسلہ اپنے پختہ دلائل اور حقائق

کے لحاظ سے تازہ بتازہ اور حق پسند افراد کو دعوتِ غور و فکر دینے والا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

کراچی فی رمضان المبارک۔ ستمبر ۲۴؍ ۱۹۷۴ء

مکرم السید ایم۔ ڈی۔ طاہر صاحب ایڈووکیٹ دام عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض ہے کہ اخبار "جنگ" کراچی کی ۲۲؍ ماہ حال کی اشاعت میں میں نے آپ کی طرف سے احمدیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد صاحب کو اسلام لانے کا دعوت نامہ پڑھا ہے جسے پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے ایسا کرکے اسلامی جذبہ اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو اس نیکی کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور چار دانگِ عالم میں اسلام کا بول بالا فرمائے۔

چونکہ اس دعوت میں آپ نے مرزا ناصر احمد صاحب کے مُریدوں کا بھی ذکر کیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس بارہ میں آپ سے چند متعلقہ اُمور کی وضاحت کی درخواست کروں۔ کیونکہ مجھے بھی اُن کی جماعت میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔

غالباً ۱۹۱۹ء میں مجھے اس سلسلہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا جبکہ قادیان میں میں نے میرزا ناصر احمد صاحب کے مرحوم والد کے ہاتھ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت کی:-

(۱) کلمہ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور اقرار کیا کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک یقین کروں گا۔

(۲) اُن کے آخری رسُول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور خاتم النبیین یقین کروں گا۔

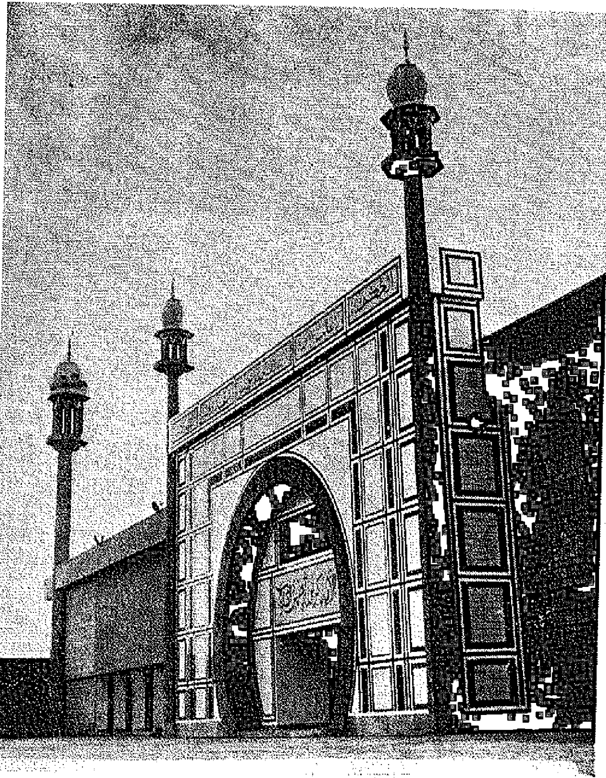
(۳) قرآن مجید کو تمام غلطیوں سے پاک اور دُنیا کے لئے آخری اور مکمل قانون تسلیم کرتا رہوں گا۔

(۴) تمام ارکانِ اسلام پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھوں گا۔

(۵) دینِ اسلام اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا اپنا شعار بناؤں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔
اس ضمن میں مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے تمام دیگر انبیائے کرام کی طرح طبعی موت سے اپنے وقت پر وفات پا چکے ہیں۔ اور یہ کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضور کی اُمت کی اصلاح کے لئے آخری زمانہ میں حضور پر نُور کے جس خادم نے آنا تھا وہ میرزا غلام احمد صاحب کے نام سے قادیان میں آچکا ہے۔ اور آئندہ بھی قیامت تک وہی رہنما اور وہی رہبر قابلِ تعظیم اور لائقِ اطاعت ہوگا جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور برکت سے اس مقام پر فائز ہوتا رہے گا۔

اِسلام کے تمام بُنیادی ارکان کی طرف میری رغبت دیکھکر میرے خاندان کے بیشتر افراد نے بھی اس سلسلہ کی بیعت کر لی۔ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھے تین بیٹے بھی عطا فرمائے۔ جنہیں مَیں نے قادیان کے سکول میں تعلیم کے لئے داخل کرایا۔ جہاں سے وہ تینوں اللہ کے فضل سے بہت ہی اچھی تعلیم اور انتہائی عُمدہ تربیت پا کر میٹرک کے امتحان سے فارغ ہو کر اب میرے ساتھ تجارت میں مشغول ہیں۔ قابلِ فخر دیندار ہیں۔ سینما دیکھنے کی لعنت سے آزاد ہیں۔ اور بڑی عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔

ابھی جو سرکاری اسلام نمودار ہُوا ہے اور جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی ہے، کیا یہ وہی تو نہیں جسے مُلک کی اسمبلی نے پاس کیا ہے؟ اس کے پاس کرنے والے وہی حضرات ہیں جن کو آج سے قریباً تین سال قبل جب منتخب کیا گیا تو آپ کے بیشتر علماءِ کرام نے متفقہ طور پر اس فتویٰ سے سرفراز کیا کہ یہ سب افراد کافر ہیں۔ ان کو ووٹ (دینے) والے بھی ویسے ہی کافر ہیں۔ مزید اُن کے متعلق واقف کار احباب کو بخوبی علم ہے کہ چند علمائے کرام کے (سوا) باقی سب ہی بے دین اور فاجر ہیں۔ اوّل درجہ کے شرابی اور جواری ہیں۔ اور کسی گھاٹ کا پانی پینے سے اُن کو عار نہیں۔ عُلمائے کرام کا مذکورہ بالا فتویٰ اب تک ان پر بلکہ ساری



مسجد اقصیٰ ربوہ کی وسیع اور عالیشان عمارت

پیپلز پارٹی پر عائد ہے۔

جہاں تک میں نے احمدیہ لٹریچر کو پڑھا ہے اس میں کہیں بھی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر کسی بھی نوعیت کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ حضور پُر نور ؐ کی اُمت میں رہ کر اُن کی کامل اطاعت اور پیروی کا جامہ اوڑھ کر ہی (ہر) مرتبہ اور ہر اعزاز پانے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کا ذکر حضورؐ کی احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ میں نے گزشتہ پچپن سال میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں پڑھا جو حضور پُر نورؐ کے مرتبہ کو کم کرنے والا ہو بلکہ میرزا صاحب نے تو اپنی ایک نظم میں مختصر طور پہ اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے:-

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُورِ سارا ۔۔۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہُوں اُس کا ہی مَیں ہُوا ہوں ۔۔۔ وُہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چُوموں ۔۔۔ قُرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آپ ماشاء اللہ ایڈووکیٹ ہیں۔ اسلامی تاریخ سے بھی بخوبی واقف ہوں گے۔ ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ مخالف گروہ اور اُن کے مذہبی وسیاسی علماء ایسی ہی مخالفت سے پیش آتے رہے ہیں۔ اور اندریں حالات قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی کے سامنے اسمبلی کے اس سراسر ناجائز اور غلط فیصلہ اور سیاسی مولویوں کے فتوؤں کی ہمارے نزدیک مچھر کے پَر جتنی بھی وقعت نہیں ہے۔

آپ نے چونکہ اپنی دعوت ایک اخبار کے ذریعہ دینی مناسب سمجھی ہے، میں بھی اسی طریقہ سے مندرجہ بالا معروضات پیش کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ [۵]

---

[۵] مبشّر، ۱۰ راگست ۱۹۷۸ء زیرِ عنوان "امام مہدی ۔۔۔ آئینہ میں"

(کیونکہ اگلے روز عید تھی) ؎۱

(۲) وزیرِ اعظم کے نام مکتوب

جماعتِ احمدیہ کے خلاف ۱۹۷۴ء میں مخالفت کا ایک طوفان پاکستان میں کھڑا کیا گیا۔ اور بالآخر ۷ ستمبر کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعتِ احمدیہ کو "ناٹ مسلم" قرار دیا۔ اصل معاملہ کے متعلق اس فیصلہ سے پہلے آپ نے یکم جولائی کو کراچی سے ذوالفقار علی بھٹو وزیرِ اعظم کو ایک مکتوب تحریر کیا جس میں ان کو بے خوفی اور انصاف پسندی کی تلقین کی۔ اس غیر مطبوعہ مکتوب کا ایک حصہ یہاں درج کیا جاتا ہے :۔

"حضورِ عالی! ایک نہایت ہی اہم معاملہ کی طرف جناب کی توجہ مبذول کرتے ہوئے نہایت ادب کے ساتھ ملتجی ہوں کہ ان ایام میں بعض علماء نے ختمِ نبوت کے نام سے جو مسئلہ کھڑا کر رکھا ہے اس کے بارہ میں ایسی ہدایات جاری فرمائیں جن سے ہمارے وطنِ عزیز میں امن اور سلامتی کی فضا قائم رہے۔ جس طرح جنابِ عالی نے ۱۴ جون کی تقریر میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ہمارے رسُولِ مقبول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور یہ کہ اُن پر رسالت ختم ہے۔ بالکل یہی عقیدہ جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کا ہے۔ اس جماعت میں شامل ہونے والے کے لئے یہ ضروری بلکہ لازمی ہے کہ وہ حلفیہ اس بات کا اقرار کرے کہ

(۱) خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھوں گا۔

(۲) رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل یقین کروں گا۔

(۳) اسلام کے تمام احکام پر عمل کروں گا۔

لیکن جو لوگ ملک کا امن اور وقار برباد کرنا چاہتے ہیں وہ سراسر غلط اور بے بنیاد باتیں ہماری طرف منسوب کر کے عوام کو اشتعال دلا رہے ہیں۔ اس لئے نہایت ادب کے ساتھ ذیل میں چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں :۔

؎۱ بدر ۱۴ جنوری ۱۹۶۵ء (صفحہ ۸)

(الف) جس طرح ملک کا آئین تیار کرنے کے سلسلہ میں مختلف لیڈروں کو ٹیلی ویژن پر موقع دیا گیا تھا کہ وہ اپنے خیالات سے عوام کو آگاہ کریں۔ بالکل اسی طرح زیرِ بحث موضوع پر فریقین کے علماء، فضلاء کی تین تین چار چار تقاریر کرائی جائیں۔ یہ سمعی و بصری مناظرہ دین سے محبت رکھنے والے لوگوں کو معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے میں مدد دے گا۔ اور زیرِ بحث مسئلہ کی اصل حیثیت و ہیئت نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی ۔۔۔!

(ب) بعد ازاں اس معاملہ کو سپریم کورٹ کے سپرد فرمائیں تاکہ موجودہ منظور شدہ آئین کی روشنی میں حکومت بھی قانون کا استعمال کر سکے۔ اور عوام کو بھی صحیح صورتِ حال نظر آجائے۔

(ج) جو لوگ قانون سے بے پرواہ ہو کر احمدیوں کو جانی و مالی نقصان پہنچا رہے ہیں، اُن کو قرارِ واقعی سزا دی جائے۔

(د) مروّجہ قانون ہر پاکستانی کو حق دیتا ہے کہ وہ اپنا مذہبی عقیدہ اپنے ضمیر کے مطابق رکھے۔ اس کے ماتحت احمدی صحیح اور پکے مسلمان ہیں۔ اور کسی فرد کو، وہ مولوی ہو یا سیاسی لیڈر، یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اُن کو خارج از اسلام قرار دے .... ان فسادی مولویوں کی ..... کوئی پرواہ نہ کریں۔ انہوں نے ملّتِ اسلامیہ کے کسی بزرگ کو بھی اپنے کُفر کے فتووں سے باہر نہیں رکھا...... (مثلاً) حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ..... (وغیرہ وغیرہ) پر بھی ان لوگوں نے یہ تیر چلایا ہے ....."

اس مکتوب سے پہلے اور بعد گویا قریباً نصف سال تک جماعتِ احمدیہ پر قافیہ تنگ کیا گیا۔ کئی درجن احمدیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اُن کی املاک لوٹ لی گئیں یا نذرِ آتش کر دی گئیں۔ لیکن نتیجہ مومنوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق نکلا یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (سُورۃ الصّفّ) کہ مخالفین اللہ تعالیٰ کے نُور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بُجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نُور کو

احمدی بزرگوں کی مالی قربانیاں

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا ہزار سالہ دور گزرنے کے بعد ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کو مزید تاخت و تاراج کیا گیا۔ بعد ازاں برطانوی حکومت کے زیرِ سایہ اشاعتِ مسیحیت کی یلغار میں بہت سے علماء تک معاندین کی صفوف میں شامل ہو گئے۔ اِن حالات میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام یکہ و تنہا مدافعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کے ادبار و زوال اور اسلام کی غمخواری سے بے رخی کا نقشہ آپؑ نے اپنے اِن اشعار میں بھی بیان فرمایا ہے ؎

بیکسے شُد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود، با دینِ احمدؐ کار نیست
ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست [1]

نیز فرماتے ہیں ؎

مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمین
دینِ حق را گردشِ آمد صعبناک و سہمگیں
سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر و کیں

[1] ترجمہ:- حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ایسا بیکس ہو چکا ہے کہ کوئی بھی تو اُس کا اپنا نہیں رہا نہ کوئی حامی۔ ہر شخص اپنے کام میں مصروف ہے۔ اور دینِ احمدؐ کے ساتھ کسی کو واسطہ نہیں رہا۔ گمراہی کا سیلاب لاکھوں لوگوں کو بہا کر لے جا چکا ہے! افسوس اُس آنکھ پر جو پھر بھی بیدار و ہشیار نہیں ہوئی۔

تیر بر معصوم مے بارد خبیثے بد گہر
آسماں را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں
پیشِ چشمانِ شما اسلام در خاک اوفتاد
چیست عذرے پیشِ حق اے مجمع المتنعمیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں! [1]

نیز فرمایا کہ ؎

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملّت، قلّتِ انصارِ دیں

کہ میری جان کا مغز اِن دو افکار نے گھلا چھوڑا ہے کہ دشمنانِ ملّتِ اسلام کثیر تعداد میں ہیں۔ اور انصارِ دین قلیل۔

[1] ترجمہ:- یہ مناسب و سزاوار ہے کہ اسلام کی پریشان حالی اور مسلمانوں کے وجود کے ناپید ہونے پر ہر ایک دین سے اخلاص رکھنے والے کی آنکھیں خون کے آنسو برسائیں۔ دینِ حق (اسلام) نہایت مشکل اور پُرخطر گردش میں آن پھنسا ہے۔ اور کفر اور دینِ اسلام سے عداوت کے باعث دنیا میں سخت شور برپا ہے۔ بدگہر انسان (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے) معصوم ذات پر تیر اندازی کرتا ہے۔ آسمان کے لئے سزاوار ہے کہ وہ زمین پر سنگباری کرے۔ اے آسودہ حال لوگو! تمہاری آنکھوں کے سامنے اسلام (آسمان سے) خاکِ مذلّت میں جا گرا ہے۔ (اور تم اس کی حفاظت و احیاء سے غافل رہے) بتاؤ تو سہی کہ (بارگاہِ ایزدی میں اپنی بریّت کے لئے) تم کونسا عذر پیش کر سکو گے؟ جس طرف دیکھو کفر کا جوش و خروش اسی رنگ کا ہے جیسے یزید کی افواج کا تھا۔ اور دینِ حق حضرت امام زین العابدینؒ کی طرح بیماری اور بے کسی کی حالت میں ہے۔

حضورؑ نے غلبۂ دینِ اسلام اور استیصالِ فتنۂ دجّال کے لئے تالیف و تصنیف، تقسیم اشتہارات اور ترسیلِ خطوط کا کام خاص توجہ سے شروع کیا۔
حضورؑ نے نہایت درد سے شعبۂ تالیف و تصنیف کے بارے میں فرمایا کہ :۔

"اے مُلکِ ہند! کیا تجھ میں کوئی ایسا باہمت امیر نہیں کہ اگر اور نہیں تو اس شاخ کے اخراجات کا متحمل ہو سکے .... اے خداوند خدا! تُو آپ ان دِلوں کو جگا ...... دیکھو مومن کا لقب پانا سہل نہیں۔ سو اے لوگو! اگر تم میں وہ راستی کی رُوح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے تو اس میری دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو ...... خُدا تعالیٰ تمہیں آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سُن کر کیا جواب دیتے ہو" (فتحِ اسلام)

ایک تالیف کے کام کے سلسلہ میں حضورؑ نے فرمایا کہ :۔

"اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ہم کو اس قدر خزانے دے دیتا کہ ہم کو پرواہ بھی نہ رہتی۔ ثواب (حاصل کرنے) کیلئے مستعد ہو جاؤ اور یہ بھی مت سمجھو کہ اگر اس راہ میں خرچ کریں گے تو کچھ کم ہو جائے گا"
(الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۱ء صٓ کالم ۳)

آپ کا اِنفاق فی سبیل اللہ

حصُولِ رضائے الٰہی کی خاطر سیٹھ صاحب نے نہایت اخلاص سے تحریکاتِ سلسلہ پر لبّیک کہتے ہُوئے پانی کی طرح روپیہ بہادیا۔ وصیّت، تحریکِ جدید، وقفِ جدید، ترجمۃ القرآن، تحریک چندہ خاص ۶۵-۱۹۶۴ء، فضلِ عمرؓ فنڈ، نصرت جہاں ریزرو فنڈ، درویش فنڈ، صدسالہ جوبلی فنڈ، تعمیر مسجد اقصیٰ ربوہ اس پر شاہد ہیں۔ آپ کا خاندان بھی اُن خاندانوں میں شامل ہے جو ایسی خدمات کی وجہ سے افضال و برکاتِ الٰہیّہ کے مورد ہوئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔[1]

---

[1] ایسے خاندانوں کا ذکر خاکسار مؤلف کی جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء کی تقریر "احمدی بزرگوں کی مالی قُربانیاں" میں کیا گیا ہے (بدر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۶)

بطورِ مثال بعض کا ذکر یہاں قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے :۔

(۱) دفتر اوّل تحریکِ جدید۔[1]

(۲) مسجد مبارک کے لئے لاؤڈ سپیکر :۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر جب ۱۹۴۴ء میں انکشاف ہُوا کہ آپؓ ہی مُصلح موعود ہیں تو حضورؓ نے مجلسِ علم و عرفان کا آغاز فرمایا۔ بہت ہی وجد آفریں اور ایمان افروز یہ مجلس ہوتی تھی۔ گویا ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے۔ احباب کے وفورِ شوق سے مسجد مُبارک کے چھت اور نیچے کے حصّے کھچا کھچ بھر جاتے تھے۔ عصر کے معًا بعد سے احباب آنے لگتے تھے تاکہ اگلی صفوں میں حضورؓ کے قریب جگہ لے سکیں۔ ایسے جلیل القدر خلیفہ کی مصاحبت روزانہ ایک دو گھنٹے میسّر آنا ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔

حضورؓ نے فرمایا تھا کہ مَیں روزانہ مغرب و عشاء کے درمیان مسجد مبارک میں بیٹھا کروں۔ اور احباب کو ایسی باتیں بتا سکوں جن سے ان کا قدم آگے بڑھے اور جو غلبۂ اسلام کے لئے ضروری ہیں جس کا وقت آن پہنچا ہے۔ احبابِ قادیان کم از کم ایک نماز اس مسجد میں ادا کیا کریں۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ ایک دفعہ مبارک قرار دیدے تب بھی اس کی برکت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ مسجد تو وہ ہے جسے کسی انسان نے نہیں، اللہ تعالیٰ نے مبارک کہا بلکہ بار بار مبارک کہا۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ مسجد برکت دہندہ اور نزولِ برکات کا مقام ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہر کام جو اس مسجد میں کیا جائے گا وہ مبارک ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسجد میں کیا جانے والا سجدہ مبارک ہے، قومہ مبارک ہے، تشہّد مُبارک ہے، سلام مُبارک ہے، تکبیر مبارک ہے، اور وہ دُعائیں مُبارک ہیں جو اس

---

[1] آپ نے دَورِ اوّل میں ابتدائی اُنیس سال میں مع اہل و عیال قریبًا پونے سات ہزار روپیہ چندہ دیا۔ (دیکھئے "تحریکِ جدید کے پانچہزاری مجاہدین" صفحہ ۲۵۴) یہ سلسلہ آپ کی طرف سے جاری رہا حتیٰ کہ بعد تقسیمِ ملک ہندوستان کے تحریکِ جدید کے کُل چندہ کا ایک چوتھائی آپ کے خاندان کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور اب تک بھی سالانہ اضافہ کے ساتھ آپ کا یہ چندہ سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اور کراچی میں بھی میاں شریف احمد صاحب بانی کی طرف سے ادائیگی ممتاز رنگ میں جاری ہے۔

میں کی جائیں ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی برکتیں ۔ اتنی عظیم الشان برکتیں نازل ہوں اور پھر انسان ان برکات سے مُنہ پھیر کر چلا جائے اور کبھی کبھار اس میں نماز ادا کرے تو یہ بہت بڑی محرومی ہے۔

اس میں نماز پڑھنے کی تحریک سے پہلے یہ مسجد فریادی تھی کہ مجھے کیوں بے کس چھوڑا گیا ہے ۔ اور آج چار دن پہلے کی تحریک کے نتیجہ میں نمازی فریادی ہیں کہ اے خدا! ہمیں اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں مل رہی ۔ میرا قلب یہ محسوس کرتا ہے کہ ہر نمازی جو یہاں نماز پڑھنے آتا ہے وہ سلسلہ کی ترقی کے لئے ایک نیا باب کھولتا ہے ۔ ہر نماز جو وہ یہاں ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ رہی ہوتی ہے کہ اے خُدا! لوگوں نے اپنی ذمّہ داری ادا کر دی، اب تُو اور جگہ لا جہاں اور آدمی لائیں ۔ آج بندے خُدا سے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ خُدایا ہم پر جو فرض عائد تھا وہ ہم نے ادا کر دیا اور اب تُو ہم پر اور فضل اور برکات نازل فرما ۔ جب تک اس مسجد میں جگہ خالی ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کے مزید فضل نازل ہونے کے لئے بظاہر کوئی محرّک نہ تھا ۔ کیونکہ لوگ توجّہ سے کام نہیں لیتے تھے ۔ مگر اب جگہ پُر ہو گئی ہے ۔ اور ہر نماز میں میں محسوس کرتا ہوں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے خُدا! پہلی جگہ تو بھر گئی ۔ اب تو اور جگہ دے جس میں تیرے اور مومن بندے آئیں اور تیری عبادت بجا لائیں ۔ سو میں نے اتنی ہی مسجد کی تعمیر و توسیع کی ہدایت کر دی ہے ۔ یہ نیک نتیجہ ہے صرف تین دن نمازوں میں آنے کا ۔ [1]

مجلسِ علم و عرفان کے لئے لاؤڈ سپیکر کی ضرورت تھی تا سب احباب کو حضرت مُصلح موعودؓ کی آواز پہنچ سکے ۔ چنانچہ محترم سیٹھ محمد صدّیق صاحب بانی کی طرف سے لاؤڈ سپیکر مُہیا کیا گیا جس پر حضورؓ نے دُعا فرمائی کہ :-

"جس طرح انہوں نے ہماری آواز لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کیا

[1] الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۱ ، ۲ (خاکسار کو بھی بحمد اللہ اس مجلس میں شامل ہونے کا موقعہ ملا)

ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آواز سُن کر اس پر مزید عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں ۔" [1]

(۳) تفسیر القرآن (انگریزی) کی طباعت کے لئے (قرض کی تحریک پر) شیخ محمد صدیق صاحب و شیخ محمد یوسف صاحب (برادران) نے ایک ہزار روپیہ قرض دیا تھا ۔ [2]

(۴) اشاعتِ تراجم قرآن مجید :- جنگِ عظیم دُوم کے اختتام کو قریب دیکھتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے دینی جہاد شروع کرنے کے لئے منصوبوں پر غور کیا ۔ اس کا ایک جُزو دُنیا کی مشہور سات زبانوں میں تراجم قرآن مجید اور آٹھ زبانوں میں تبلیغی لٹریچر شائع کرنا تھا ۔ جس کا اعلان اواخر ۱۹۴۴ء میں کرتے ہوئے آپ نے جماعت کو دعوتِ شرکت دی ۔ ایک ترجمۃ القرآن کے خرچ کو خود برداشت کرنے کا وعدہ کیا ۔ اور دو زبانوں کے تراجم القرآن کی ذمہ داری لجنہ قادیان اور جماعت قادیان پر آپ نے ڈالی ۔ محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور آپ کے چند رفقاء نے ایک ترجمۃ القرآن کا خرچ پُورا کرنے کی اطلاع دی ۔ بقیہ تین تراجم القرآن کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ایک فرد یا چند افراد مل کر یا ایک جماعت یا ایک صُوبہ کے احباب مل کر ایک ایک ترجمہ کی ذمّہ داری قبول کر سکتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو ایسی عظیم قبولیت بخشی کہ حضورؓ نے فرمایا کہ کتنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اِدھر مُنہ سے بات نکلتی ہے اور اُدھر پوری ہو جاتی ہے ۔ باوجود خُطبہ کے دیر سے شائع ہونے کے چھ دن کے اندر تین کی بجائے پانچ تراجم کے وعدے آ گئے ۔ بعد میں کل بارہ تراجم کے وعدے موصُول ہوئے جبکہ ابتدائی تحریک صرف سات تراجم کی تھی "میاں محمد صدیق ، محمد یوسف صاحبان تاجران کلکتہ کی طرف سے" بھی ایک ترجمۃ القرآن کے اخراجات ادا کرنے کا وعدہ پہنچا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل اور انعام ہے ۔

[1] الفضل ۴ راگست ۱۹۴۴ء (صفحہ ۲ کالم ۱)
[2] الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۵۱ء (صفحہ ۲ کالم ۱)

کہ جماعت کے ایک تھوڑے سے حصّہ نے نہایت قلیل عرصہ میں مطالبہ سے بھی بڑھ کر وعدے پیش کر دیئے۔ [1]

(۵) مدرسہ احمدیہ قادیان کے فارغ التحصیل طلباء اکنافِ عالم میں اعلائے کلمۃُ اللہ میں مصروف رہے۔ اور اب ہندوستان بھر میں علمِ اسلام کو بلند رکھے ہوئے ہیں۔ اس کی ابتدائی تاریخی عمارت خام تھی۔ بوسیدہ ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظر خدمتِ درویشاں کی منظوری سے اس کی تعمیرِ نَو کا انتظام ہُوا۔ اس کے تین کمروں کی تعمیر کے اخراجات محترم سیٹھ صاحب نے اپنے خاندان کی طرف سے برداشت کئے۔ [2]

(۶) ایک مسیحی کانفرنس :- عروس البلاد بمبئی میں ۲۸ نومبر تا ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کیتھولک فرقہ کی اڑتیسویں[۳۸] یوکرسٹک انٹرنیشنل کانگرس شاہانہ تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ جس کے انتظام کے اخراجات میں متعدد مسیحی یورپین حکومتوں نے شرکت کی۔ ایک پنڈال غیر ملکی بشپوں، آرچ بشپوں اور کارڈینلوں کے لئے اور ایک ہزار کُرسیاں صرف پادریوں کے لئے مخصوص تھیں۔ ویٹیکن سٹی اور یورپین ممالک میں ساتھ کے ساتھ کارروائیوں کو ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے کا اہتمام تھا۔ تاریخ میں یہ اوّلین موقعہ موقعہ تھا کہ کوئی پوپ بنفسِ نفیس ایسی کسی کانفرنس میں شریک ہوتے۔ اور مختلف مواقع

---

[1] الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۴ء (صفحہ ۴، ۵)۔ ۲ نومبر (صفحہ ۲ کالم ۳)۔ ۸ نومبر (صفحہ ۱، ۴)

[2] چھ کمروں کی تعمیر کی ذمہ داری احباب کی طرف سے قبول ہونے کا ذکر محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجزؔ ناظر بیت المال کے مضمون بعنوان "احمدیت کے دائمی مرکز کے لئے سچی محبت اور تڑپ رکھنے والوں کے نام" مندرجہ بدر ۱۷/۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۱ میں ہے۔ ان میں سے پانچ کے اخراجات کی ذمہ داری پانچ احبابِ کلکتہ نے کی تھی۔ تعمیر ہونے پر حسبِ اعلان چندہ دہندگان کے اسماء کتبہ جات پر نصب کئے گئے۔ تین کتبہ جات میاں محمد صدیق صاحب بانی، اُن کی والدہ ماجدہ اور مشترکہ تینوں پسران کے ہیں۔

پر عوام کے سامنے آئے۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ بنفسِ نفیس اس موقعہ پر بمبئی میں موجود تھے۔ کسی بھی مذہبی جماعت کو جناب پوپ سے ملاقات کا موقعہ فراہم نہیں کیا گیا۔ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے تو دعوتِ اسلام کے بارے میں ایک دیدہ زیب سپاسنامہ بھی طبع کروایا گیا تھا۔ مبلغین کے علاوہ مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعتِ احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کی سرکردگی میں حیدرآباد اور یادگیری سے چالیس رضاکاروں نے مسیحیوں کی قیام گاہوں اور جلسہ گاہ کے قُرب و جوار میں ایک لاکھ سے زیادہ پمفلٹ اور کتابچے تقسیم کئے۔ بعض مسیحیوں نے بوکھلا کر بعض رضاکاروں پر حملہ کیا جس کی خبر اخبارات میں تبلیغ کا موجب بنی۔ غیر مُلکی نمائندگان نے ذوق و شوق سے لٹریچر اور سپاسنامہ قبول کیا۔ اور پادریوں نے مانگ مانگ کر حاصل کیا۔ گیارہ اخبارات نے جماعتِ احمدیہ کی بھرپور مساعی کی خبر شائع کی۔ اس موقع پر لٹریچر کی فراہمی کے لئے جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے بغیر تحریک کے تین ہزار روپیہ عطا کیا۔ [1]

(۷) اخبار بدر کی مالی معاونت میں آپ کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے۔ اس اخبار سے شدید محبّت کے باعث اس کی توسیع کا کوئی موقعہ آپ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اور اعانت کئی طریق سے کرتے تھے۔ مثلاً ایک بڑی رقم عطا کرتے کہ نادار افراد کے پرچہ کی نصف رقم اُن افراد اور نصف اُن کی دی ہوئی رقم سے ادا کی جائے۔ گو تجارتی لحاظ سے آپ کے کاروبار کا اشتہار بدر میں دینا سُود مند نہ تھا۔ تاہم اعانت کی خاطر برسوں آپ اپنی دُکان کا اشتہار شائع کرواتے اور نہایت باقاعدگی سے اس کی اُجرت ادا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] رپورٹ مندرجہ بدر ۱۷/۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء

[2] بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء مضمون "اخبار بدر کے معاونین" منجانب محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر بدر کی ۲۶ سالہ کارگذاری کے سلسلہ میں۔ اشتہار کا یہ طریق محترم بانی صاحب کی طرف سے جاری ہوا تھا۔ اس طریق کے تتبع میں ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۲ء میں ہندوستان بھر سے ہزاروں روپے اشتہارات کے لئے دیتے ہوئے ہیں اور یہ طریق حل نکلا ہے۔ مزید یہ کہ "قابلِ تقلید مثال" کے عنوان کے تحت نظارت دعوۃ و تبلیغ نے آپ کی طرف سے لائبریریوں وغیرہ کے نام اخبار بدر جاری کرنے کا ذکر کیا۔ اور اس امر کا دوبارہ ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف "تبلیغِ ہدایت" مہیا کرنا بیان کیا ہے۔ (رپورٹ بدر ۷ اگست و ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

(۸) تعمیر چاردیواری بہشتی مقبرہ کے لئے عطیہ۔ [1]

۹۔ تعمیر مسجد احمدیہ کلکتہ

مسجد احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کے بارے میں محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کا ذیل کا مضمون تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں کہ :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے قبل جو احمدی احباب کلکتہ میں موجود تھے وہ مکرم خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم کی دکان میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کالج سٹریٹ میں شیخ محمد امین، فضل کریم و حاجی حکم الدین صاحبان مرحوم چمڑے کے سلیپروں کا کاروبار کرتے تھے۔ ان تینوں بھائیوں نے بھی جماعت احمدیہ کی بہت مخلصانہ خدمت کی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ گو خلافتِ اُولیٰ میں جماعت کی تعداد میں ترقی ہوئی مگر باقاعدہ نظام کی صورت پیدا نہ ہوسکی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مبارک عہد کے اوائل میں غالباً ۱۹۱۸ء میں مکرم چودھری نواب علی صاحب نے واٹرلو سٹریٹ میں جماعتِ احمدیہ کی تنظیم قائم کی۔ مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب کشمیری رضی اللہ عنہ نے تبلیغ اور تربیت کے سلسلہ میں نمایاں کام کیا۔ اور درسِ قرآن مجید اور باقاعدہ جلسوں کا اہتمام کیا۔ اُن ایّام میں جن خوش قسمت احباب کو سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی ان میں مکرم مولوی لُطف الرحمٰن صاحب۔ مکرم حکیم ابوطاہر محمود احمد صاحب۔ مکرم ڈاکٹر اُمید علی صاحب۔ اور مکرم میاں محمد صدیق صاحب تاجر بھی شامل تھے۔ ان بزرگوں نے اپنے اپنے رنگ میں سلسلہ احمدیہ کی بہت خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو غریقِ رحمت کرے اور ثواب [illegible] عطا فرمائے۔ آمین۔

---

[1] تعمیر کے لئے پانصد روپیہ آپ نے دیا اور دو صد روپیہ سالانہ آپ کے خاندان نے دیا۔ اور بہشتی مقبرہ کے [illegible] کا مضبوط قیمتی آہنی گیٹ آپ کی طرف سے پیش کیا گیا۔ (مطابق کتبہ جات [illegible] [illegible] دیواری مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیوار گیٹ داخلہ بہشتی مقبرہ)

جماعت احمدیہ کی اپنی کوئی مسجد نہ تھی اس لئے تعمیر مسجد سے پہلے مختلف علاقوں میں ادائیگی نماز اور تبلیغی جلسے منعقد کرنے کا اہتمام ہوتا رہا۔ ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر منکشف فرمایا کہ آپ ہی مُصلح موعود ہیں۔ اور حضور نے قادیان، ہوشیار پور، لاہور لدھیانہ اور دہلی میں اس نعمتِ عظمیٰ کا اعلان فرمایا۔ دہلی کے جلسہ میں شمولیت کا موقعہ کلکتہ سے وہاں پہنچ کر ہم دونوں بھائیوں، برادرم میاں محمد یعقوب صاحب، عزیزم محمد داؤد صاحب اور اخویم میاں محمد صدیق صاحب وہرہ کو حاصل ہُوا۔ ہم دونوں بھائی اپنا کاروبار بند کرکے گئے تھے۔ قادیان کے قافلہ میں پسران عزیزان منیر احمد و نصیر احمد بھی اس جلسہ میں شمولیت کے لئے آئے تھے۔

اس زمانہ میں کلکتہ کے بعض احمدیوں کے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کلکتہ میں جو کہ ایک طرح مشرقی دُنیا کا دروازہ ہے۔ ایک ایسا ہی جلسہ منعقد کرنے کی اجازت کے لئے عرض کیا جائے۔ اس طرح یہ شہر بھی حضور کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوجائے گا۔ اس سلسلہ میں میری طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ حضور کو ایسے دُور دراز کے سفر پر آمادہ کرنے کے لئے کسی ایسی تقریب کا سامان کرنا ضروری ہے۔ جس سے ہماری اس درخواست میں وزن اور جاذبیت پیدا ہو۔ اور اس کی بہترین صُورت یہ ہے کہ کلکتہ میں مسجد احمدیہ کی تعمیر کا پروگرام بنایا جائے۔ جس کا اپنے مُبارک ہاتھوں سے حضور سنگِ بُنیاد رکھیں یا افتتاح فرمائیں۔

مقامی احباب نے اس تجویز کو بدل وجان قبول کیا۔ اور اس وقت کے امیر جماعت احمدیہ کلکتہ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کی صدارت میں جماعت کا ایک خصوصی اجلاس مجوزہ مسجد کے لئے چندہ [illegible] کرنے کے لئے منعقد ہُوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس تحریک میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ اس اجلاس ہی میں اکسٹھ ہزار روپے کے وعدے ہوئے اور بعد ازاں مزید احباب نے بھی حصّہ لیا۔ اور تقریباً اسّی ہزار روپیہ جمع ہوگیا۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔ ان وعدہ جات کی تفصیل یہ ہے۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پانصد۔ میاں احسان الٰہی صاحب دِلّی والا

دس ہزار ۔ میاں محمد حسین و محمد شفیع صاحبان و دھاون تین ہزار ۔ میاں دوست محمد صاحب شمس پانچ ہزار ۔ میاں محمد حسین، دوست محمد و نذر محمد صاحبان ساڑھے بارہ ہزار ۔ میاں محمد عمر و محمد بشیر صاحبان سہگل پانچ ہزار ۔ اور محمد صدیق بانی و محمد یوسف بانی برادران پچیس ہزار روپیہ ۔

اب دوسرا مرحلہ موزوں زمین خریدنے کا تھا ۔ اس بارہ میں طے پایا تھا کہ شہر کے جنوب مشرقی علاقہ میں اس کی تلاش کی جائے ۔ وہاں علاقہ پارک سرکس میں سید امیر علی ایونیو میں ایک غیر از جماعت فرد خان بہادر شیخ محمد جان کی وسیع جائداد تھی جسے وہ پلاٹ بنا کر فروخت کر رہے تھے ۔ اس میں سے بیس کٹھا رقبہ کے ایک پلاٹ کا سودا ساڑھے چار ہزار روپیہ فی کٹھا کے حساب سے طے کر لیا گیا ۔ اور معقول بیعانہ دے دیا گیا ۔ اور کاغذات کی جانچ پڑتال کرنے، مسودہ تیار کرنے اور رجسٹری وغیرہ کرانے کا کام ایک اٹارنی کمپنی کے سپرد کر دیا گیا ۔ لیکن جب فروخت کنندہ کو معلوم ہوا کہ اس قطعہ پر احمدیہ مسجد تعمیر ہو گی تو اس نے رجسٹری کر دینے سے انکار کر دیا اور باوجود بہت سمجھانے کے وہ اپنی ضد پر اڑا رہا ۔ اس کا انکار بیعانہ والے تحریری معاہدہ کے سراسر خلاف تھا ۔ اور قانونی طور پر اسے مجبور کیا جا سکتا تھا ۔ مقامی جماعت نے اس مشکل کا یہ حل نکالا کہ چونکہ ابتدائی گفتگو میرے نام پر ہوتی رہی تھی اس لئے فی الحال میرے نام پر ہی خرید کی تکمیل کی جائے ۔ اور میری طرف سے یہ قطعہ صدر انجمن احمدیہ کے نام منتقل کرا لیا جائے ۔ اس تجویز کی روشنی میں رجسٹری میرے نام پر ہو گئی ۔ لیکن وہاں مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا ۔ کیونکہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس تجویز کا علم ہوا تو حضورؓ نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ اس طرح تو جھگڑے کی صورت پیدا ہو گی ۔ ہم ایسی زمین پر مسجد تعمیر نہیں کرنا چاہتے جس کی ابتدا ہی جھگڑے سے ہو ۔ ہم ایسی جگہ پر مسجد تعمیر نہیں کریں گے ۔

اس زمانہ میں فروخت کنندہ کے پاس مکرم مولوی محمد عیسٰی صاحب بی ۔ اے ۔ بطور ڈرائیور ملازم تھے ۔ ان کے ذریعہ اس خرید کردہ قطعہ کی واپسی کی کوشش کی گئی ۔ اس

نے یہ شرط پیش کی کہ جتنی رقم مجھے ملی ہے اتنی ہی وہ واپس کرے گا ۔ اس صورت میں اخراجات رجسٹری تقریباً ساڑھے چار ہزار روپے ضائع ہوتے تھے ۔ بادلِ نخواستہ یہ نقصان جماعت کو برداشت کرنا پڑا ۔ اللہ تعالیٰ کے کام عجیب ہیں ۔ یہ واپس شدہ قطعہ ایک تنگ گلی میں واقع تھا ۔ اس کی واپسی سے پہلے ہی اسی علاقہ میں لیکن بڑے راستہ پر ایک قطعہ ساڑھے تیرہ کٹھا (ایک کنال بارہ مرلہ) ساڑھے چھ ہزار روپے فی کٹھا کے نرخ سے ایک بنگالی ہندو فرم سے دستیاب ہو گیا ۔ اس کی رجسٹری کرانے کے لئے تقریباً اسّی ہزار روپیہ مطلوب تھا ۔ مقامی جماعت کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا ۔ کیونکہ سارا چندہ پہلے قطعہ میں پھنسا ہوا تھا ۔ جس کے وصول ہونے میں ابھی بہت دیر تھی ۔ اس لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان سے ساری رقم قرض حاصل کر کے اسی کے نام پر رجسٹری کرائی گئی ۔ اور پہلے قطعہ کی رقم وصول ہونے پر یہ سارا قرض بے باق کر دیا گیا ۔

نئی زمین کی خرید وغیرہ کے بعد ۱۹۴۶ء میں سارے ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے ۔ اور کلکتہ بھی ان کی لپیٹ میں آ گیا ۔ تقسیم ملک کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کلکتہ میں تشریف آوری خارج از امکان ہو گئی ۔ اس لئے تعمیر مسجد کا کام ملتوی کر دیا گیا ۔ تعمیر کے لئے مقامی جماعت کے پاس سرمایہ بھی نہیں تھا ۔ کچھ عرصہ کے بعد اس قطعہ کو عارضی طور پر کرایہ پر دے دیا گیا ۔ لیکن پھر کچھ مدت کے بعد اس کرایہ دار سے یہ جگہ خالی کروا کر اس پر قبضہ لے لیا گیا ۔ اور چار دیواری بنا کر نماز وں کے ادا کرنے کا اور وضو کرنے کا انتظام کیا گیا ۔

فسادات ۱۹۴۶ء سے پہلے مقامی جماعت نے ولنگٹن سکوائر کے قریب ایک مکان کی پہلی منزل کرایہ پر لی ہوئی تھی جس میں نمازیں اور ہفتہ واری جلسے وغیرہ کا انتظام تھا اور ایک کمرہ میں مبلغِ سلسلہ مولوی محمد سلیم صاحب کا مع اہل و عیال قیام تھا ۔ فسادات کی وجہ سے یہ مقام بہت خطرہ میں تھا ۔ اس لئے وہاں سے انجمن کا سامان پارک سرکس میں چودھری انور احمد صاحب کاہلوں کی رہائش گاہ میں منتقل کیا گیا ۔ اور مولوی صاحب نے بھی اسی علاقہ میں ایک مناسب جگہ پر اپنی رہائش اختیار کر لی ۔

انہی ایام میں مکرمی میاں محمد حسین و محمد شفیع صاحبان ودھاون احمدی نے مکان نمبر ۱۴۹ لوئر چت پور روڈ خریدا۔ اس میں زیادہ تر ہندو قیام پذیر تھے۔ فسادات کے دوران ان سب کے چلے جانے کی وجہ سے سارے مکان کا خالی قبضہ مل گیا۔ اور میاں صاحبان نے شمالی طرف کے تین کمرے جماعتی استعمال کے لئے بلا کرایہ وقف رکھے۔ یہ جگہ مرکزی علاقہ میں تھی۔ مقامی انجمن کا سامان یہاں منتقل کر لیا گیا اور عرصہ تک جماعت احمدیہ کے احباب وہاں نمازیں ادا کرتے اور جلسے کرتے رہے۔ اور درس قرآن بھی ہوتا رہا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

تقسیم ملک پر چودھری انور احمد صاحب کاہلوں امیر جماعت احمدیہ کلکتہ، مشرقی پاکستان میں منتقل ہو گئے۔ میاں دوست محمد صاحب شمس امیر جماعت مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ۶۱-۱۹۶۰ء میں جبکہ الحاج منشی شمس الدین صاحب امیر جماعت تھے، مسجد کا نقشہ کلکتہ کارپوریشن سے منظور کرایا گیا۔ بعد میں مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی دہلی سے بطور مبلغ کلکتہ تبدیل ہوئے۔ اور امیر جماعت کلکتہ بھی مقرر ہوئے۔ کلکتہ کی فضا پُرامن تھی۔ اور کاروباری حالات بہتر تھے۔ اور بتوفیقہ تعالیٰ احباب جماعت کلکتہ اس قابل تھے کہ مسجد اور مبلغ کا کوارٹر تعمیر کر سکیں۔ چندہ کی تحریک پر مندرجہ ذیل احباب نے وسعت قلبی سے کام لیتے ہوئے وعدے کئے اور پھر ان کی وصولی بھی ہو گئی:-

میاں محمد حسین و محمد شفیع صاحبان ودھاون (بارہ ہزار)۔ میاں محمد عمر و محمد بشیر صاحبان سہگل (دس ہزار)۔ میاں محمد یوسف صاحب بانی (پانچ ہزار)۔ خاکسار (بیس ہزار) متفرق احباب (دس ہزار)۔ میاں محمد صدیق صاحب وہرہ (پانصد روپیہ) صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بھی پانچہزار روپیہ کی اعانت حاصل ہوئی۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ابن حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ) بمعیت جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال کلکتہ تشریف لائے اور ۱۶ر ستمبر ۱۹۶۲ء کو مقامی احباب کے اجتماع میں دعاؤں کے ساتھ محترم صاحبزادہ صاحب نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور چند بکرے صدقہ کئے گئے۔ مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کی نگرانی میں عمارت کا کام شروع ہوا۔ اور یہ نہایت ہی خوبصورت عمارت

فروری ۱۹۶۴ء کے پہلے ہفتہ میں تکمیل پذیر ہوئی۔ اور ۱۴ر فروری کو جمعۃ الوداع کے مبارک دن مولوی صاحب موصوف نے اس کا افتتاح کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یہ مسجد اس قطعہ کے قریباً ایک تہائی حصہ میں بنائی گئی ہے۔ دو تہائی حصہ کو دیگر تبلیغی ضروریات کے لئے ریزرو رکھا گیا ہے۔ مسجد کی عمارت ایک وسیع ہال، ایک برآمدہ اور خواتین کے لئے دو کمروں پر مشتمل ہے۔ مسجد اور کوارٹر پر تقریباً پینسٹھ ہزار روپیہ لاگت آئی۔ علاوہ ازیں پختہ اور خوبصورت فرش کے اخراجات میری اہلیہ نے اور بجلی کی وائرنگ وغیرہ ٹیوب لائٹ اور سولہ عدد پنکھے لگوانے کے اخراجات میرے تینوں بیٹوں نے ادا کئے۔ لاؤڈ سپیکر کے اخراجات مکرم میاں محمد یوسف صاحب بانی نے مہیا کئے۔ ساری مسجد کے لئے خوبصورت دریاں بھی فراہم ہوئیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ قریباً اٹھارہ ہزار روپیہ کی لاگت سے مبلغ کی رہائش اور دیگر جماعتی ضروریات کے لئے ایک علیحدہ حصہ تعمیر کیا گیا۔ جس میں سے آٹھ ہزار روپے کے قریب صدر انجمن نے اور دس ہزار روپے میں (محمد صدیق بانی) نے برداشت کئے۔ [1]

---

[1] مرور زمانہ سے اس لاؤڈ سپیکر کے ناکارہ ہونے پر مکرم میاں شہزادہ پرویز صاحب و برادران نے ۱۹۸۰ء میں نیا لاؤڈ سپیکر مہیا کیا۔ مذکورہ دریاں مکرم میاں محمد حسین صاحب مرحوم (سابق امیر جماعت کلکتہ) نے مہیا کی تھیں (بدر ۶ر مئی ۱۹۶۵ء مع مرحوم کی ڈائری وغیرہ سے) محترم بانی صاحب نے اپنے مضمون کے آخر پر احباب سے اس مسجد کی آبادی کے لئے درخواست دعا کی ہے۔ الحمد للہ احباب کی دعائیں قبول ہوئیں اور یہ مسجد صرف جماعت احمدیہ کلکتہ کے لئے ہی نہیں بلکہ دیگر جماعت ہائے احمدیہ مغربی بنگال کا مرجع ہے۔ اور تربیتی، تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ اور جمعہ اور اتوار کے علاوہ بھی روزانہ احباب کی ایک معقول تعداد کی آمد سے وہ آباد ہے۔ مزید برآں اس راستہ سے انڈیمان نیز بیرونی ممالک انڈونیشیا، فجی، ملیشیا سے آنے والے احمدی احباب کے لئے آرام کرنے اور رہائی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حجِ بیت اللہ و زیارتِ حرمین شریفین

محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی اپنی اہلیہ محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اور فرزند مکرم میاں شریف احمد صاحب کی معیت میں ۱۹۷۲ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔ اس مبارک سفر کے حالات آپ نے بہت ہی دلنواز انداز سے رقم فرمائے۔ یہ بیان رُوحانی غذا کا رنگ رکھتا ہے۔

ارضِ حرم میں حاضری: ہم ۳ جنوری کو بوئنگ ہوائی جہاز پر جو ایک سو ستر زائرین پر مشتمل تھا روانہ ہوئے۔ راستہ بھر قرآن مجید کی تلاوت کا ریکارڈ بجتا رہا۔ بارہ بجے بہت ہی لذیذ بریانی جہاز والوں کی طرف سے پیش کی گئی۔ اور وقفہ کے ساتھ قہوہ۔ عین وقت پر نماز ظہر کے بعد جدہ میں اُترے۔ کسٹم میں بے حد بے انتظامی تھی۔ قریباً چار بجے ٹیکسی پر جو شاندار تھی اکیس۲۱ ریال کرایہ دے کر روانہ ہوئے۔ اور عصر کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ سامان معلم کے مکان پر رکھ کر حرم شریف میں جا کر طواف کا شرف حاصل کیا۔ صفا مروہ پر سعی کی۔ آبِ زمزم سے راحت حاصل کی۔ نمازِ عصر پڑھی۔ اور دو۲ نفل پڑھ کر احرام کھولا۔ معلم کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ اور اس کی وساطت سے حرم شریف کے قریب ہی ایک کمرہ ۱۰×۱۵ سائز کا ایک ماہ کے لئے ایک ہزار ریال کرایہ پر حاصل کیا جس میں بجلی۔ پانی اور فلش سسٹم کا اچھا انتظام ہے۔ الحمد للہ۔

مکہ کی عظمت اور شان و شوکت اس مقدس شہر میں بیت اللہ ہونے کی وجہ سے رُوحانی شان کے علاوہ دُنیاوی رنگ میں بھی چھ چھ اور آٹھ آٹھ منزلہ بیشمار محلّات موجود ہیں۔ اکثر میں لفٹ کی سہولت بھی میسّر ہے۔ مگر شرح کرایہ ایک ماہ پانچ تا سات ہزار ہے۔ یکصد ریال مساوی ہیں دو سو ستر روپے پاکستانی کے۔ سو اُن محلّات میں کمرہ لینا ہمارے جیسے متوسّط حال کے بس کا نہیں۔ ان محلّات میں کم و بیش یکصد اور دو صد کمرے ہیں اور زیادہ تر

اسلامی حکومتیں اپنی رعایا کے لئے ٹورسٹ کے طور پر کرایہ پر لیتی ہیں۔ مگر حکومتِ پاکستان نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ گو یہاں اس کا سفارت خانہ اور اچھا خاصا ہسپتال بھی موجود ہے۔

سفرِ مدینہ منوّرہ ۴ رماہِ حال کو ضروری سامان ہمراہ لے کر مدینہ منوّرہ کا رُخ کیا۔ ایک امپالہ ٹیکسی پچھتّر ریال میں کرایہ پر لی۔ اور اڑھائی صد میل کا یہ سفر پانچ گھنٹے میں طے کیا۔ سڑک بہت پختہ اور کافی چوڑی ہے۔ سارا راستہ سیاہ اور بنجر پہاڑیوں سے گھرا ہُوا ہے۔ زائرین بدر کے مقام کے قریب چند منٹ کے لئے ٹھہرتے ہیں۔ اور اکثر دو۲ نفل بھی پڑھتے ہیں۔ مدینہ منوّرہ کے قرب وجوار میں نخلستان نظر آتے ہیں۔ جس میں بیشتر درخت کھجور کے ہیں اور کچھ زراعت بھی ہوتی ہے۔ نمازِ عصر کے قریب ہم دیارِ محبوب میں پہنچے۔ اُس وقت بارش ہو رہی تھی۔ مسجد نبویؐ سے ملحقہ راستہ پر نمازِ عصر پڑھی کیونکہ کثرتِ زائرین کی وجہ سے اندر جگہ نہیں تھی۔ مکہ معظمہ کے لئے ہر زائر کو اختیار ہے کہ اپنی پسند اور سہولت کے مطابق مُعلّم کا انتخاب کرے۔ مگر مدینہ منوّرہ میں حکومت نے ہر علاقہ کے لئے الگ الگ مُعلّم مقرر کئے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے مُعلّم کا نام حیدر الحیدری ہے۔ یہ ہے تو عربی النسل مگر اُردو اور پنجابی زبان بڑی روانی سے بولتا ہے۔ معقول آدمی ہے۔ اس کا مکان اور دفتر مسجدِ نبویؐ کے بالکل قریب اور عین سامنے ہے۔ ایک حدیث کے منشاء کے مطابق اس مسجد میں کم از کم چالیس فرض نمازیں ادا کرنا بہت بڑے ثواب کا موجب ہے۔ اس کے مطابق ہر زائر کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ آٹھ دن اس شہر میں قیام کرے اس سے زیادہ قیام کی اس لئے اجازت نہیں کہ مسجدِ نبوی باوجود کافی وسیع ہونے کے ایک ہی وقت میں لاکھوں زائرین کے لئے ناکافی ہے۔ قیام کے اجازت نامہ کا نام تنازلی ہے۔ جو مُعلّم کی وساطت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق ہم نے قریب کی گلی میں نچلی منزل پر ۲۰×۲۵ سائز کا کمرہ آٹھ دن کے لئے دو صد ریال کرایہ پر حاصل کیا۔ جس میں مکہ شریف کی طرح بجلی۔ پانی اور صفائی کی سہولت میسّر ہے۔

جو زائر اتنا کرایہ برداشت نہیں کر سکتے یا نہیں کرنا چاہتے اُن کو مُعلّم کے مکان

پر ہی نیچے یا اُوپر کی منزلوں میں آٹھ دن کے لئے تیس یا چالیس ریال کرایہ کی شرح سے ایک چارپائی مل جاتی ہے۔ کھانے کے لئے دونوں شہروں میں ہر معیار کے ہوٹل موجود ہیں۔ پاکستانی اور پنجابی ہوٹلوں میں من پسند کھانا مناسب نرخ پر مل جاتا ہے۔ تازہ اور خشک فروٹ یہاں بافراط میسر ہیں۔ دونوں مقدس مقامات میں مچھر کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ بڑے راستوں اور چوڑے راستوں پر حکومت کی طرف سے ہر وقت ٹرک چکر لگاتے رہتے ہیں جن سے آٹومیٹک مشین فلٹ چھڑکتی رہتی ہے۔ اور تنگ گلیوں میں ایسی ہی دستی مشین پانی کی مشک کی طرح سرکاری ملازمین لئے پھرتے ہیں۔ ہر حکومت کو اسی طرح اپنی رعایا کو مچھر کی مصیبت سے محفوظ کرنا چاہیئے۔ مضافاتِ مدینہ منوّرہ میں مقدس زیارات — مسجد قبا۔ مسجد قبلتین۔ مسجد غمامہ۔ جنّت البقیع۔ اُحد پہاڑ۔ مزارِ حضرت حمزہؓ۔ خندق سے متعلقہ مسجد ابوبکرؓ۔ مسجد سلمان فارسیؓ۔ مسجد عمرؓ۔ اور مسجد فتح جہاں سُورۃ اِنَّا فَتَحْنَا نازل ہوئی تھی — کی زیارت کا پروگرام ٹیکسی والے فی کس دو ریال لے کر ڈیڑھ گھنٹے میں مکمل کرتے ہیں۔ ان سب مقامات پر جانے کے لئے پختہ سڑکیں موجود ہیں۔ زائرین وہاں دو دو نفل پڑھتے ہیں۔ ہر جگہ بے شمار گداگر نظر آتے ہیں۔ اور زائرین بڑے شرحِ صدر سے خیرات کرتے ہیں۔

رَوضۂ نبوی صلعم پر حاضری روضۂ مبارک حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ سلام کرنے اور دُرود شریف پڑھنے کا موقع ملتا رہا۔ مگر اس کے قریب پہنچنا مضبُوط جسم اور بڑے دل گُردے والے کا کام ہے۔ مُحبّانِ رسُولؐ کا اتنا ہجوم ہر وقت رہنے کی وجہ سے وہاں کھڑا ہونا بھی سخت مشکل ہے۔

مسجدِ نبوی صلعم یہ بڑی خوبصورت، وسیع اور شاندار ہے۔ فرش پر اس قدر قالین بچھے ہیں کہ سنگ مرمر کے فرش کا ایک انچ بھی ننگا نہیں۔ چھت ایسے خوبصورت اور نادر جھاڑ اور فانوس سے مزیّن ہے کہ انسان ششدر و حیران رہ جاتا ہے۔ رُوحانی نُور سے یہ مقام تو معمُور ہے ہی، لیکن ظاہری روشنی بھی کمال کو پہنچی ہے۔ مختلف ڈیزائن کی ہزاروں ٹیوب لائٹوں نے مسجد کے ہر حصّہ کو بقعۂ نور بنا رکھا ہے۔ روضۂ مبارک کی جالیوں کے اردگرد سخت پہرہ ہر وقت رہتا ہے۔ مگر عاشقانِ رسولؐ

بھی معلومہ طریقہ سے اپنی آرزو پوری کر ہی لیتے ہیں۔

مسجد کے تینوں جانب بارہ عظیم الشان دروازے ہیں اور درمیان میں بغیر سقف کے تین چوک ہیں۔ جہاں زائرین آکر کبوتروں کے لئے گندم ڈالتے ہیں۔ یہ گندم برقعہ پوش مستورات مسجد کے قُرب و جوار میں لئے بیٹھی رہتی ہیں۔ اور معقول قیمت پر بیچتی ہیں۔ ہر نماز کے وقت مسجد کا ہر کونہ نمازیوں سے بھر جاتا ہے۔ اور باہر بھی اردگرد ہزاروں صفیں بچھ جاتی ہیں۔ سرسری اندازہ کے مطابق ہر نماز میں ایک لاکھ خوش نصیب شامل ہوتا ہوگا۔ سوائے نمازِ مغرب کے، چاروں نمازوں کے وقت لاؤڈسپیکر پر دو دو اذانیں ہوتی ہیں۔ تہجد کی اذان بھی ہوتی ہے۔ ہر اسلامی ملک کے باشندے اپنے قومی لباس میں ملبوس بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس جمِ غفیر میں مستورات بھی کثرت سے ہوتی ہیں —!!

مدینہ مُنوّرہ کی بعض دیگر خصوصیات بازار کافی چوڑے، سڑکیں پختہ اور صاف اور میونسپلٹی کا انتظام مہذب و ترقی یافتہ شہروں کی طرح ہے۔ بے شمار دُکانیں عجیب و غریب اور نادر اشیاء سے بھری ہوئی ہیں۔ جہاں روزانہ لاکھوں روپے کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ہر نماز سے قبل اور بعد زائرین جس کثرتِ شوق اور انہماک سے خرید میں مشغول نظر آتے ہیں ان کو دیکھ کر بادی النظر میں گویا یہ گمان ہوتا ہے کہ خلق کا یہ انبوہ یہاں صرف خریداری کے لئے ہی آیا ہوا ہے۔ موٹریں اس کثرت سے نظر آتی ہیں گویا تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ جیسی گاڑی کسی ملک کے پریذیڈنٹ کو میسر آتی ہے، ویسی نفیس موٹر پر ہر زائر مناسب کرایہ دے کر سواری کر لیتا ہے۔

جب امام الحمد شریف پڑھتے ہوئے وَلَا الضَّآلِّین پڑھتا ہے تو تمام مقتدی بلند آواز سے بڑے دلکش اور دلآویز طریقہ پر لمبی آمین کہتے ہیں۔ تقریباً نصف نمازی قیام میں ہاتھ نہیں باندھتے۔ ساری مسجد میں بے پناہ ہجوم کی وجہ سے نمازیوں کے سامنے (لوگ) بے تحاشہ گزرتے ہیں۔ اور مستورات منہ پر پردہ نہیں کرتیں۔ پانی پلانے والے [illegible] پھولوں پر اٹھائے مسجد میں ہر وقت گھومتے رہتے ہیں۔ یہ نہایت توفی [illegible]

کہتے ہیں مگر ایک یادو قرش حاصل کرنے کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں ۔

مسجدِ نبویؐ کے اردگرد فوٹو گرافر ایسا کیمرہ لئے پھرتے ہیں جو چند ریال لے کر چٹ منگنی پٹ بیاہ کی طرح آن کی آن میں فوٹو نکال دیتے ہیں ۔ ہم نے بھی مسجد کے سامنے اس کا تجربہ کیا ، جو فوٹو ئیں نے بھجوایا ہے ۔ لیکن یا تو ابھی سائنس نے ایسے برقی فوٹو میں کمال حاصل نہیں کیا یا فوٹو گرافر ہی اناڑی قسم کا تھا ۔ کیونکہ ہمارے فوٹو کوئی خاص اچھے قسم کے نہیں آئے تاہم ہماری ظاہری شکل کی کیا حقیقت ہے ، دراصل انسان کا باطن صاف ستھرا اور نیک ہونا چاہیئے ۔ اور ہمیں اپنے احسن الخالقین آقا کے فضل سے یہی اُمید ہے کہ وہ ہمارے باطن کو خوبی کے ہر زیور سے آراستہ کرے گا ۔ اِنشاء اللہ تعالیٰ ۔

مکّہ میں دوبارہ ورُود

ہمارا تنازلی کا عرصہ ختم ہُوا تو ۵ رذی الحج کو نمازِ فجر سے قبل ہی ہم نے سامان باندھ لیا ۔ بعد نمازِ فجر روضۂ مبارک پر درُود شریف پڑھنے اور مسجدِ نبویؐ میں رُخصتی دو نوافل ادا کرنے اور حضور پرنور صلعم کو الوداعی سلام عرض کرنے کے بعد ناشتہ کر کے ہم تقریباً ۹ بجے صُبح ایک سو بیس ریال کرایہ پر ایک شاندار ٹیکسی پر دیارِ محبوبؐ سے روانہ ہُوئے ۔ تین میل پر بئرِعلی کے مقام پر مدینہ منوّرہ سے آنے پر احرام باندھتے ہیں ۔ ہم نے بھی یہاں احرام کے دو نفل پڑھے ۔ بدر کے مقام پر بھی ہم نے نوافل ادا کئے ۔ اور درمیانی مقام پر نمازِ ظہر پڑھی ۔ اور کھانا کھا کر آگے روانہ ہوئے ۔ اور قریب تین بجے مقدس شہر مکّہ معظمہ میں داخل ہوئے ۔ اور سامان اپنے کمرہ میں رکھ کر حرم شریف پہنچے اور طواف کیا ۔ صفا و مروہ پر سعی کی ۔ آبِ زمزم پیا ۔ اور دو نفل پڑھے ۔ اور احرام کھولا ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہ ۔

بیت اللہ شریف

مکّہ معظمہ کی مسجد کے چاروں طرف کی شاہراہوں سے بیت اللہ شریف تین سیڑھیاں نیچے ہے ۔ یہ سیڑھیاں ایک جگہ نہیں بلکہ بتدریج دو دو اور چار چار سیڑھیاں نیچے اُترنا پڑتا ہے ۔ اوقاتِ نماز کے علاوہ صحنِ مسجد کے مختلف کونوں میں واعظین اپنے ہم زبان زائرین کو ارشادات حج کے بارے میں وعظ و نصیحت سے مستفیض کرتے ہیں ۔

صفا و مروہ کی پہاڑیاں

صفا اور مروہ کے درمیان بہت سا فاصلہ ہے ۔ حکومت نے ان دونوں پہاڑیوں کا کچھ نشان جُوں کا تُوں برقرار رکھا ہے ۔ یہ دونوں اور درمیانی راستہ سنگِ مرمر سے مزیّن ہیں ۔ یہ جگہ حرم شریف سے بالکل متصل ہے ۔ اس طرف سے باہر نکلنے کے لئے دس دروازے ہیں ۔ راستہ کے عین درمیان دو خوبصورت سی چھوٹی چھوٹی گلیاں بنی ہوئی ہیں ۔ جن میں رکشہ کی طرح کی چھوٹی گاڑیوں پر ضعیف و معذور افراد کو منتظمین کے مقرر کردہ مزدور کچھ نذرانہ لے کر سعی کراتے ہیں ۔ اس دفعہ سعی کے وقت منیر کی والدہ نے مجھے چھوٹی گاڑی پر سعی کرنے کا مشورہ دیا ۔ مَیں نے کہا کہ میری ظاہری حالت پر نہ جاؤ ۔ میرا دِل خدا کے فضل سے جوان اور کافی توانا ہے ۔ مَیں بھی آپ کی طرح آسانی اور شرحِ صدر سے ساتوں چکر چل کر اور دوڑ کر پورے کر سکتا ہوں ۔ فالحمد للہ ۔ یہ ذکر مَیں نے خاص طور پر اس لئے کیا ہے کہ آپ کو یہ معلوم کر کے اطمینان ہو کہ ہم تینوں کی صحت ماشاء اللہ اچھی ہے ۔ اور ہم بہت چاق و چوبند ہیں ۔ فالحمد للہ ۔

اوقات کا سسٹم

مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ اور سارے عرب میں رائج اوقات کے سسٹم کے مطابق نمازوں کے اوقات یہ ہیں ۔ فجر بارہ بجکر دس منٹ ۔ ظہر پونے سات ۔ عصر پونے دس ۔ مغرب بارہ اور عشاء ڈیڑھ بجے ۔ اور تہجد دس بجے ۔ گویا پاکستانی وقت سے چھ گھنٹہ کا فرق ہے ۔

عمارتِ حرم شریف

یہ دو منزلہ بہت وسیع اور بے حد خوبصورت اور شاندار ہے سعودی حکومت نے اس کی تعمیر پر کروڑوں ریال خرچ کئے ہوں گے ۔

باہمی بے تکلّفی :- باہمی گفتگو کی بے تکلّفی اور سادگی کا یہ عالم ہے کہ یہاں کسی بھی انجان آدمی کو مخاطب کرنا ہو تو "یا رفیق" کہہ کر ابتدا کرتے ہیں ۔

داڑھیاں ندارد :- یہاں ایرانی ۔ ترکی اور ہمسایہ عرب ممالک کے سب زائرین کی داڑھیاں صفاچٹ نظر آئیں ۔ صرف بعض عرب ۔ پاکستانی اور ہندوستانی زائرین میں سے قلیل تعداد داڑھیوں والوں کی نظر آتی تھی ۔

ٹریفک کا طریق

یہاں کے ان تینوں بڑے شہروں میں ٹریفک KEEP TO THE RIGHT ہے۔ اور ہر چوراستہ پر سُرخ و سبز بتّیوں کا انتظام ہے۔ موٹر اور بسوں کی باڈیاں بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اُونٹ کا یہاں نام ونشان بھی نہیں ہے۔ یا کم از کم اِن سفروں میں میں نے تو ایک اُونٹ بھی نہیں دیکھا۔ نہ ہی یہاں گدھا گاڑیاں یا آٹو رکشا نظر آتا ہے۔ ہر مقام پر ہر طرف شاندار موٹریں بسیں اور ٹرک ہی نظر آتے ہیں۔

دیگر افضالِ الٰہیہ

یہاں موسم معتدل ہے۔ مگر مدینہ منوّرہ میں بہت سردی ہے۔ مُلکی حکومت کے شفاخانوں کے علاوہ ہر اسلامی مُلک نے اِن ایّام کے لئے عارضی شفاخانے کھولے ہیں۔ ہمیں کسی کے دروازے تک جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہم نے فضلِ الٰہی کے دروازے ہی دیکھے ہیں۔ ہم تینوں کی صحت ماشاء اللہ اچھی ہے۔ فَالحَمدُ لِلّٰہ۔

کچھ دن ہم دونوں شہروں میں کھانا مختلف ہوٹلوں میں کھاتے رہے۔ مگر پھر میرے گھر والوں نے تیل کے چولھے پر اپنے کمرہ کے سامنے انتظام شروع کیا۔ خداداد سلیقہ سے بہت ہی لذیذ اور پُرلطف کھانا تیار ہوتا ہے۔ اور کمال ہے کہ اتنے مختصر وقت میں تیار بھی ہو جاتا ہے۔ اور کھا بھی لیا جاتا ہے کہ عبادت، نوافل اور تلاوت وغیرہ جو یہاں کی آمد کا اصل مقصد ہے اس میں کوئی کمی یا خلل واقع نہیں ہوتا۔ سُبحان اللہ۔

سُوڈان کے جنرل نُمیری کا طواف

۲۰ جنوری کو بعد نمازِ عصر سُوڈان کے صدر جنرل نُمیری نے طوافِ بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ پہلے حرم شریف کے باہر حکومتِ سعودیہ کی طرف سے انہیں گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ پھر پولیس کا ایک دستہ انہیں گھیرے میں لے کر بیت اللہ کے قریب لے گیا جہاں خانۂ خدا سے قریباً دو گز کے فاصلہ پر پولیس کے سپاہی چاروں طرف متعین تھے۔ اس دائرہ کے اندر موصوف نے طواف کیا۔ اس نظارہ کو ہزاروں زائرین نے دیکھا!!

ناقابلِ برداشت مہنگائی

(مکتوب ۲۲ جنوری) مہنگائی حد سے زیادہ بلکہ اب تو ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے۔ ریال کے بیس قرش ہوتے ہیں۔ اور دو روپے ستّر پیسے کے برابر ہے۔ گویا ایک قرش چودہ نئے پیسے کا ہُوا۔ یہاں میدہ کی اچھی خاصی پشاوری روٹی بہت نفیس قسم کی بنتی ہے۔ اور عام طور پر مرغوب بھی ہے۔ ابتدا میں چھپّن پیسے کی ایک روٹی تھی مگر اب چھ قرش یعنی چوراسی پیسے طلب کرتے ہیں۔ ایک روٹی سے ہی سیری ہو جاتی ہے۔ یہی صُورت نرخ چینی، دُودھ اور گوشت وغیرہ کی ہے۔ البتہ یہاں ہر چیز با افراط اور راشن وغیرہ کی مُصیبت سے آزاد ہے۔ عام استعمال کے پانی کی یہاں کوئی قلت نہیں تھی۔ مگر اب چونکہ حکومت نے مِنیٰ اور عرفات کے میدان کے لئے پانی کا غیر معمولی ذخیرہ فراہم کرنا ہے اس لئے پانی کی سپلائی کا زیادہ تر رُخ اُس طرف پھیر دیا گیا ہے۔ البتہ آبِ زمزم کی دو صُراحیاں بھر کر مُعلّم کا کارندہ ہر صُبح ہمارے کمرہ میں رکھ جاتا ہے۔

حرم شریف میں ازدحام

آپ ۲۲ جنوری کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حرم شریف کے چاروں اطراف میں پولیس کے خیمے لگائے گئے ہیں۔ اور انتظام سخت کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں زائرین کا ہجوم اپنے کمال کو پہنچا ہُوا ہے۔ راستوں اور بازاروں میں چلنا محال ہو گیا ہے۔ حرم شریف میں نماز کے لئے داخل ہونے اور نماز کے بعد باہر آنے میں بہت وقت بھی لگتا ہے اور دھکے بھی لگتے ہیں۔ نمازی اگلی صف کے نمازیوں کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتے ہیں۔ اب تک تو ہم روزانہ طواف کرتے بلکہ تمہاری آپا (یعنی والدہ) اور شریف احمد تو روزانہ دو دو طواف کا شرف بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔ مگر اب یہ بیشک ہماری طاقت سے تو بالا ہو گئی ہے۔ حج کے دن تو جس طرح بھی ہو سکا گرتے پڑتے اور دھکے کھا کر بھی کرنا ہی ہوگا۔ اللہ تعالےٰ طاقت عطا کرے۔ اور دھکے مارنے والوں کو بھی معاف کرے۔ کل جُمعہ کی نماز کے وقت میرا سرسری اندازہ ہے کہ حرم شریف میں دس لاکھ کا اجتماع ہُوا ہوگا۔ میں اور عزیز شریف احمد تو زیادہ تر ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوتے اور باہر آتے ہیں۔

تمہاری آپا جی الگ دوسرے دروازے سے مستورات کے زمرہ میں جا کر بیٹھتی ہیں مختلف جگہوں پر سٹینڈ رکھے ہیں جن پر بیشمار قرآن مجید زیادہ تر تاج کمپنی والوں کے رکھے ہیں۔ اور خوش نصیب زائرین تلاوت کرتے ہیں۔ اس نیکی میں تمہاری آپا جی اور شریف احمد سبقت لے گئے ہیں۔ لیکن میں بھی روزانہ ایک سپارہ تو پڑھ ہی لیتا ہوں۔ فالحمدللہ۔ قرآن مجید کی بعض سورتوں کی آخری آیت امام کی طرف سے تلاوت ہونے پر مقتدی بھی حسب ہدایت کوئی جملہ پڑھتے ہیں۔ مثلاً سورۃ التین کے آخر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ امام کے پڑھنے پر مقتدی کہتے ہیں بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ۔ مگر مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اس امر کو گویا کوئی جانتا ہی نہیں۔ یا شاید منہ میں پڑھتے ہوں۔

طواف ملک معظم (شاہ مملکت سعودی عرب)

۲۳ر جنوری کو صبح کے وقت جب ہم حرم شریف گئے تو معلوم ہوا کہ ملک معظم طواف کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ خانہ خدا کے اردگرد کا صحن زائرین سے خالی کر دیا گیا۔ اور دائرہ میں پولیس کی بھاری جمعیت ایستادہ تھی۔ ہم مسجد کی بالائی منزل پر سے اس نظارہ کو دیکھنے گئے۔ وہاں بھی پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ اور پیچھے ہزاروں زائرین کھڑے تھے۔ قریباً نو بجے ملک معظم سرخ ٹوپیوں والے باڈی گارڈ کے دائرہ کے اندر تشریف لائے۔ موصوف عرب کے قومی لباس میں ملبوس تھے۔ اور وزراء اور اسلامی ممالک کے سفراء ہمراہ تھے۔ طواف کے سات چکروں کے بعد انہوں نے چاہ زمزم کے قریب چبوترہ پر دو نفل ادا کئے۔ پھر بیت اللہ کے قریب سیڑھی لگائی گئی اور اس کا دروازہ کھولا گیا۔ موصوف اس کے اندر داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اسے صاف کیا۔ اور پھر باہر تشریف لے آئے۔ اس تقریب پر قریباً دو گھنٹے صرف ہوئے۔

حرم شریف کی بالائی منزل

اس سے پہلے ۱۹ر جنوری کو حرم شریف کے اردگرد عمارت کی دوسری منزل دیکھی۔ بڑی ہی دلکش اور دلآویز ہے۔ ہجوم زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اب اوپر بھی بے شمار زائرین عبادات بجا لاتے نظر آتے ہیں۔ اوپر سے طواف کرنے والوں کا نظارہ ایسا دل کو موہ لینے والا

ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صفا و مروہ کی ریڑھی والی سواری کی طرح ضعیف اور معذور لوگوں کے لئے طواف کرانے کا بھی انتظام ہے۔ صوفے کی طرح کی چارپائی پر زائر کو بٹھا کر تین قوی ہیکل مزدور سات چکر لگاتے ہیں۔ ہر وقت ایسے بیس پچیس صوفے چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ہر قسم کے لوگوں کے لئے یہاں کافی روزی کا سامان میسّر فرمایا ہے۔

مناسکِ حج کی ادائیگی

اب تک سولہ دن تو ہمارے ایسے گزرے ہیں جیسے ایئرکنڈیشنڈ کا سفر ہوتا ہے۔ فالحمدللہ۔ لیکن اگلے ایام گویا کہ حج کے مرکز کے ہیں جبکہ منیٰ۔ مزدلفہ اور عرفات کے میدان میں خیموں کے اندر اور زمین پر بیٹھنا اور سونا اور نوافل ادا کرنا اور حرم شریف میں وہاں آمد و رفت کا بڑا ہی کٹھن سفر طے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ جس طرح اس نے ہمیں یہاں آنے کی توفیق دی ہے، ان ایام میں بھی ہماری نصرت فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔ مکرم حاجی صاحب کو ان مقدس مقامات کے حالات پر مشتمل میرے خطوط سنایا کریں۔ کیونکہ وہ کوئے یار سے واقف ہیں۔ ان کو سن کر ان کی پرانی یاد تازہ ہو جایا کرے گی۔ [1]

مکہ مکرمہ سے منیٰ کا سفر

۲۹ر جنوری کے مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:۔
اب تو حج کی وجہ سے ۲۴ر جنوری سے ڈاکخانہ بھی بند ہے شاید کل سے ڈاک کی ڈیلیوری شروع ہو گی۔ ہم نے ۲۳ر کی شب کو ہی اپنے کمرہ میں اپنے سامان کو دو حصوں میں الگ کر لیا۔ اور ساتھ لے جانے والا سامان الگ کر کے دوسرا حصہ باندھ کر ریزرو کر لیا۔ اور غسل وغیرہ سے بھی فراغت حاصل کر کے حج کے بقیہ اور اہم سفر کے لئے کمر باندھ لی۔

مناسکِ حج کا پروگرام ۸ر ذی الحج سے شروع ہوتا ہے۔ اس صبح کو تمام

---

[1] مراد حضرت سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے سمدھی حضرت حاجی سیٹھ محمد ابراہیم صاحب رضی کانپوری (حال مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)

زائرین منٰی کو روانہ ہو جاتے ہیں اور مکہ معظمہ کی تین چوتھائی آبادی پانچ میل پر واقع مقام منٰی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس روز گویا ۲۴ جنوری کو علی الصبح نماز کے معًا بعد حرم شریف میں حاضر ہو کر طواف کیا۔ مسنون نفل پڑھے۔ ناشتہ کیا۔ اس سفر کی آمد و رفت کے لئے معلّم کی وساطت سے یکصد ریال فی کس کی شرح سے ایک ٹیکسی کا انتظام کیا تھا۔ جس میں ڈرائیور کے علاوہ جملہ سات زائرین سفر کر سکتے تھے۔ وہ وقتِ مقررہ پر آ گئی۔ اور فی الفور منٰی کی طرف روانہ ہو گئی۔ کافی چوڑی اور پختہ عمدہ سڑک ہے۔ جو پہاڑوں کے درمیان سے چکر کاٹتی ہوئی گزرتی ہے۔

شہر میں بہت خوبصورت عمارات بھی ہیں۔ مگر ایامِ حج میں صرف پانچ دن کے قیام کے لئے معلّم صاحبان اپنے اپنے زائرین کے لئے سڑک کے دونوں کناروں پر حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین پر خیمے نصب کرتے ہیں۔ جو چھوٹے بڑے سائز کے ہوتے ہیں۔ ہم نے ان میں سے مخصوص خیمہ تین صد ریال پر حاصل کیا۔ اس کا بیت الخلا بھی الگ تھا۔ جو زائرین عام خیموں میں قیام کرتے ہیں ان کو پینتیس ریال فی کس دینا پڑتا ہے اور بیت الخلا بھی ان کا عام ہوتا ہے۔ گزشتہ سالوں میں ہر خیمہ کے لئے معلّم کی طرف سے لالٹین کا انتظام ہوتا تھا۔ مگر اب بجلی میسّر ہے۔ تقریبًا چار لاکھ زائرین کے اس اجتماع کے لئے سعودی حکومت کی طرف سے پانی، صفائی اور پہرہ وغیرہ کا بہترین انتظام ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا اس تین میل کے رقبہ میں ایک لشکرِ جرّار خیمہ زن ہے۔ متعلقہ راستوں پر بجلی کی روشنی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں عرب پولیس پہرہ پر متعیّن ہے۔ ٹریفک کو بڑی مستعدی سے کنٹرول کرتی ہے۔ فضا میں ہر وقت ہیلی کاپٹر چکر لگا کر پولیس کو ہدایات اور معلومات فراہم کرتا ہے۔ عارضی شفاخانہ کی طرز دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ سڑک کے دونوں اطراف میں متعدد ہوٹل اور کھانے پینے کی بے شمار دکانیں موجود تھیں۔

جس مقام پر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی وہاں حکومت کی طرف سے بڑی خوبصورت اور شاندار مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔ جسے اب مزید وسعت

دی جا رہی ہے۔ اسے مسجدِ خیف کہتے ہیں۔ ملک معظّم کی قیام گاہ کے لئے اس رقبہ میں شاندار خیمہ نصب ہے جو بظاہر شاہی محل کی طرح نظر آتا ہے۔ اور بہت ہی خوبصورت جھاڑ اور فانوس سے مزیّن ہے۔

مکہ سے منٰی تک موٹروں اور بسوں کی تعداد کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ گاڑیوں کو تقریبًا فرسٹ گیئر میں چلانا پڑا۔ متوسط حال زائرین لاکھوں کی تعداد میں پیدل سفر کر رہے تھے۔ اور انہوں نے اپنا بوریا بستر اپنے سروں اور کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ وہ بھی ہماری بسوں وغیرہ کے ساتھ ہی منزلِ مقصود پر پہنچ رہے تھے۔ اور ایسے زائرین سڑک کے دونوں کناروں پر واقع پہاڑوں کے سلسلہ پر اپنی قیام گاہیں بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ معلّموں کے خیموں کا کرایہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہ نظارہ بھی بہت دلفریب ہوتا ہے۔

اسی سڑک پر کافی فاصلہ کے ساتھ ساتھ الگ الگ تین شیطان (جمرات) بھی نصب ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اور جن پر ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحج کو کنکریاں مارنا (رمی جمار) مناسکِ حج میں داخل ہے۔ میں اور والدہ عزیز شریف احمد تو ان شیطانوں تک نہیں جا سکے کیونکہ وہاں بہت بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ اور بعض جوشیلے زائرین اتنے جوش اور جذبہ سے کنکریاں مارتے ہیں گویا کہ سچ مچ کا شیطانِ ابراہیم ان کے سامنے ہے۔ اور اس وجہ سے اکثر غیر محتاط زائرین زخمی بھی ہو جاتے ہیں۔ عزیز شریف احمد نے اپنے علاوہ ہماری نمائندگی بھی کی۔ سڑک کے دونوں اطراف میں متعدد ہوٹل اور اکل و شرب کی بیشمار دکانیں موجود تھیں۔ متعلقہ مناسک کے آغاز کا اعلان روزانہ دو عدد توپ کی سلامی سے کیا جاتا ہے۔

احمدیوں سے ملاقات کا ایمان افروز تذکرہ

مکہ معظمہ سے روانگی کے لئے جب صبح ٹیکسی ہماری قیام گاہ پر پہنچی تو اس میں چار زائرین دو مستورات اور دو مرد تشریف فرما تھے۔ رسمی سلام

کے بعد ہم بھی سوار ہو گئے ۔ ہم ایک دوسرے سے اجنبی تھے ۔ لیکن راستہ میں باہمی گفتگو سے ہمیں یہ اندازہ ہُوا کہ یہ چاروں زائرین بہت تعلیم یافتہ ، بے حد شریف اور دیندار ہیں ۔ اُن کی اُردو زبان نہایت شُستہ تھی ۔ اچانک والدہ منیر احمد کی نظر پاس بیٹھی ہوئی محترمہ کی ایک اُنگلی پر پڑی جس میں الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ والی انگوٹھی چمک رہی تھی ۔ انہوں نے جونہی اس اُنگلی کو چُھوا ، محترمہ نے جھٹ ہاتھ اندر کر لیا ۔ اس پر اہلیہ اَم نے کہا کہ آپ جس چیز کو چُھپا رہی ہیں ہم تو اس کے پروانے ہیں ۔ اس پر سارا راز کُھل گیا ۔ معلوم ہُوا کہ مکرم مرزا عبدالحق صاحب (ایڈووکیٹ) امیر جماعت احمدیہ صوبہ (مغربی) پنجاب ، مکرم پیر صلاح الدین صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ اور مکرم پروفیسر عبدالقادر صاحب بھاگلپوری کی دختر نیک اختر ہیں ۔ سُبحان اللہ ! ہمارے محسن مالک و خالق نے اس مقدس مقام پر کیسے پیارے اور معزز ہمراہی ہمیں عطا فرمائے ۔ فالحمدللہ ۔ ہمارا پتہ معلوم کر کے وہ بھی بہت خوش ہُوئے ۔ اور ہمارا یہ سفر خوش اسلوبی سے طے ہُوا ـــــ !!

مِنیٰ میں قیام

مِنیٰ میں ہم نے خصوصی خیمہ لیا جس کا پانچ دن کا کرایہ تین صد ریال تھا ۔ ہمارے ان رفقاء کا خیمہ ہم سے بڑے فاصلہ پر تھا ۔ مگر باہم خبر گیری اور تعاون ہوتا رہا ۔ خیمہ میں سامان رکھنے کے بعد ہم نے ایک اور احسانِ خداوندی مُشاہدہ کیا ۔ یہ کہ ہمارے بالکل متصل احمدی زائرین مقیم تھے ۔ یعنی ڈاکٹر ملک عطاء اللہ صاحب برادر ملک صلاح الدین صاحب ۔ اُن کی اہلیہ صاحبہ اور دُختر ۔ ڈاکٹر صاحب جدہ میں معزز سرکاری عُہدہ پر فائز ہیں ۔ مکرم مولوی تاج الدین صاحب قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ (ربوہ) کی دُختر

اور اُن کے خاوند میر محمد صدیق صاحب جو جدہ میں اچھے عُہدہ پر ملازم ہیں ۔ نیز کیپٹن بشیر احمد صاحب جو بحری جہاز سفینہ حُجاج پر انجینئر ہیں اور پاکستانی سفارت خانہ میں مقیم ہیں ۔ ان سے بھی اکثر ملاقات کا موقعہ ملتا رہا ۔ اور دینی و دُنیوی طور پہ وقت اچھا گزرتا رہا ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔

عرفات میں وُرود

مِنیٰ سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر میدانِ عرفات میں ۹ ذی الحج کی صُبح کو جا کر غروبِ آفتاب تک رہنا لازمی ہے ۔ یہاں جبلِ رحمت پر حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خُطبہ ارشاد فرمایا تھا ۔ یہاں تین چار سڑکیں بہت چوڑی ۔ پختہ ، پہاڑوں میں چکر کاٹتی ہُوئی پہنچاتی ہیں ۔ بجلی ، پانی ، صفائی اور پولیس کا بہترین انتظام ہے ۔ بڑی خوبصورت وسیع مسجد مع مینار و منبر موجود ہے ۔ اور معلّم ہی تمام زائرین کے لئے خیموں کا انتظام کرتے ہیں ۔ یہاں ظہر و عصر قصر کے ساتھ جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں ۔ دن کا کھانا حکومت کی طرف سے زائرین کو مُفت دیا جاتا ہے ۔ جس کا انتظام ہر مُعلّم اپنے حلقہ کے زائرین کے لئے کرتا ہے ۔ دیانتدار معلّم تو بہت ہی عمدہ اور لذیذ بریانی سے تواضع کرتے ہیں ۔ دیگر معلّموں میں ایسا معیار نظر نہیں آیا ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے ۔ عزیز شریف احمد جبلِ رحمت پر چڑھا ۔

عرفات میں خُطبہ

سُنّتِ نبویؐ کے مطابق مقررہ وقت پر شیخ الاسلام صاحب خُطبہ ارشاد فرماتے ہیں ۔ ہمارا خیمہ مسجد سے بہت دُور تھا ۔ اور یہ میدان زائرین سے پُر ہو چکا تھا ۔ ہم مرد و زن اپنے خیمہ میں جمع ہُوئے ۔ مکرم ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا ۔ اور دونوں نمازیں قصر کرتے ہوئے جمع کر کے پڑھائیں ۔ سب نے مِل کر دُعائیں کیں ۔

مُزدلفہ کو واپسی اور وقوف

ہم جس مشترکہ ٹیکسی پر عرفات پہنچے تھے ، غروبِ آفتاب کے معاً بعد اُسی پر مُزدلفہ کو واپس ہوئے جو مِنیٰ اور عرفات کے درمیان واقع ہے ۔ یہاں بھی بڑی وسیع مینار والی نہایت خوبصورت مسجد موجود ہے ۔ مگر خیموں کا نام و نشان نہیں ۔ زائرین موٹروں اور بسوں سے اُترتے ہی سڑکوں کے دونوں کناروں پر درویشانہ ڈیرے ڈال کر اپنا بوریا بستر زمین پر بچھا کر اپنے لئے مختصر سا ٹکڑہ محفوظ کر لیتے ہیں ۔ اِسی طرح ہم نے کیا جس کے معاً بعد مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے مغرب و عشاء کی نمازیں

جمع کرکے قصر پڑھائیں ۔ مکرم پیر صاحب نے کھانسی اور زکام سے قدرے علیل ہونے کی وجہ سے ٹیکسی کے اندر آرام فرمایا ۔ میرے لئے زمین پر آرام دہ بستر لگا دیا گیا۔ دونوں محترم مستورات کی خواہش پر عزیز شریف احمد ان کے ساتھ زیارتِ مسجد کے لئے گئے ۔ مکرم مرزا صاحب بھی ساتھ ہو گئے ۔ میری اہلیہ میری وجہ سے رُک گئیں ۔ یہ لوگ لاکھوں کے انبوہ میں گھُس گئے ۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد عزیز شریف احمد دونوں معزز بہنوں کو ہمراہ لے کر واپس آ گئے ۔ وہ ان دونوں کو سلامتی سے پہنچانے آئے تھے ۔ اور پھر محترم مرزا صاحب کی تلاش کے لئے گئے، جن کا ساتھ چھوٹ جانے کی رُوح فرسا خبر انہوں نے سُنائی تھی ۔ مزید دو گھنٹے کے بعد آئے، کامیاب نہ ہو سکے تھے ۔ اس وجہ سے ہم نے بقیہ شب گویا کانٹوں پر گزاری ۔ اطمینان کا مُوجب یہ امر تھا کہ ہمارے یہ بزرگ ماشاء اللہ تعلیم یافتہ اور عربی دان ہیں ۔ اور ان کی کمر میں رقم موجود ہے ۔

مزدلفہ سے منیٰ کا سفر

علی الصبح سارے انبوہ نے اور ہم نے بھی کوچ کیا اور منیٰ میں اپنے خیموں میں آ گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوپہر کو مرزا صاحب شاداں و فرحاں تشریف لے آئے ۔ انہوں نے ایک شاہِ غزنی اور ایک فقیر کی شب گزاری کی مثال دیتے ہُوئے فرمایا کہ جب میں الگ ہو گیا تو کچھ وقت تو مَیں نے تلاش میں ضائع کیا ۔ پھر نااُمید ہو کر بمشکل مشعر الحرام میں داخل ہُوا ۔ سردی بہت تھی جو کہ زیادہ تر نوافل اور دُعاؤں میں گزاری ۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ایک بندے نے کمبل دیا ۔ دلاسا دیا ۔ اور ہر قسم کی امداد سے میرا دل مضبوط کیا ۔ بعد نماز صُبح قافلہ کے قیام کی جگہ تلاش تو کر لی ۔ مگر آپ لوگ روانہ ہو چکے تھے ۔ اس لئے مَیں بھی ٹیکسی کو چار ریال دے کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح و سلامت یہاں آ سکا ہُوں ۔

رمیِ جمار

۱۰ ذی الحجّ کو سات کنکریاں مارنا تھیں ۔ پیر صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ نے تو بہت چاق و چوبند ہو کر شیطان پر لعنت کا وار کیا۔ ہم دونوں اور پروفیسر صاحب کی صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے عزیز شریف احمد نے

یہ مرحلہ طے کیا ۔ قربانی کے لئے بھی یہ دونوں میاں بیوی قیام گاہ سے قریباً دو اڑھائی میل دُور مذبح پر گئے ۔ اور انہوں نے یہ فرض ادا کیا ۔ مَیں نے مذبح دیکھا بھی نہیں ۔ ہم نے تو ڈاکٹر ملک عطاء اللہ صاحب سے اس طرح مشترکہ انتظام کیا کہ پانچ افراد وہ تھے اور تین ہم ۔ ایک گائے ساڑھے تین صد ریال میں اور ایک بکری پچاس ریال میں خریدی گئی ۔ ذبح کرنے کی اُجرت پندرہ ریال سمیت جملہ چار سو پندرہ ریال کو آٹھ حصّوں میں تقسیم کر لیا گیا ۔

حرم شریف میں

۱۱ ذی الحج کو سامان وہیں چھوڑ کر حج کے سلسلہ میں ہم بیت اللہ شریف کا طواف کرنے حرم شریف میں آئے ۔ مگر وہاں اس قدر ہجوم تھا اور ایسی دھکّا بازی ہو رہی تھی کہ مطاف میں قدم رکھنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی ۔ بہت سے مرد دم ہار چکے تھے ۔ اور مستورات بیہوش ہو رہی تھیں ۔ ہم طواف نہ کر سکے ۔ اس مشکل کا کوئی حل سعودی حکومت کو اوّلین فُرصت میں نکالنا چاہیئے ۔ میری دانست میں اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ طوافِ بیت اللہ کیلئے ذکور و اناث کے الگ الگ اوقات مقرر کر دیئے جائیں ۔ حرم شریف چونکہ بڑی وسیع عمارت ہے اور دو منزلہ بھی ہے اس لئے ایک طبقہ کے طواف کے وقت دُوسرے طبقہ کو انتظار کرنے کے لئے کافی معقول جگہ بڑی عُمدگی سے میسّر آ سکتی ہے ۔ مزید برآں اس طرح مَردوں اور عورتوں کے اختلاط کی صُورت بھی پیدا نہیں ہوگی ۔

اختتامِ حج اور طوافِ بیت اللہ شریف

دُوسرے روز جمعۃ المبارک کے دن ہم نے بڑے اطمینان سے طواف کیا ۔ فالحمدُ لِلّٰہ ۔ ان سب مناسک کے ادا کرنے کے بعد اب ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو حاجی کے مقدس لیبل کا اہل ثابت کریں ۔ اور اس سے متعلقہ نیک اعمال کو وفاداری سے بجا لائیں ۔ جو مقدّس گٹھڑی ہمارے مالک نے ہمارے سر پر رکھی ہے، اُسے پُوری ہمت اور جوش کے ساتھ اُٹھائے رکھیں ۔ مختصر یہ کہ جو انمول امانت اس رحیم و قدیر خُدا نے ہمارے سپرد کی ہے، ہر قُربانی سے اس کی حفاظت کریں۔

دُعائیں

اس مقدس سفر کے دوران میں زائرین کی رہنمائی کے لئے پاکستان و ہندوستان کے بعض اداروں نے پاکٹ سائز کی کتابیں بکثرت تقسیم کرتے ہیں۔ جن میں وہ دُعائیں درج ہوتی ہیں جو مختلف مقامات پر پڑھنی چاہئیں۔ اکثر لوگ طواف وغیرہ کے وقت ایسی کتابیں سامنے رکھ کر چلتے بھی جاتے ہیں اور پڑھتے بھی جاتے ہیں۔ ان پڑھ لوگوں کی سہولت کے لئے حرم شریف میں کافی تعداد میں پیشہ ور مُعلّم چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اور چند ریال لے کر یہ خدمت اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ آگے آگے بلند آواز سے پڑھتا ہے اور (بغیر مفہوم سمجھنے کے) لوگ الفاظ دُہراتے جاتے ہیں۔ مَیں نے ابتداء سے ہی ہر دفعہ طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے علاوہ مقررہ مسنون دُعاؤں کے مندرجہ ذیل ترتیب سے ذیل کی دُعائیں پڑھیں، جو ہر آرزو اور ضرورت پر حاوی ہیں:۔

۱۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ۔ طواف کے پہلے پھیرے میں۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ دوسرے پھیرے میں۔

۳۔ رَبِّ كُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا تیسرے پھیرے میں۔

۴۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ چوتھے پھیرے میں۔

۵۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ پانچویں پھیرے میں۔

۶۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ چھٹے پھیرے میں۔

۷۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ساتویں پھیرے میں۔

طواف کے خاتمہ پر حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دُعا پڑھتا تھا:۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ○

اور پھر اپنی زبان میں متفرق حاجات و ضروریات کی تفصیل، اس کے بعد اسی جگہ دو نفل پڑھتا تھا۔ پھر قریب ہی چاہِ زمزم ہے وہاں کا پانی پی کر سعی۔ اگر سعی کا موقعہ ہو تو اس کے سات چکّر لگا کر قینچی سے تھوڑے سے بال کاٹ کر احرام کھول دیا جاتا ہے۔

آخر میں عُمرے کی توفیق پانا

کتنا احسانِ الٰہی ہے کہ ابتدائی ایام کے علاوہ ہم تینوں کو روزانہ ہی عُمرہ کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے صدقہ میں بڑی آسانی عطا فرمائی۔ ہم علی الصّبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹیکسی پر مقامِ تنعیم کو جاتے جو مدینہ منوّرہ سے آنے والی سڑک پر دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے عُمرہ شروع کیا جاتا ہے۔ ٹیکسی والے دو ریال فی کس لیتے ہیں۔ وہاں ایک مسجد ہے جہاں زائرین دو نفل ادا کرتے ہیں۔ بعدہٗ حرم شریف میں داخل ہو کر طواف کیا جاتا ہے۔ دو نفل ادا کر کے آبِ زمزم نوش کرتے ہیں اور صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔ طواف اور سعی میں عزیز شریف احمد اور ان کی والدہ تو خیر ماشاء اللہ کافی چست ہیں۔ مگر مَیں بھی بڑی بشاشت اور شرحِ صدر سے طواف و سعی کرتا اور اگر ان کے آگے نہیں چل سکتا تو کسی وقت پیچھے بھی نہیں رہ جاتا۔ فالحمد للہ۔

۳۱ جنوری تا ۳ فروری ہم میں سے ہر ایک نے چار چار عُمرے کئے۔ ۵ فروری کو نزلہ و زکام و بخار کی وجہ سے مَیں نہیں جا سکا۔ آخری تین دن مکرم پیر صلاح الدین صاحب کی اہلیہ صاحبہ اور مکرم پروفیسر صاحب کی صاحبزادی صاحبہ نے بھی ہمارے ساتھ شرکت کی۔

ذیل کے احباب کی طرف سے عُمرے کئے گئے:۔

حضرت[1] امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ حضرت[2] مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت[3] مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ۔ عزیزہ[4] شکیلہ۔ حضرت[5] مسیح موعود علیہ السّلام

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا۔ محترمہ سیدہ اُم طاہر صاحبہ مرحومہ۔ میرے خسر صاحب مرحوم۔ میری والدہ صاحبہ مرحومہ۔ پسران عزیزان منیر احمد و نصیر احمد۔ ناصرہ بی بی۔ میاں مبارک دین صاحب مرحوم و فرزانہ کی طرف سے۔ پہلے چار کی طرف سے مَیں نے، نمبر پانچ تا آٹھ کی طرف سے اہلیہ اُم نے اور بقیہ پانچ کی طرف سے عزیز شریف احمد نے عمرے کئے۔

زیارتِ مضافاتِ مکہ معظمہ

۵ر فروری کو پچھلے پہر بیس ریال کرایہ دے کر ایک ٹیکسی پر ہم تینوں، پیر صلاح الدین صاحب پروفیسر صاحب کی صاحبزادی صاحبہ اور دو اور بھائی بہن لاہور کے جو ہمارے قریب ہی قیام پذیر ہیں، مکہ معظمہ کے مضافات میں واقع زیاراتِ ذیل پر گئے :-

(۱) **مکان** جس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی **ولادت** ہوئی۔ یہ بند تھا۔ ہم نے باہر کھڑے ہو کر دُعائیں کیں۔

(۲) **غارِ حرا** : اس پر چڑھنا بہت دُشوار ہے۔ ہم نے پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر نفل پڑھے۔

(۳) **جنّۃ المعلیٰ** : اس قبرستان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادی رُقیہ بنت حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ کے مزار ہیں۔ ہم نے سب پر کھڑے ہو کر دُعائیں کیں۔ یہاں حضرت عبدالمطلب اور ابوطالب کے بھی مزار ہیں ——!!

(۴) **مسجدِ جِنّ** : یہ صرف بوقتِ نماز کُھلتی ہے۔ ہم نے باہر ہی کھڑے ہو کر دُعائیں کیں۔

(۵) **غارِ ثور** : ٹیکسی والے نے وہاں جانے سے انکار کر دیا کہ بہت دُور ہے۔

ایک بیٹی کو مشورہ

اپنی ایک بیٹی کو سفرِ حج کے بارے میں محترم سیٹھ صاحب یہ مشورہ دیتے ہیں کہ :-

عزیزہ شکیلہ کو اپنے سفر کے لئے ابھی سے تیاری کرنی اور عربی کے چند سے الفاظ اور عام بول چال سیکھنا شروع کرنا چاہیئے۔ ہندی اور بنگالی چند سے تو

مَیں نے لکھائے تھے۔ وہ بھی مُفید تھے۔ مگر یہ زبان تو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ تمہارے دونوں بھائی اسے بخوبی جانتے ہیں۔ دُنیا کے دھندوں میں پڑ کر اگر بھُول نہ گئے ہوں تو ابھی سے کاپی پر اس کی مشق شروع کرا دیں۔ بیشتر عبادات میں، مساجد میں لگے ہوئے کتبوں کے پڑھنے میں، زیارات میں اور عربی کی طالبات سے تبادلۂ خیال میں یہ بنیادی ضرورت ہے۔ اور سب سے آخر یہ کہ یہ خریداری کے وقت بھی بہت کام کرتی ہے۔

اِس مُبارک سفر سے مُراجعت

آپ نے ایک آخری مکتوب ۶ر فروری کو جدّہ سے تحریر کیا جو اپنے بلیٹوں کے نام تھا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ :-

ہم یہاں ۳ر جنوری کو پہنچے تھے۔ آج ۶ر فروری کو اس دیارِ محبوب کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ ہم نے علی الصّبح ناشتہ کیا۔ مَیں تو بوجہ بخار قیام گاہ پر ہی رہا۔ ان دونوں نے حرم شریف میں جا کر الوداعی طواف کیا۔ اور میری طرف سے بھی طواف کیا۔ سامان باندھا۔ ظُہر کی نماز پڑھ کر توکّل بر خُدا مکہ معظمہ سے تیس ریال کرایہ پر ٹیکسی لے کر روانہ ہوئے۔ اور پینتالیس میل کا سفر کر کے تین بجے جدّہ میں داخل ہوئے۔ جدّہ انٹرنیشنل پورٹ ہے۔ بہت وسیع اور عظیم الشان شہر ہے۔ حاجی کیمپ میں قیام ہے۔ جو سہ منزلہ عمارت ہے۔ بمبئی کے حاجی مسافر خانہ کی طرح بڑے بڑے کمرے ہیں۔ روشنی اور صفائی کا بہترین انتظام ہے۔ یہاں بھی سامان سے بھری ہوئی بے شمار دُکانیں ہیں۔ جن زائرین کی خریداری کی حسرت ابھی پُوری نہیں ہوئی وہ بقایا اندوختہ یہاں خرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی کچھ سامان تو خریدا ہے۔ مگر وہ دُوسرے لوگوں کی نسبت آٹے میں نمک کے برابر ہے ——!

چونتیس دِن دیارِ محبوب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی اچھے گُزرے۔ تم سب کو بھی یہاں آنے اور اِن پیارے مقامات کی زیارت کے مواقع نصیب ہوں۔

ایک اَور کے نام مکتوب میں آپ نے اِن مقامات مقدسہ سے اپنی والہانہ

محبت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ :-

مولا کریم نے تو ہم پر بیشمار فضل و احسان کئے۔ اس مقدس سفر کے مواقع عطا کئے۔ زادِ راہ سے نوازا۔ صحت و طاقت بخشی۔ اور اپنے دربار میں حاضری کا شرف بھی عطا فرمایا۔ مگر ہم ہیں کہ ؎

سُونگھی نہ بُوئے خُوش، نہ ہُوئی دیدِ گُل نصیب
افسوس دن بہار کے یُونہی گُذر گئے

جس طرح اپنے جسمانی وطن سے روانگی کے وقت طبیعت میں ملال ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ شدید احساس اب اِس رُوحانی وطن سے روانگی کے تصور سے بھی ہو رہا ہے۔ یُوں جی چاہتا ہے کہ زندگی کے بقیہ ایام دیارِ محبُوب میں ہی گزار لیں۔ بہت ہی پیاری، بابرکت اور پُر رونق جگہ ہے۔ گویا دونوں جہان کا چَورستہ ہے اور دین و دُنیا کی ہر چیز مُیسّر ہے۔ مَیں نے کتابوں، رسالوں اور سُنی سُنائی باتوں کی بناء پر ان مقدس مقامات کا جو نقشہ اپنے تصوّر میں باندھا ہُوا تھا اُس سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گنے زیادہ مشاہدہ کیا۔ یہاں آنا، ان بابرکت مقامات کی زیارت کرنا، عبادات بجالانا تو ہماری پیدائش کا مقصد ہے ہی، مگر مَیں تو کہوں گا یہاں رَسمی طور پر دن رات گذارنا بھی خوش نصیبی ہے۔

حقیقی حاجی بننے کی تمنّا

آپ نے حضرت الحاج سیٹھ محمد ابراہیم صاحب کے نام مکتوب میں تحریر کیا کہ آپ نے میرے تحریر کردہ حالات پڑھے ہوں گے۔ آپ کو جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کی سعادت عطا فرمائی تھی، اس میں گو آرام بہت کم تھا مگر ثواب و اجر بہت زیادہ تھا۔ اب تو "ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ آئے چوکھا" والا معاملہ ہے۔ کہاں اُونٹوں پر سفر، بھیانک، دُشوار گزار کچی سڑکیں اور بَدّوؤں کی جھڑکیاں۔ اور کہاں اب ہَوائی جہاز پر صرف چار گھنٹے کا سفر۔ بڑی وسیع، روشن اور ربر والی سڑکیں، شاندار موٹریں اور دس دس منزلہ لفٹ والی عمارات۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان مقامات کے زائرین کے لئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعائیں اپنے حقیقی معنوں میں اب ہی پُوری ہو رہی ہیں۔ سارے عرب میں دَولت کی ریل پیل ہو رہی ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی عظمت اور خوبصورتی پر لندن اور پیرس کو بھی رشک آتا ہوگا۔ دُنیا کی ہر نعمت، ہر آرام اور ہر قسم کی فارغ البالی یہاں مُیسّر ہے۔ مِنیٰ میں تین شیطانوں کو کنکریاں مار لینا تو بہت آسان ہو گیا ہے۔ مگر اپنے نفس کے شیطان کو زیر کر لینا اُتنا ہی دُشوار ہو گیا ہے —!!

مکرم حاجی صاحب! ایسے حالات میں دُعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ حاجی ہونا تبھی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم اپنے افعال و اعمال سے اور اپنے کردار سے اپنے آپ کو اہل ثابت کریں۔ ہمارے دل و دماغ میں وہ نُور ہمیشہ روشن رہے جو ان مقدس مقامات میں جگمگا رہا ہے۔ مَولیٰ کریم سلسلہ احمدیہ کو ترقی دے۔ اور ہمارے احباب کو اس مُقدس سَفر کی آسانیاں مُیسّر فرمائے۔ [1]

---

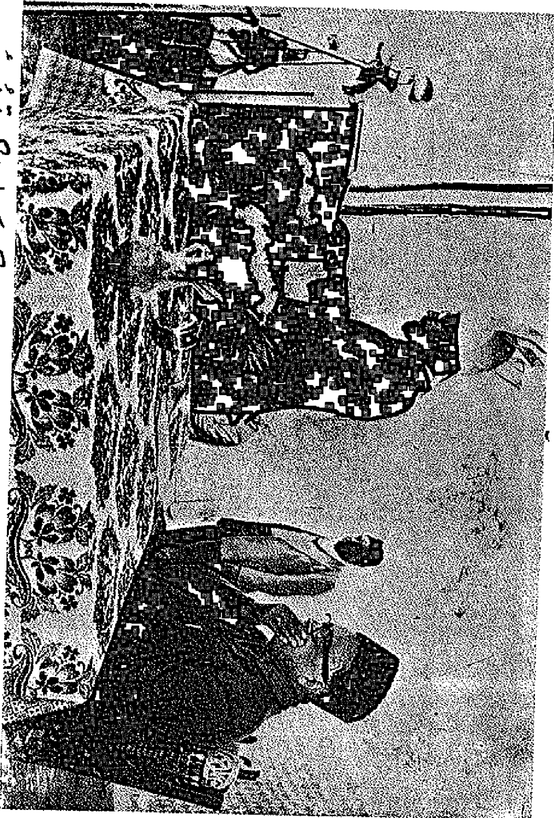
[1] آپ نے یہ مکتوبات ۱۶ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۲ - ۲۹ ر جنوری و یکم فروری ۱۹۷۲ء کو ایک مدینہ منوّرہ سے اور باقی مکہ معظمہ سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، محترم حاجی محمد ابراہیم صاحب اور اپنے بیٹوں کو تحریر کئے تھے۔ اُس وقت ایڈیٹر بدر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے مرتب کر کے بالعموم سیٹھ صاحب کے الفاظ میں بدر بابت ۲۹ رمئی و ۵ ر و ۱۲ ر و ۱۹ ر جون ۱۹۷۵ء کے شماروں میں شائع کئے۔ خاکسار نے اسے از سرِ نو مرتب کیا ہے۔

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے حج بدل کا انتظام کیا (اعلان منجانب محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مندرجہ بدر ۱۸ ر اپریل ۱۹۶۳ء) ؛

کے ہر فرمان پر دل وجان سے عمل کرتے اور ہر مالی تحریک پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ربوہ میں مسجد اقصیٰ کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی آپ کی درخواست جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش ہوئی اور حضور نے ازراہِ شفقت واحسان قبول فرمائی تو خدا کا بہت ہی شکر فرماتے رہے۔ اور مطابق مکتوب محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب حضور نے اس پر بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور پھر اس کی تکمیل تک جملہ اخراجات محض رضائے الٰہی کے لئے ادا فرمائے۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رکھی تھی۔

قادیان اور درویشانِ قادیان کے ساتھ تو آپ کی ایسی محبت تھی کہ اپنے آپ کو درویشوں کا حقیقی بھائی سمجھتے۔ مقدور بھر اُن کی ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہتے۔ دِل میں خواہش رکھتے کہ قادیان پہنچوں۔ چنانچہ حال ہی میں جب شملہ معاہدہ ہُوا تو بہت خوش ہُوئے۔ اور ڈاک کا سلسلہ شروع ہوتے پر سب سے پہلا خط اپنے بیٹوں کو تحریر کرنے کی بجائے قادیان تحریر کیا۔ اور لکھا کہ اب آنے جانے کے رستے بھی کُھل جائیں تب میں سب سے پہلے قادیان حاضر ہو کر اپنے درویش بھائیوں سے ملوں۔ اور قادیان میں رہ کر مقاماتِ مقدسہ میں وقت گزاروں۔

محترم سیٹھ صاحب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت کئی برسوں سے صدر انجمن کے ممبر چلے آرہے تھے۔ اس طرح صدر انجمن احمدیہ کے کاموں میں آپ کا قیمتی مشورہ ہمیشہ ہی شامل حال رہا ہے۔ قادیان میں بعض وفات یافتہ درویشان کی بیوگان اور اُن کے یتیم بچوں کی محض رضائے الٰہی اور اُن سے محبت کے طور پر مالی اِمداد فرماتے۔ اور اس میں دِلی خوشی محسوس کرتے۔ مدرسہ احمدیہ میں پڑھنے والے بچوں کے لئے آپ کی جیبِ خاص سے تین مستقل وظائف جاری ہیں۔ جو گویا آپ کی طرف سے صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ اِسی طرح درویشان کے ایسے بچے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہیں، ان کے لئے بھی آپ کے نیک مال



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۵ء کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے

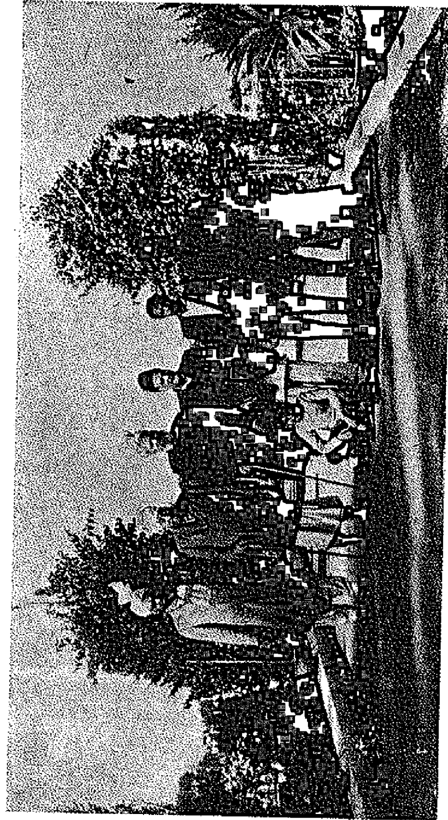
سے حصہ ادا ہو رہا ہے۔ فجزاہُ اللہ احسن الجزاء۔

الغرض اگر اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو دولت کی نعمت سے نوازا تو ساتھ ہی خدا نے دل میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی وسعت بھی بخشش رکھی تھی۔ یہ ایک خاص وصف ہے جو محض خدا کے فضل سے ہی کسی شخص میں پایا جاتا ہے ...... (آپ کے بیٹے مکرم میاں منیر احمد صاحب بانی و مکرم میاں نصیر احمد صاحب بانی) باوجود بڑی کوشش کرنے کے (کلکتہ سے) کراچی جاکر اپنے باپ کو آخری بار ملنے اور (اس) موقعہ پر ان کی خدمت بجالانے کی سعادت سے محروم رہے۔ جو بدلے ہوئے حالات کے لحاظ سے بجائے خود ایک بڑا ہی دلسوز امر ہے۔

ادارہ بدر ...... (ان کے اہل وعیال سے) دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب خاص میں جگہ دے اور اس کی رضا حاصل ہو۔ اور سب اولاد کو نیک باپ کا سچا جانشین بنائے اور سب کو اس غیر معمولی صدمہ میں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ [1]

صدر انجمن کی تعزیتی قرارداد

رپورٹ ناظر صاحب اعلیٰ (صدر انجمن احمدیہ قادیان) کہ محترم حضرت الحاج سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے ۲۰ فتح ۱۳۵۳ ہش بمطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو بمقام کراچی اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارنے کی اندوہناک خبر موصول ہوئی ہے۔ آپ نے خلافتِ ثانیہ میں ۱۹۲۰ء میں قبولِ احمدیت کی توفیق پائی تھی [2] آپ ۱۹۶۳ء سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے رکن تھے۔ تقسیم برصغیر کے چند سال بعد سے تا وفات



جلسہ سالانہ ۱۹۶۶ء کے موقعہ پر بہشتی مقبرہ قادیان میں

دائیں سے بائیں:۔ میاں محمد لطیف صاحب وہرہ۔ میاں نصیر احمد صاحب بانی۔ میاں محمد صدیق صاحب بانی۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب چنیوٹی۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی۔

---

[1] بدر ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء (صفحہ ۱۲)۔ [2] یہاں سہو ہوا ہے سالِ بیعت ۱۹۱۸ء ہے۔ (مؤلف)

آپ نے سلسلہ احمدیہ کی مالی خدمات میں ایک خاص مقام حاصل کیا تھا۔ خلافتِ سلسلہ احمدیہ، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور مرکزِ قادیان سے آپ کی محبّت والہانہ تھی۔ اور فدائیت کا رنگ رکھتی تھی۔ مرکزِ قادیان کے احمدی ساکنین چونکہ مقاماتِ مقدّسہ کی آبادی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا باعث ہیں اس لئے ان کے لئے آپ کا دل بے حد گداز تھا۔ اور آپ اُن کے رنج و درد پر قلبی اذیت محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ سالہا سال سے آپ احباب قادیان کے لئے ہر سال چار ماہ کے اخراجاتِ گندم کا انتظام کرتے تھے۔ نیز احمدی طلباء کی اعلیٰ تعلیم اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے کئی مستقل وظائف آپ نے جاری کر رکھے تھے۔ وصیت۔ تحریکِ جدید۔ وقفِ جدید کے چندہ جات مستقل طور پر ادا کرنے کے علاوہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن فنڈ اور دیگر کئی چندہ جات میں آپ نے شرکت کی تھی۔ منارۃ المسیح قادیان کی مجوزہ سفیدی کے لئے ایک لاکھ روپیہ اور تعمیر مسجدِ اقصیٰ ربوہ کے کل اخراجات برداشت کرنے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ حال ہی میں مخالفِ احمدیت تحریک میں آپ کے فرزندِ محترم میاں شریف احمد صاحب بانی کے کراچی میں کاروباری مقاطعہ ہونے کے باوجود آپ نے اِن ہنگاموں میں تباہ حال ہونے والے افراد کی خدمت کے لئے جو ربوہ میں مُہاجرین کے طور پر آ گئے تھے ایک خطیر رقم پیش کی۔ اپنی زندگی میں سلسلہ کی آخری تحریک صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ میں بانشراحِ صدر آپ نے اہل و عیال سمیت ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ سو ابتغاءً لمرضاتِ اللہ آپ کا انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اِس قدر شدید تھا کہ تقسیمِ مُلک کے بعد آپ کی طرف سے لاکھوں روپیہ کی پیشکش خدمتِ سلسلہ کے لئے ہوئی۔ آپ اپنے اہل و عیال کو بھی بار بار یہ تلقین کرتے تھے کہ خدمتِ دین کو وہ سعادتِ دارین سمجھیں۔ یہ امر آپ کے لئے باعثِ مسرت تھا کہ آپ کے اہل و عیال بھی انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اللہ آپ کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو۔ ان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے۔ اور ہمیشہ آپ کے قدموں پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

(بدر ۲ر جنوری ۱۹۷۵ء)

تاثراتِ احباب

(۱) منجانب میاں منیر احمد صاحب بانی

مکرم میاں منیر احمد صاحب بانی اپنے والد ماجد کے ذکرِ خیر کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہر باپ اپنی اولاد کے لئے قابلِ احترام ہوتا ہے۔ شرعاً بھی اور اخلاقاً بھی۔ ہر مذہب نے والدین کے اکرام کو قائم کیا ہے۔ اور ہر سوسائٹی نے اس کی تلقین کی ہے۔ اسی مسلّمہ حقیقت کی رُو سے میرے والدِ محترم بھی بہت زیادہ تعظیم اور اکرام کے قابل تھے۔ میرے لئے بھی اور میرے بہن بھائیوں کے لئے بھی۔ اس کے ساتھ ہی مرحوم کی ساری اولاد کو آپ کی ذات پر فخر بھی ہے کیونکہ انہوں نے نہ صرف دُنیوی اُمور میں ہماری بہترین رہنمائی فرمائی، اور ہمیں اپنے مستقبل کو سنوارنے کے قابل بنایا بلکہ اپنے نیک نمونہ اور نیکی کی مسلسل تلقین و تاکید سے ہمیں ہمیشہ صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی۔ اور ہم سب بہن بھائی اِس امر کے گواہ ہیں کہ انہوں نے تربیتِ اولاد کے بارہ میں اپنا فرض کما حقہٗ ادا کیا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے گہری وابستگی، نظامِ خلافت سے انتہائی عقیدت، مالی قربانیوں کے میدان میں گوئے سبقت لے جانے کی کوشش، مرحوم کے خاص عنوانات ہوتے تھے۔ جب وہ گھریلو مجلس میں ہم سب کے درمیان بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، الحمدللہ کہ ہم نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان قیمتی نصائح کے اسباق یاد کئے۔ اور ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمارے والد صاحب مرحوم کو اپنے قُرب کا مقام بخشے۔ اور ہمیں بھی ہمیشہ اعلیٰ اخلاق اور قربانیوں کی توفیق بخشتا رہے۔ آمین۔

اُن کی زندگی کے بعض واقعات بغرضِ حصولِ ثواب و تحریکِ دُعا پیش کر رہا ہوں :-

(۱) والدصاحب مرحوم کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بے انتہا محبت تھی اتنی کہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ان کی زندگی کے اکثر لمحے اِس سوچ میں گذرے کہ وہ اپنے وسائل کی حد تک جماعت کی کیا خدمت بجالا سکتے ہیں۔ اور پھر عملاً اپنی اِن سوچوں پر خود عمل کیا اور اپنے اہلِ خانہ سے مشورے بھی کئے۔ جب بھی کوئی مرکزی تحریک یا مرکز کے بزرگوں کی طرف سے کوئی تحریک آتی تو آپ تمام افرادِ خانہ کو جمع کر کے کسی سے چٹھی پڑھواتے اور پھر ایک ایک سے مشورہ لیتے اور آخر پر اپنی رائے دیتے جو سب کی بیان کردہ رقوم سے بڑھی ہوئی ہوتی اور اسی پر عمل ہوتا۔ اِن مشوروں کی حکمت یہ تھی کہ ہمیں بھی ان اُمور کا علم ہوتا رہے۔ اور سلسلہ عالیہ کی خدمت کا جذبہ ہمارے اندر بھی راسخ ہوتا چلا جائے۔ الحمد للہ کہ اُن کے اِس پُرحکمت طریقِ کار سے ہم سب کو بہت فائدہ پہنچا۔

آپ کو خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والہانہ محبت تھی جو کہ فدائیت کا رنگ رکھتی تھی۔ یہ جذبہ عقیدت کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ آپ اسے ایمانِ کامل کے لوازمات میں سے ایک اہم لازمہ سمجھتے تھے۔ اِس حقیقت سے کون مخلص احمدی انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ میں اسلام کی خدمت اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جس خاندان کو چُنا ہے اُس کے ساتھ محبت اور عقیدت کا یہی رنگ ہونا چاہیئے۔

اور یہ اسی فدائیت کا مظاہرہ تھا کہ جماعت کے ایک بہت ہی مخلص اور مخیّر دوست جن کے خاندان نے اپنے زمانۂ عروج و استطاعت میں ایک طویل عرصہ تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بے لوث خدمت کی تھی۔ جب انقلاباتِ زمانہ کی زد میں آکر شدید مصائب میں مُبتلا ہو گئے تو والدصاحب مرحوم کے نام خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک محترم فرد (حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ) کا پیغام پہنچا کہ آپ کو اس دوست کی مدد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر آپ نے اس دوست کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ آپ کو اپنی موجودہ مشکلات

کے لئے کتنی مالی اِعانت درکار ہے۔ اُن کا جواب آیا..... ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ لیکن قرضہ حسنہ کی صُورت میں۔ آپ نے فی الفور یہ رقم اُن کی طرف بھجوادی اور اِسلامی حُکم کے مطابق اُن سے تحریر لے لی۔ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد الفضل میں محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کا ایک مضمون شائع ہُوا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ انسان کے تمام گناہ، اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا سوائے قرض کے۔ اِس مضمون سے متاثر ہو کر اُس دوست نے والدصاحب کو ایک خط تحریر کیا کہ مَیں اپنی عُمر کے آخری دَور میں گُذر رہا ہُوں اور آپ کے قرضِ حسنہ کی ادائیگی کی کوئی صُورت نظر نہیں آرہی ہے اِس لئے وُہ قرض آپ معاف کر دیں۔ یہ خط پڑھ کر والدصاحب مرحوم پر سخت رِقّت طاری ہوگئی۔ اور اِس مخلص دوست کی زمانۂ عروج کی قُربانیاں یاد کر کے آپ کی آنکھوں سے آنسو رَواں ہوگئے۔ اور جس طرح فراخدِلی کے ساتھ آپ نے قرضِ حسنہ کی رقم دی تھی اُسی وسعتِ قلبی کے ساتھ معاہدۂ قرض کا سٹامپ نکال کر اُس دوست کو بھجوادیا۔

(۲) تقسیمِ مُلک کے بعد قادیان کے موجُودہ محلّہ احمدیہ کے تمام مکانات کو حکومت نے متروکہ جائیداد قرار دیدیا تھا۔ اور اس کے بدلے میں صدر انجمن احمدیہ قادیان سے ایک خطیر رقم کا مطالبہ کیا جو سات آٹھ لاکھ کے قریب تھی۔ اُس زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ اس قدر رقم کی ادائیگی انجمن کے بَس کی بات نہ تھی۔ یہ تمام مکانات مقاماتِ مقدّسہ کے ماحول میں تھے۔ اور اُن کا جماعت کے پاس رہنا ضروری تھا۔ حکومت کی مطلوبہ رقم کی عدم ادائیگی کی صُورت میں خطرہ تھا کہ حکومت ان کو نیلام کر دے گی۔ اور انجمن کے لئے شدید ترین مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ والد صاحب کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ بہت مغموم ہوئے۔ لیکن (اُنہوں نے) یہ مُصمّم اِرادہ کر لیا کہ وہ جماعت پر ناقابلِ برداشت پریشانیوں کا وقت نہیں آنے دیں گے اور اپنی ساری جائیداد و املاک فروخت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کا جاننے والا ہے۔ ایک طرف صدر انجمن احمدیہ پیش آمدہ

حالات سے شدید پریشانی کے ساتھ نپٹ رہی تھی۔ دوسری طرف والد صاحب مرحوم وہ عہد کر رہے تھے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن آسمان پر اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر بھی کارفرما تھی۔ چنانچہ چند ہی روز بعد حکومت سابقہ مطالبہ کو کم کر کے قریباً اڑھائی لاکھ لے لینے پر رضامند ہو گئی۔ اور وہ بھی تین اقساط میں...... اِس فیصلہ کی اطلاع پا کر والد صاحب کو بے اندازہ مسرت ہوئی۔ اور حصولِ ثواب کی خاطر آپ نے..... بہشتی مقبرہ اور اس سے ملحقہ جائیداد کی کُل قیمت ادا کر دی۔

(۳) ۱۹۶۴ء میں کلکتہ کے سولہ احمدی احباب حج بیت اللہ شریف کی نیّت سے بمبئی پہنچے اور اپنے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات مکمّل کروائے۔ اور زرِمُبادلہ بھی داخل کرایا۔ لیکن روانگی سے صرف ایک دن قبل معلوم ہُوا کہ بعض "علماء" کی انگیخت سے متاثر ہو کر سعودی حکومت نے ان سولہ احمدیوں کو ویزا دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس اطلاع سے قُدرتی طور پر ان سولہ عازمین حج کو بہت دُکھ پہنچا۔ لیکن اس بات سے خوشی بھی ہوئی کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پُوری ہوئی جس میں حضور ؐ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں بعض عازمین حج کو حج کرنے سے روکا جائے گا۔ ان سولہ احمدی افراد میں محترم والدین اور خاکسار مُنیر احمد باقی بھی تھے۔ والد صاحب نے ویزا سے انکار ہونے کے بعد فرمایا کہ جب قریشِ مکّہ نے رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حج کرنے سے روکا تھا تو آپؐ اور صحابہ کرامؓ نے اسی جگہ اپنی قُربانیاں کر دی تھیں۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے جو زرِمُبادلہ دیا گیا، وُہ ساری رقم فی سبیل اللہ خرچ کر دی گئی ــــ آپ کی قُربانی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوئی۔ اور آٹھ سال بعد آپ کو حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب ہو گئی۔ الحمدُ للہ۔

(۴) جب آپ کی پہلی پوتی تولّد ہوئی تو ایک دن برسبیلِ تذکرہ آپ نے گھر ملیں فرمایا کہ میری تین خواہشات ہیں اور میں بڑے التزام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کے پُورا ہونے کے لئے دُعا کرتا ہُوں:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ مجھے حج بیت اللہ شریف کی سعادتِ عُظمیٰ سے نوازے۔
۲۔ سلسلہ کی کسی اہم مسجد کے جملہ اخراجات برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
اور ۳۔ اس نوزائیدہ بچّی کا رشتہ میری زندگی میں ہی طے ہو جائے۔

الحمدللہ کہ نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کی یہ تینوں خواہشات پُوری فرمادیں۔ ۱۹۶۴ء میں تو پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات کی تکمیل کے بعد خُدائی تقدیر کے ماتحت حج بیت اللہ شریف اور حرمین شریف کی زیارت نہ کر سکنے کا غم لیکر آپ کو بمبئی سے واپس آنا پڑا تھا۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو یہ سعادت نصیب ہو گئی۔ کئی مساجد کی تعمیر کے اخراجات بھی آپ نے برداشت کئے۔ اور اپنی پہلی پوتی کے رشتہ کا معاملہ یُوں ہُوا کہ ۱۹۷۴ء کے آخر میں آپ شدید بیمار ہو گئے اور مرض الموت کے بالکل آخری ایّام میں جبکہ آپ بات چیت بھی نہ کر سکتے تھے، آخری بُلاوا آنے سے صرف ایک روز قبل آپ کی طبیعت ذرا سنبھل گئی اور اس بچّی کے رشتہ کے بارہ میں خود خط لکھوایا۔ اور آپ ہی کے تجویز کردہ رشتہ کے مطابق اس بچّی عزیزہ نصرت جہاں قیری کی شادی ۹ر نومبر ۱۹۷۵ء کو بخیر و خُوبی انجام پا گئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

(۵) حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام کا ایک الہام ہے یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ احمدیت کی گزشتہ اسّی نوّے سالہ تاریخ میں یہ الہام بڑی ہی شان اور آب و تاب کے ساتھ پُورا ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ الٰہی جماعتوں کی تائید و نُصرت ہمیشہ آسمان سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی خفی کے ذریعہ سعید رُوحوں کو تحریک ہوتی رہتی ہے۔ اور ایسے لوگ دین کی تائید و اشاعت میں اپنے ذرائع کو کام میں لاتے ہیں۔ اور غیبی اشارات پر عمل کرتے ہوئے ہر قسم کی قُربانیاں کرتے ہیں۔

والد صاحب مرحوم اس پیشگوئی کے پُورا ہونے کی بہت ہی روشن مثال تھے۔ آپ کے شب و روز یہی سوچتے بسر ہوتے تھے کہ کس طرح اسلام اور

احمدیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ اور بغیر کسی خارجی تحریک کے اپنے دل کی آواز پر عمل کرکے نئی نئی سکیمیں بناکر مرکز بھجواتے اور بے دریغ اپنے اموال خرچ کرتے۔ ان خدمات کی تفصیل اس مختصر مضمون میں نہیں دی جاسکتی۔ البتہ دُعا کی غرض سے رسالہ "الفرقان" (درویشانِ قادیان نمبر) سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:-

"خدا تعالیٰ کے فضل سے درویشوں کی ضروریات کا خیال رکھنے کا جذبہ بہت سے مخلصینِ جماعت میں ہے۔ لیکن مواخات کا حق ادا کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ اور اُن کی اہلیہ محترمہ زُبیدہ بیگم صاحبہ کو عطا فرمائی ہے جو درویشوں کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ اور درویشوں کے سکون و اطمینان کے لئے نت نئے رنگ میں اپنے اموال درویشوں پر بے دریغ خرچ فرماتے رہتے ہیں۔ جن کی تفصیلات تاریخ زمانہ درویشی میں سُنہری الفاظ میں لکھی جائیں گی۔ اور آئندہ نسلیں بھی اُن کی خدمات کو عزت سے یاد کریں گی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء"

(۶) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریک جدید اور وقفِ جدید کے نئے سال کے اعلان کے منتظر (آپ) رہتے تھے۔ اور اطلاع ملتے ہی بذریعہ تار اپنا وعدہ بھجواتے اور جلد بعد ادائیگی بھی کر دیتے۔ یہ اطلاع انہیں الفضل کے ذریعہ سے ملتی تھی۔ لیکن جب الفضل یہاں آنا بند ہو گیا تو نئے سال کا اعلان ہونے سے قبل ہی تحریک جدید اور وقفِ جدید کا چندہ مرکز میں بھجوا دیتے۔ اور اپنی وفات تک اسی طریق پر کاربند رہے۔ اپنا اور اپنے خاندان کا سارا چندہ اس طرح مرکز میں بھجوا کر (آپ) اس امر سے بہت ہی فرحت محسوس کرتے تھے کہ سب سے پہلے ہمارا ہی چندہ مرکز میں پہنچا ہوگا۔

(۷) قرآن مجید کی وسیع پیمانہ پر ساری دُنیا کی زبانوں میں اشاعت ہماری

جماعت کا روزِ اوّل سے بُنیادی مقصد رہا ہے۔ اور خوش قسمت ہے ہر وہ احمدی جو اس مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اپنی ضروریات کو مؤخر کرکے مال خرچ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اس مقصد کے لئے پُوری طرح تیار فرمایا۔ اور پھر خلفائے کرام نے اِس مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اپنے اپنے وقت میں قربانیوں کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ تقسیمِ مُلک سے قبل جب سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دُنیا کی سات بڑی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنے کی تحریک فرمائی تو اُن میں سے ایک زبان میں ترجمہ کا خرچ والد صاحب مرحوم نے اپنے ذمّہ لے لیا۔ اس کے بعد DANISH (ڈینش) زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کے تمام اخراجات بھی آپ نے ادا کئے۔

ہندی اور گورمکھی زبانوں میں تراجم کے لئے رقوم بھی قادیان میں بھجوادی تھیں۔ گو اِن دونوں زبانوں میں ترجمہ کا کام ہنوز زیرِ تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم کی اِن قربانیوں کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ اور آپ کی ساری اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ہمیشہ دیتا چلا جائے۔

(۸) یوں تو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مرحوم کو ہمیشہ نیکیوں میں سبقت لے جانے کے لئے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن آپ کی زندگی کا ایک بہت ہی نُمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ درویشانِ قادیان سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا کے مُطابق ہر مومن اپنی زندگی کے لئے کوئی مطمحِ نظر متعین کر لیتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا مطمحِ نظر دُوسری خدماتِ سلسلہ کے علاوہ یہ ہے کہ میں تا دمِ آخر درویشوں کی ہر ممکن خدمت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کوشاں رہوں۔ آپ جب بھی درویشوں کی کوئی خدمت بجالاتے تو ایک رُوحانی انبساط محسوس کرتے۔

عام طور پر باہر سے جو احباب قادیان جاتے ہیں وہ بھی تاثر لے کر واپس

آتے ہیں کہ درویشانِ کرام کے چہروں پر جو طمانیت نظر آتی ہے وہ اَور کہیں نہیں ہے۔ درویشوں کے کردار کا یہ بہت ہی پُر عظمت پہلو ہے کہ وہ باہر سے جانے والوں پر اپنی پریشانیوں کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ اور اپنی عزتِ نفس کو قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ خاص طور پر جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان کے تمام درویش اچھے لباسوں اور مسکراتے چہروں کے ساتھ مہمانوں کا خیر مقدم کرتے اور ان کی بہترین تواضع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء کے موقعہ پر جب کئی درجن امریکن احمدی قادیان تشریف لائے تو واپس جا کر اُنہوں نے قادیان کے درویشوں کے متعلق اپنا یہی تاثر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیان کیا۔

۱۹۵۸ء میں والد صاحب مرحوم مع والدہ صاحبہ اور ہماری ہمشیرہ عزیزہ شکیلہ اختر جلسہ سالانہ سے چند روز قبل ہی قادیان تشریف لے گئے اور جب ذاتی طور پر جائزہ لیا اور درویشانِ کرام کے گھروں، رہن سہن اور اُن کے شب و روز کو دیکھا تو انہیں اندازہ ہُوا کہ درویشوں کے مُسکراتے ہوئے چہروں کے عقب میں کس قدر زیادہ پریشانیاں جھانک رہی ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے ان تاثرات کو بیان کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ گو علامہ اقبال کا یہ شعر ایک خاص عظیم الشان واقعہ کی نشاندہی کرتا ہے ؎

بے خطر کُود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

لیکن قادیان کے درویشوں نے غیر معمولی حالات میں جو قربانی طویل عرصہ تک دی ہے اس پر بھی عقل محوِ حیرت رہ جاتی ہے۔

(۹) آپ کی وساطت سے کئی بار مدراس کے احمدی تاجر محترم میاں عبد الحفیظ صاحب سیالکوٹی (جو اب کراچی میں وفات پا چکے ہیں) مرکز میں روپیہ بھجواتے تھے۔ ایک تہائی صدی پہلے انہوں نے پانچ ہزار روپیہ کی خطیر رقم بھجوا کر چاہا کہ والد صاحب اپنی صوابدید پر کسی صدقہ جاریہ کے کارِ خیر میں مرکز کو

بھجوا دیں۔ والد صاحب نے مرکز میں بھجواتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ شادی کے مواقع پر درویشان کی امداد اس سے کی جائے۔ چنانچہ رقم دہندہ نے اور صدر انجمن نے بھی اس تجویز کو پسند کیا اور اس وقت سے انجمن نے اس طریق کو جاری رکھا ہُوا ہے اور یہ بجٹ کا حصہ بن چکی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ درویشان کے بارے میں کس قدر غور و فکر کرتے تھے۔

(۱۰) اِسلام کی اجتماعیت کو مضبوط تر بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف پیرایوں میں غُرباء کا خیال رکھنے کے تاکیدی ارشادات فرمائے ہیں۔ سیّد الکونین حضرت رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اپنے قول و عمل سے بہت ہی حکیمانہ رنگ میں مومنین کو غرباء کا خیال رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تاکہ یہ پسماندہ طبقہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر دُنیا کے تمام مُسلمان ان احکام و ارشادات پر عمل کریں تو مُسلمانوں کے اندر غریب طبقہ کا کوئی وجود باقی نہ رہے۔ اور وہ سب متوسط الحال طبقہ میں شامل ہو کر اسلام کی اجتماعیت کے لئے مُفید بن جائیں۔

والد صاحب مرحُوم غُرباء کی خدمت کو اپنے لئے سرمایۂ حیات سمجھتے تھے۔ اور بے شُمار غرباء کے ماہوار وظیفے آپ نے مقرر کر رکھے تھے۔ جو ہر ماہ کے شروع میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ بھجوائے جاتے تھے۔ ایک رجسٹر میں ہر وظیفہ یاب کے بارے میں تفصیلات درج ہوتیں۔ یعنی نام۔ عُمر۔ بچّے وغیرہ نیز خوراک اور پہناوے کا علاقائی رواج۔ وظائف کے علاوہ ان لوگوں کو رمضان المبارک میں ہر ایک کے رواج کے مطابق ملبوسات اور بچّوں کے لئے تحائف بھجواتے۔ اور ان خدمات میں استقامت اور باقاعدگی اتنی تھی کہ کبھی معمول میں فرق نہ آتا۔ اور تاخیر نہ ہوتی۔ اِس جگہ محترم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاکسار کے نام تعزیتی خط کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے مرحُوم کی غُرباء پروری اور جذبۂ خدمتِ خلق پر روشنی پڑتی ہے۔۔۔۔۔۔:—

"..... مرحوم کے ایک واقعہ نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں اسے کبھی بھول نہیں سکتا۔ ایک دفعہ بہار میں سخت قحط پڑ گیا میں وہاں مبلغ تھا..... دورہ کی رپورٹ (میں جو بدر میں شائع ہوئی اس قسم کے)..... جملے اس نیت سے لکھے کہ شاید کسی مخیر دوست کی نگاہ پڑ جائے اور میری یہ پریشانی دور ہو...... کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے احمدی بہار میں اکثر خوشحال ہیں لیکن بعض خاندان ایسے ضرور ہیں جو اس قحط سے متاثر ہوئے ہیں۔ اور امداد کے مستحق ہیں۔ حضرت سیٹھ صاحب کی نگاہ ان جملوں پر پڑ گئی۔ خاکسار تو دورہ کے بعد دو ماہ کے لئے کشمیر کے دورہ پر چلا گیا۔ کچھ ہی روز کے بعد حضرت صاحبزادہ (مرزا وسیم احمد) صاحب کے توسط سے سیٹھ صاحب کی چٹھی ملی کہ مستحق خاندانوں کے کوائف بھجوائے جائیں۔ خاکسار نے کوائف بھجوا دیئے۔ حضرت سیٹھ صاحب نے فوراً ہی اُن کو براہِ راست کپڑوں کے پارسل اور نقد رقم بھی بھجوا دی اور اس کے بعد سالہا سال تک وظائف جاری فرمائے"۔

" بعد ازاں جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوئی۔ قبل اس کے کہ میں شکریہ ادا کرتا سیٹھ صاحب نے میرا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے اُن غرباء کے بارہ میں اطلاع دی۔ خاکسار نے عرض کیا، سیٹھ صاحب! شکریہ تو مجھے ادا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جان و مال میں برکت بخشے۔ حضرت سیٹھ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا، مولوی صاحب! مجھے یہ خبر پڑھ کر بڑی بے چینی ہوئی تھی کہ ہم تو آرام سے کھائیں اور ہمارے کچھ بھائی پریشان ہوں۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اُن غرباء کا میرے مال میں حصہ ہے۔ اور جب میرا یہ عقیدہ نہیں رہے گا تو خدا تعالیٰ مجھے اس قدر مال دے گا بھی نہیں..... بہرحال میرے (یعنی عبد الحق فضل کے) لئے یہ ایک بہت ہی ایمان افروز واقعہ تھا جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا"۔

ہر جمعہ کے روز ہماری دکان کے ایک ملازم کی ڈیوٹی ہوتی کہ وہ فقراء میں نقدی تقسیم کرے۔ اپنے محلہ کے ایک درمیانی درجہ کے ہوٹل میں معذوروں اور فقراء کی خدمت کا عمدہ انتظام کیا ہوا تھا۔ مرحوم کی تجویز پر ہوٹل والے نے ٹکٹ خاص طور پر چھپوائے ہوئے تھے۔ ہر ٹکٹ کی قیمت آٹھ آنہ تھی۔ آپ ہوٹل سے اکٹھے ٹکٹ خرید لیتے اور راہ چلتے معذوروں اور غرباء کو وہ ٹکٹ تقسیم کر کے اس ہوٹل کا پتہ بتلا دیتے کہ وہاں سے کھانا کھا لو۔

ایک مرتبہ آپ پر بلڈ پریشر کا حملہ ہوا تو ڈاکٹر نے صبح کی سیر کو اس مرض کا واحد قدرتی علاج بتلایا۔ چنانچہ (ایک روز) آپ بعد نماز فجر اپنے لڑکوں کے ہمراہ سیر کے لئے نکلے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ آپ کو یہ دیکھ کر بہت ہی دکھ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی بے شمار مخلوق سڑکوں پر بغیر کسی کمبل یا چادر کے پڑی ہے۔ سیر سے واپس آ کر اسی دن کمبلوں کی مارکیٹ سے درمیانہ درجہ کے کمبل خریدے اور دوسری صبح منہ اندھیرے اس راستہ پر سوئے ہوئے اکثر لوگوں پر کمبل ڈالتے چلے گئے۔ اور انتہائی رازداری کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی۔

(۱۱) مرحوم نے اپنی ساری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ بسر کی۔ خانگی رہن سہن اور لباس وغیرہ میں بھی کبھی تکلف نہ کیا۔ اور اسی کے مطابق اپنی اولاد کو بھی تلقین کرتے رہے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی کہ ہر قسم کے تکلفات سے بچ کر خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کے لئے پیسہ بچایا جائے۔ قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ آپ نے اپنی تمام عمر اسی ارشادِ ربانی کے تحت بسر کی ـــ!

ایک سال ۲۶ جنوری کے دن جمعہ تھا۔ اس دن دکان بند رہتی ہے۔ اپنی کار خراب ہونے کے باعث آپ ٹیکسی پر اپنے تینوں فرزندوں سمیت جمعہ کی نماز کے لئے مسجد احمدیہ گئے۔ واپسی پر آپ کے ایک لڑکے نے ٹیکسی لینا چاہی، لیکن آپ نے منع کیا۔ اور اس وقت جو نصیحت فرمائی وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا: آج دکان بند ہے اس لئے واپس جانے کی کچھ جلدی نہیں ہے۔ عام تعطیل ہونے کے سبب بسوں اور ٹراموں میں بھی کچھ رش نہیں ہے۔ ہم بآسانی

ٹرام کے ذریعہ چالیس پیسے میں گھر پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے ٹیکسی پر چار روپے کیوں خرچ کئے جائیں۔ آپ نے اپنے بچّوں کو نصیحت کی کہ کلکتہ کی نیو مارکیٹ کے متعلق عام کہاوت ہے کہ یہاں دُنیا کی ہر شئے دستیاب ہے۔ موٹر پارٹس سے لے کر نافہ تک۔ لیکن اطمینانِ قلب یہاں کسی بھی قیمت پر نہیں ملتا۔ فی زمانہ دِل کا سکون حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ ٹیکسی کے چار روپے بچا کر اُن لوگوں پر خرچ کئے جائیں جو ٹرام کے لئے دس پیسوں کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔ تمام دُنیوی معاملات میں آپ کا ہمیشہ یہی طریق عمل رہا۔ اور (آپ) اِسراف سے بچتے رہے۔ لیکن دین کے لئے آپ بے دریغ خرچ فرماتے تھے۔

(۱۲) تقسیمِ ملک سے قبل جہاں آپ کو بہت سی دینی خدمات کا موقعہ مِلا، وہاں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کار کے لئے بڑے اِصرار اور عقیدت کے ساتھ اپنی دُکان سے سامان بھجوایا کرتے تھے۔ حضُور نے بارہا قیمت کے لئے تحریر فرمایا۔ مگر آپ نے یہ خدمت اپنے ذمّہ لے لی تھی۔ اور حضُور کی دُعاؤں کے مورد رہے۔ ؎[1]

تقسیمِ ملک سے قبل ہی کے بعض اور واقعات مختصراً درج کرتا ہُوں۔

تعلیم الاسلام کالج قادیان کے لئے آپ نے ایک خطیر رقم ادا کی۔ مسجد مُبارک میں مجلسِ علم و عرفان کے لئے لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا۔ جس پر حضُور نے بہت ہی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضُورؓ کے ملفوظات کو محفوظ کرنے کے لئے ایک ٹیپ ریکارڈر بھی بھجوایا۔ محلّہ دارالبرکات قادیان میں جب آپ نے ایک مکان خرید کیا تو

؎[1] خاکسار مؤلف ۱۵؍ اپریل ۱۹۴۱ء تک تقریباً چار سال حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں رہا۔ تھوڑا عرصہ اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری اور زیادہ عرصہ پرائیویٹ سیکرٹری۔ اس سارے عرصہ میں دیکھا کہ حضورؓ کی خدمت میں موٹر کے لئے مطلوبہ ٹائر وغیرہ ہمیشہ محترم میاں محمد صدّیق صاحب بانی کی طرف سے ہدیۃً کلکتہ سے آتے تھے۔

بعض احباب نے مِٹھائی تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی۔ مِٹھائی کا تخمینہ تو آپ نے لگوالیا۔ لیکن آپ نے نہایت پیارے انداز میں اپنے اہل و عیال سے کہا کہ کیا یہ بہتر نہیں کہ اگلے جہان میں جنّت میں اس مکان کی خرید کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں شیرینی عطا ہو؟ سب کو قائل کر کے آپ نے یہ رقم مسجد دارالبرکات کے پنکھوں پر صرف کر دی۔

ایک اور خوشی کے موقع پر مسجد دارالفضل میں پنکھے لگوائے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب دارالشیوخ اور دارالیتامیٰ کے انچارج تھے۔ ان سے یتیم بچّوں کی فہرستیں حاصل کرتے اور سٹار ہوزری قادیان سے اُن کے لئے سویٹروں، جرابوں اور دیگر گرم ملبوسات کا انتظام کرتے۔

(۱۳) تقسیمِ ملک کے بعد قادیان میں چار دیواری بہشتی مقبرہ کے اندر پارک مستُورات کی تعمیر کا خرچ ادا کیا۔ اور بہشتی مقبرہ کے اندر بجلی کے انتظام کے لئے رقم ادا کی۔ درویش احباب کی سہولت کے لئے ایک ڈاج وین خرید کر قادیان بھجوائی۔ اور جب اس وین کا ایکسی ڈنٹ ہوگیا تو ایک ایمبسڈر کار خرید کر دی۔ اور ان کاروں کے لئے ٹائر اور پُرزہ جات بھی ہمیشہ بھجواتے رہے۔ ربوہ کے عظیم الشان فضلِ عُمر ہسپتال کے لئے کئی کمرے آپ نے تعمیر کروائے۔ اور ایک ایمبولنس وین بھی ہسپتال کو دی۔

(۱۴) مسجد احمدیہ چنیوٹ کی زمین آپ ہی کی تحریک پر ۱۹-۱۹۱۸ء میں خریدی گئی۔ بعد ازاں اس کی تعمیر کے لئے آپ کوشاں رہے۔ ۱۹۴۰ء میں وہ مسجد ہمارے چچا جان محترم میاں محمد یوسف صاحب بانی مرحُوم نے اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی۔

کلکتہ میں بھی مسجد احمدیہ کی تعمیر کی تحریک کے آپ رُوحِ رَواں تھے۔ ۱۹۴۴ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعُود ہونے کا انکشاف ہُوا اور (ہوشیارپور) لاہور۔ لدھیانہ۔ دہلی..... مقامات پر عظیم الشان جلسے منعقد کئے گئے تو جماعت کلکتہ کے دوستوں کے دِل میں یہ تحریک پیدا ہُوئی کہ حضُور انور کی خدمت میں کلکتہ تشریف لانے کی درخواست کی جائے۔ مرحُوم نے کہا کہ

اتنی بڑی ہستی کو بغیر کسی وجہ کے کلکتہ آنے کی دعوت دینا اُن کے شایانِ شان نہیں۔
میری تجویز یہ ہے کہ یہاں مسجد احمدیہ کے لئے زمین خرید کی جائے اور مسجد کے سنگِ
بُنیاد کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ چنانچہ ایک کمیٹی بنائی گئی
جس کے سیکرٹری اور امین آپ ہی تھے۔ مسجد احمدیہ کلکتہ کے لئے زمین خریدتے اور
بعدازاں تعمیر کے سلسلہ میں آپ نے بہت ہی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵) ۱۹۷۱ء میں آپ اپنے چھوٹے بیٹے عزیزم شریف احمد کے پاس
کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ سلسلہ کی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہوئے۔
۱۹۴۷ء کے پُرآشوب زمانہ میں جب جماعت قیامتِ صُغریٰ میں سے گزری،
آپ وہاں کے حالات بڑی باقاعدگی کے ساتھ تحریر کرکے قادیان بھجواتے رہے۔
ایک لمبے وقفہ کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ڈاک کا
براہِ راست سلسلہ ۱۹۴۷ء کے وسط میں جاری ہُوا تو آپ نے سب سے پہلا
خط حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے
نام تحریر کیا۔

۱۹۴۷ء میں ہی جب ہماری جماعت کو غیر معمولی مخالفتوں میں سے گزرنا پڑا۔
اور سینکڑوں احمدی لُٹ لُٹا کر ربوہ پہنچے تو ان مہاجرین کی خدمت کی آپ کو بہت
توفیق ملی۔ اور ہزارہا روپیہ مرکزِ سلسلہ کی وساطت سے ان بے سروسامان مہاجرین
کو اس وعدہ پر دیئے کہ جب وہ اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑے ہو جائیں تو یہ رقم
مرکز کو ادا کر دیں۔ تاکہ یہ رقم صدقہ جاریہ بن جائے۔ اپنی وفات سے چند روز قبل
نیم بیہوشی کی حالت میں عزیزم شریف احمد بانی کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین کے لئے
اتنے ہزار کمبل بھجوا دو۔ چنانچہ عزیز موصوف نے فی الفور اس ارشاد کی تعمیل کی۔

(۱۶) خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام افراد کے لئے آپ کے
دل میں بہت محبت اور احترام کا جذبہ تھا۔ ۱۹۶۴ء کے جلسہ سالانہ...... پر ربوہ
سے (آمدہ) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو نوعمر صاحبزادگان

...... (نے) مسجد اقصیٰ کے راستہ میں جو بہت تنگ ہے...... اپنے اعلیٰ خاندانی
اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے چاہا کہ ایک طرف ہو جائیں۔ اور آپ کے لئے راستہ
چھوڑ دیں۔ لیکن آپ نے ہاتھ سے دونوں کو یہ کہہ کر آگے کر دیا کہ
"خدا تعالیٰ نے آپ کو آگے کر دیا ہے۔ ہم کس طرح آپ سے آگے
چل سکتے ہیں؟"
یہ بظاہر ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن مقدس خاندان کے لئے ادب کا عمدہ مظاہرہ ہے۔

(۱۷) ہماری برادری شادی بیاہ کے مواقع پر رسم و رواج کے بندھنوں میں بُری
طرح جکڑی ہوئی ہے۔ لیکن آپ نے اپنے بچوں کی شادیوں پر ان رُسوم کو بکلّی خیرباد
کہا اور بہت ہی سادگی سے شادیاں کیں۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں خاکسار کی شادی کے موقع پر
برادری کے اصرار کے باوجود کہ شان و شوکت سے شادی کی جائے۔ آپ نے بہت ہی
سادگی برتی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ اس نیکی کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے
فضلوں سے نوازا۔ اور سنہ ۱۹۵۶ء کے بعد میری مالی حالت بہت ترقی کر گئی۔ فالحمد
للہ علیٰ ذالک۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے والد صاحب مرحوم کو جہاں اپنی بیشمار
نعمتوں سے نوازا تھا، وہاں یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ اُس کے دیئے ہوئے اَموال کو
اس کی راہ میں انتہائی فراخدلی کے ساتھ خرچ کریں۔ اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کو سادگی
کے ڈھانچے میں ڈھال کر اور ہر قسم کے تکلفات سے بچ کر دین کی خدمت کے لئے کُشادہ
دستی سے کام لیا۔ ہم آپ کے تمام پسماندگان اس امر کے گواہ ہیں کہ آپ اپنے فارغ
اوقات میں ہمیشہ اشاعتِ اسلام اور خدمتِ غُرباء کے لئے سکیمیں سوچا کرتے
تھے اور ان سکیموں کو رُوبہ عمل لاتے تھے۔

(۱۸) آپ کی سیرت کے یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہیں کہ دُکان میں گاہکوں کی وجہ سے
غیر معمولی مصروفیت کے باوجود آپ کا یہ طریق تھا کہ آپ ملاقاتیوں سے توجہ سے ملاقات
کرتے اور قادیان سے آنے والوں اور غریب ملاقاتیوں سے اُٹھ کر ملاقات کرتے اور

اتنی بڑی ہستی کو بغیر کسی وجہ کے کلکتہ آنے کی دعوت دینا اُن کے شایانِ شان نہیں۔
میری تجویز یہ ہے کہ یہاں مسجد احمدیہ کے لئے زمین خرید کی جائے اور مسجد کے سنگِ
بُنیاد کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ چنانچہ ایک کمیٹی بنائی گئی
جس کے سیکرٹری اور امین آپ ہی تھے۔ مسجد احمدیہ کلکتہ کے لئے زمین خریدنے اور
بعد ازاں تعمیر کے سلسلہ میں آپ نے بہت ہی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵) ۱۹۷۱ء میں آپ اپنے چھوٹے بیٹے عزیزم شریف احمد کے پاس
کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ سلسلہ کی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہوئے۔
۱۹۷۴ء کے پُرآشوب زمانہ میں جب جماعت قیامتِ صُغریٰ میں سے گزری،
آپ وہاں کے حالات بڑی باقاعدگی کے ساتھ تحریر کرکے قادیان بھجواتے رہے۔
ایک لمبے وقفہ کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ڈاک کا
براہِ راست سلسلہ ۱۹۷۴ء کے وسط میں جاری ہُوا تو آپ نے سب سے پہلا
خط حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے
نام تحریر کیا۔
۱۹۷۴ء میں ہی جب ہماری جماعت کو غیر معمولی مخالفتوں میں سے گزرنا پڑا۔
اور سینکڑوں احمدی لُٹ لُٹا کر ربوہ پہنچے تو ان مہاجرین کی خدمت کی آپ کو بہت
توفیق ملی۔ اور ہزارہا روپیہ مرکزِ سلسلہ کی وساطت سے ان بے سروسامان مہاجرین
کو اس وعدہ پر دیئے کہ جب وہ اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑے ہو جائیں تو یہ رقم
مرکز کو ادا کر دیں۔ تاکہ یہ رقم صدقۂ جاریہ بن جائے۔ اپنی وفات سے چند روز قبل
نیم بے ہوشی کی حالت میں عزیزم شریف احمد بانی کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین کے لئے
اتنے ہزار کمبل بھجوا دو۔ چنانچہ عزیز موصوف نے فی الفور اس ارشاد کی تعمیل کی۔

(۱۶) خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام افراد کے لئے آپ کے
دل میں بہت محبت اور احترام کا جذبہ تھا۔ ۱۹۶۴ء کے جلسہ سالانہ..... پر ربوہ
سے (آمدہ) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو نوعمر صاحبزادگان

..... (نے) مسجد اقصیٰ کے راستہ میں جو بہت تنگ ہے..... اپنے اعلیٰ خاندانی
اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے چاہا کہ ایک طرف ہو جائیں۔ اور آپ کے لئے راستہ
چھوڑ دیں۔ لیکن آپ نے ہاتھ سے دونوں کو یہ کہکر آگے کر دیا کہ
"خدا تعالیٰ نے آپ کو آگے کر دیا ہے۔ ہم کس طرح آپ سے آگے
چل سکتے ہیں؟"
یہ بظاہر ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن مقدس خاندان کے لئے ادب کا عمدہ مظاہرہ ہے۔

(۱۷) ہماری برادری شادی بیاہ کے مواقع پر رسم و رواج کے بندھنوں میں بُری
طرح جکڑی ہوئی ہے۔ لیکن آپ نے اپنے بچوں کی شادیوں پر ان رسوم کو بکلی خیرباد
کہا اور بہت ہی سادگی سے شادیاں کیں۔ ۱۹۵۶ء میں خاکسار کی شادی کے موقع پر
برادری کے اصرار کے باوجود کہ شان و شوکت سے شادی کی جائے۔ آپ نے بہت ہی
سادگی برتی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ اس نیکی کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے
فضلوں سے نوازا۔ اور ۱۹۵۶ء کے بعد میری مالی حالت بہت ترقی کر گئی۔ فالحمد
لِلّٰہِ علیٰ ذٰلِکَ۔
الغرض اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے والد صاحب مرحوم کو جہاں اپنی بیشمار
نعمتوں سے نوازا تھا، وہاں یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ اُس کے دیئے ہوئے اموال کو
اس کی راہ میں انتہائی فراخدلی کے ساتھ خرچ کریں۔ اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کو سادگی
کے ڈھانچے میں ڈھال کر اور ہر قسم کے تکلفات سے بچ کر دین کی خدمت کے لئے کُشادہ
دستی سے کام لیا۔ ہم آپ کے تمام پسماندگان اس امر کے گواہ ہیں کہ آپ اپنے فارغ
اوقات میں ہمیشہ اشاعتِ اسلام اور خدمتِ غرباء کے لئے سکیمیں سوچا کرتے
تھے اور ان سکیموں کو رُو بہ عمل لاتے تھے۔

(۱۸) آپ کی سیرت کے یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہیں کہ دُکان میں گاہکوں کی وجہ سے
غیر معمولی مصروفیت کے باوجود آپ کا یہ طریق تھا کہ آپ ملاقاتیوں سے توجہ سے ملاقات
کرتے اور قادیان سے آنے والوں اور غریب ملاقاتیوں سے اُٹھ کر ملاقات کرتے اور

اُن کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ برکت و فضل کا غیر معمولی سلوک تھا۔ آپ ذکر کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام کے ذریعہ بتلائے گئے اسمِ اعظم کو مَیں بکثرت پڑھتا ہُوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بڑے بڑے مصائب سے نجات دی ہے۔ مثلاً ۱۹۶۴ء کے فسادات میں ہم ملت افراد کو شدید نقصان پہنچا۔ علاقہ ٹینگرہ کی تمام فیکٹریاں لُوٹ لی اور نذرِ آتش کر دی گئیں۔ صرف آپ کی فیکٹری بچ گئی۔ لُوٹ مار اور آتشزنی تو کجا، اس کا تالا تک بھی نہیں توڑا گیا۔ حالانکہ ہماری فیکٹری کے اس طرح محفوظ رہنے کا کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ نہ بعد میں کسی سبب کا علم ہو سکا۔ اس کے جلد بعد آپ نے اس فیکٹری کو فروخت کر دیا۔

اسی طرح اس وقت بہت سے افراد کاروبار کی خاطر مشرقی پاکستان منتقل ہو گئے۔ آپ کے ایک عزیز بھی اسی ارادہ سے وہاں جا پہنچے۔ دیگر جو لوگ وہاں منتقل ہوئے تھے، بعد میں بنگلہ دیش بن جانے پر ان کا حال زبوں ہُوا اور اُن کا سارا کاروبار بکلی تباہ ہو گیا۔ لیکن آپ ایسی ہونے والی تباہی سے غیب سے فضلِ الٰہی کی دستگیری سے محفوظ رہے۔ یُوں کہ جس روز اس عزیز نے ایک قیمتی قطعہ اراضی کی خرید کا سودا پکا کرنا تھا، اُس روز آپ کے دِل میں اس خیال نے زور پکڑا کہ وہاں کاروبار نہیں کرنا چاہیئے اور آپ نے فوراً فون پر اس عزیز کو ہدایت کی کہ وہ فوراً واپس آجائے۔

اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کو اپنے قرب میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور آپ کی ساری اولاد کو توفیق بخشے کہ وہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر نیکیوں میں سبقت لے جانے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہے۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔[5]

---

[5] مکتوب ۲۶ر فروری ۱۹۷۶ء۔ محترم میاں منیر احمد صاحب بانی سے حاصل شدہ مزید معلومات کا اضافہ اس مضمون میں کر دیا گیا ہے۔

(۲) منجانب میاں نصیر احمد صاحب بانی

(۱) غالباً ۱۹۶۴ء میں میرے والد بزرگوار ایسے شدید علیل ہُوئے کہ یوں نظر آتا تھا کہ وقتِ اجل آن پہنچا ہے۔ ہم سب آپ کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے نحیف اور جذبہ سے رُندھی آواز سے فرمایا:-

> "میرے بچو! شاید میرا وقت آ پہنچا ہے۔ تمہیں میری الوداعی نصیحت یہ ہے کہ احمدیت جیسے قیمتی خزانہ کی حفاظت کرنا جس کے تم وارث ہوئے ہو۔"

بے پایاں رحمِ خداوندی سے آپ صحت یاب ہو گئے اور مزید دس سال آپ نے عُمر پائی آپ کے دِل میں خلوص کی ایسی شمع روشن تھی جو تا دمِ واپسیں فروزاں رہی۔

(۲) آپ کے چچا حاجی تاج محمود صاحب نہایت مخلص اور مثالی احمدی بن چکے تھے۔ ان چچا بھتیجے کی مشترک دُکان میں اکثر مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ قادیان سے الفضل کے علاوہ جس کے والد صاحب باقاعدہ خریدار تھے اور لٹریچر بھی وہاں سے آپ کے پاس پہنچتا تھا۔ احمدی (اعزازی) مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب کشمیری کے ہفتہ واری درسِ قرآن مجید میں آپ اکثر شریک ہوتے تھے۔ ان باتوں کے نتیجہ میں والد صاحب دِل ہی دل میں صداقتِ احمدیت کے قائل ہو چکے تھے۔ ایک روز آپ کے چچا صاحب موصوف نے جماعتِ احمدیہ کا ذکر چھیڑا۔ اور والد صاحب کو بھی جماعت میں شامل ہو جانے کی تلقین کی۔ آپ کا دِل تو پہلے ہی صداقتِ احمدیت کا قائل ہو چکا تھا۔ سو آپ نے اس تجویز کی حامی بھر لی۔ اور بیعت کا خط تحریر کر کے قادیان بھیج دیا۔ یہ ۱۹۱۸ء کی بات ہے۔ اس وقت آپ کی عُمر اٹھارہ سال کی تھی۔

(۳) گو قبولِ احمدیت کا فیصلہ کرنے میں تو آپ کو کوئی خاص مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ لیکن فوراً بعد ظلم و تعدی اور تہمت کے دروازے گویا کھل گئے۔ قریبی رشتہ دار ایک ہی رات میں غیر بن گئے۔ گہرے دوستوں بلکہ پیار کی زبان [illegible]

بھی آپ سے منہ موڑ لیا۔ چونکہ اس وقت ہماری برادری میں احمدیوں کی تعداد بہت کم تھی، آپ کی قبولِ احمدیت کی خبر جلد پھیل گئی۔ ہمارا آبائی وطن چنیوٹ ربوہ کے نزدیک ہے۔ اپنے اس وطن سے باہر رہنے والے افراد، جہاں اور جب ممکن ہوتا ہے، اجتماعی شکل اختیار کر لیتے اور ایسی ایسوسی ایشن "چنیوٹی برادری" کہلاتی تھی۔ والد صاحب ہدفِ تمسخر بن گئے۔ تاہم آپ نے حیرت انگیز تحمل دکھایا۔ اور تمسخر کے مقابلہ میں استقامت اور اور حلیمانہ حوصلہ کا نمونہ پیش کیا۔ ایسے بعض واقعات جو ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہیں انہیں قارئین کے ازدیادِ علم کے لئے پیش کرتا ہوں۔

(۴) آپ کے بڑے ماموں نے برسرِ عام آپ کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اور آپ کو جی بھر کر بہت سخت سُست کہا۔ بعض دوسرے ماموؤں نے جو بظاہر ہمدرد تھے، نرمی سے آپ کو راہِ راست سے منحرف کرنے کی کوشش کی۔ مشہور عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اتفاقاً ان دنوں میں کلکتہ آئے ہوئے تھے۔ تجویز یہ کی گئی کہ اس "گمراہ" نوجوان کو گمراہی سے نجات دلانے کی خاطر اُن کے پاس لے جایا جائے۔ بادلِ ناخواستہ میرے والد صاحب نے یہ تجویز قبول کر لی۔ چنانچہ والد صاحب کے پانچوں ماموں اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد اور حاجی تاج محمود صاحب والد صاحب سمیت مولوی ثناء اللہ صاحب کی جائے قیام پر پہنچے۔ چونکہ مولوی صاحب کو پہلے اطلاع نہیں تھی کہ یہ لوگ آنے والے ہیں اس لئے اس انبوہ کو دیکھ پاتے ہی طبعًا وہ پریشان ہوئے۔ جب اُن کو بتلایا گیا کہ محمد صدیق بانی "مرزائی" ہو گئے ہیں تو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ دریافت کی۔ والد صاحب نے یہ آیت پڑھی:-

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف)

مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تو نزولِ قرآن سے پہلے کے زمانہ کے بارے میں ہے۔

جب والد صاحب نے کہا کہ ایسی تخصیص کا ذکر یہاں کسی مقام پر نہیں تو مولوی صاحب اس بات کی تردید نہ کر سکے اور دیگر مصروفیات کا بہانہ کرتے ہوئے دوسروں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ مجھ سے ان کو لے کر پھر کسی وقت ملیں۔ اس گریز والے جواب کا اثر اس مجمع پر اچھا نہ پڑا۔ اور یہ صاحبان نہایت بے اطمینانی کی حالت میں منتشر ہوئے۔

(۵) والد صاحب اپنے وطن چنیوٹ واپس ہوئے تو والدہ صاحبہ نے ان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اور مستورات کے طبقہ نے آپ کی والدہ صاحبہ کے ساتھ آپ کے بارے میں اسی رنگ میں افسوس کیا جیسے کسی کے ہاں وفات ہونے پر افسوس اور تعزیت کی جاتی ہے۔

(۶) بعد میں آپ کی والدہ صاحبہ کا دل پسیجا اور انہوں نے یہ خواہش کی کہ اُن کے سامنے کسی مولوی سے اُن کے بیٹے کی بحث ہو۔ چنانچہ چنیوٹ میں ایک عرب عالم سے ان کی گفتگو ہوئی۔ جسے چند ہی لمحات میں شدید زک اُٹھانی پڑی۔ اور وہ فوراً اندرونِ خانہ چلے گئے اور عرب صاحب کے معتقدین نے بھی اپنی شدید ہتک اور شکست محسوس کی۔[1]

(۷) میرے والد محترم کو اپنی والدہ ماجدہ سے انتہائی اُنس تھا۔ اور آپ کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ وہ بھی اسی چشمہ ہدایت سے سیراب و فیض یاب ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ سالوں بعد بھی میرے والد صاحب اپنی والدہ محترمہ کا ذکر چشم پُرآب ہوئے بغیر نہ کر سکتے تھے۔ اُن کے شکوک و شبہات رفع کرنے کی پیہم کوشش آپ نے جاری رکھی۔ لیکن آپ کی والدہ کے دل میں احمدیت کی مخالفت اتنی راسخ تھی کہ وہ کچھ بھی اثر قبول نہ کرتی تھیں۔ عرب عالم والے واقعہ کے بعد اُن کی مخالفت میں کچھ کمی تو ضرور آ گئی تھی۔ تاہم وہ اپنے اس بیٹے کے ساتھ

---

[1] یہاں پہ تفصیل حذف کر دی گئی ہے۔ قبولِ احمدیت کے کوائف میں پہلے گزر چکی ہے۔

ابھی میل جول کی طرف مائل نہ تھیں۔

(۸) جلسہ سالانہ ۱۹۱۸ء انفلوئنزا کی وبا کے باعث مارچ ۱۹۱۹ء میں منعقد ہوا۔ اوّلین بار آپ نے اس میں شرکت کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر پھر بیعت کرنے کی سعادت آپ نے حاصل کی۔ وہاں سے خرید کردہ پوسٹر آپ نے گھر میں چسپاں کر دیئے جس سے بالآخر آپ کی والدہ صاحبہ متاثر ہوئیں اور آپ نے قادیان کو خود دیکھنے اور احمدیت کے بارے میں تحقیقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

(۹) سو آپ ۱۹۲۱ء میں قادیان گئیں اور ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے گھرانے کا خصوصاً اور قادیان کے ہر شعبۂ زندگی کا عموماً مطالعہ نہایت گہری نظر سے کیا۔ نتیجۃً آپ کی کایا پلٹ گئی۔ اور شدید مخالفت سے آپ ایک مخلص پیروکار بن گئیں۔ اس طرح والد صاحب کی ایک دیرینہ تمنا بر آئی۔

(۱۰) والد صاحب بارہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ آپ گھر میں بڑے بیٹے تھے اس لئے آپ کو تعلیم جاری رکھنے کی بجائے روٹی کمانے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ آپ کلکتہ چلے آئے۔ اور اپنے چچا حاجی تاج محمود صاحب کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے لگے۔ حاجی صاحب جیسی بزرگ شخصیت کی سرگرمی کا اصل اور بڑا میدان تبلیغ کا تھا۔ اس لئے وہ دُنیوی اُمور کی نگہداشت کے لئے زیادہ فرصت نہ پاتے تھے۔ وہ بڑی مذہبی جرأت کے مالک تھے۔ لیکن ان میں کاروباری ملکہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کاروبار بتدریج گھاٹے میں جاتا رہا۔ اور بالآخر ۱۹۱۸ء میں اسے بند کر دینا پڑا۔

چونکہ والد صاحب کے ذمہ ایک بڑے کنبہ کی پرورش تھی اس لئے آپ کو ایک عرصہ تک سخت جدوجہد کا سامنا کرنا پڑا۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ سخت محنت اور مارکیٹ کے حالات کے گہرے جائزہ کی توفیق پائی۔ جس کے نتیجہ میں آپ

جلد ہی ایک متموّل اور کامیاب تاجر بن گئے۔ جنگِ عظیم دوم میں ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۵ء کا عرصہ انتہائی منفعت کا زمانہ تھا۔ لیکن بعد کا سال قیامت خیز ثابت ہوا۔

(۱۱) کلکتہ میں ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو وقوع پذیر ہونے والے فرقہ وارانہ فساد کے باعث عمر بھر کی جانفشانی کا نتیجہ نذرِ آتش ہو گیا۔ آپ کے کاروباری اور رہائشی مکانات لوٹ لئے گئے۔ اور پھر مکمل طور پر تباہ کر دیئے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں ایک اور مصیبت آئی۔ تقسیمِ ملک کے عظیم انقلاب کے باعث ہم قادیان چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور وہاں کا ہمارا مکان بھی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔

(۱۲) یہ دونوں واقعات بھاری صدمات کا موجب تھے۔ لیکن والد صاحب کی فطرت کا خمیر غیر معمولی تھا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ سب کچھ ازسرِ نو بنا لینے کے لئے جُت گئے۔ اور اپنی روایت کے مطابق محنت، دیانت اور خوش معاملگی سے کام لینے کی بدولت آپ کا کاروبار خوب چمکا۔ اور آپ نے ایک بار پھر اس میں نہایت ہی ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

(۱۳) بیعت کے دن سے ہی جاذب ترین شے آپ کے لئے احمدیت تھی۔ آپ اپنے تئیں احمدیت کا ایک ادنیٰ خادم جانتے تھے۔ ہر مرکزی تحریک پر آپ نے انشراح اور وسعتِ قلبی سے شرکت کی۔ جماعت کے ترجمان اخبارات میں آپ ایسے اعلانات کے منتظر رہتے تھے اور ذوق و شوق سے بلکہ بعض دفعہ تار کے ذریعہ آپ اپنے چندے بھجوا دیتے تھے۔ تعمیر مسجد اقصیٰ اور فضلِ عمر شفاخانہ ربوہ اور ڈینش، گورمکھی اور ہندی زبانوں کے تراجم القرآن اور حفاظت و تزئین بہشتی مقبرہ کی تحریکات بعض ایسے منصوبے ہیں جن میں آپ نے خصوصی اور ممتاز طور پر حصہ لیا۔

(۱۴) آپ نے ۱۹۴۳ء میں قادیان میں ایک مکان خرید لیا تھا[1] اور ہم

---

[1] تالیف ہذا میں سن کے سہو کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

نے مستقل طور پر وہاں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ آپ کلکتہ میں قیام رکھ کر کاروبار کی نگہداشت کرتے تھے ۔ اور سال بھر میں صرف ایک بار چند ہفتوں کے لئے ہمارے پاس آتے تھے ۔ ۱۹۴۴ء میں آپ قادیان آئے تو آپ نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ روپیہ کمانے سے میرا دل بھر گیا ہے ۔ اور اب میں زندگی کے باقی دن خدمتِ دین کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں ۔ میری والدہ اس بات سے متفکر ہو گئیں ۔ کیونکہ اُس وقت ہم پانچوں بہن بھائی ابھی بچے ہی تھے ۔ والدہ صاحبہ کی دانشمندی اس موقعہ پر آڑے آئی ۔ آپ نے والد صاحب کو اس بات کی ترغیب دی کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی قدم اُٹھائیں ۔ حضورؓ نے از راہِ شفقت یہ مشورہ دیا کہ آپ جب تک اپنے بچوں کو زندگی کے میدان میں استوار کرنے کی ذمہ داریوں سے عُہدہ برآ نہ ہو جائیں، اپنے اس زیرِ تجویز پروگرام سے رُکے رہیں ۔

(۱۵) احباب و مخالف آپ کے خلوص، استقلال اور قوتِ فیصلہ کی تعریف میں یکساں رطب اللسان تھے ۔ احباب جماعت میں یا برادری میں کوئی سماجی یا کاروباری تنازعہ رُونما ہوتا تو اس کے طے کرنے کے لئے آپ پر نظرِ انتخاب پڑتی ۔ آپ نے بیشمار پیچیدہ معاملات کو کمال دانشمندی سے سُلجھایا ۔ ہم تمام انسان ضعیف البُنیان ہیں ۔ خوش قسمت ہیں وہ افراد جو اپنی کمزوریوں کو تسلیم کر کے اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں ۔ ہم سب اعلیٰ مقام تک پہنچنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ۔ بغور تحقیق کرنے اور جائزہ لینے پر ایسے کامیاب و کامران نفوس بعض خصوصی اوصاف سے متصف نظر آتے ہیں ۔ جو قربانی کی رُوح کے ذریعہ نشو و نما پائے ہوتے ہیں ۔ (مثلاً) الفضل میں آپ کی نظر سے جب یہ بات گزری کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام تمباکو نوشی کو ناپسند فرماتے تھے تو آپ نے قریباً پچاس سال کی اپنی عادت ہمیشہ کے لئے ترک کر دی ۔ اور پھر حُقّہ کو کبھی چھُوا تک نہیں ۔ یہ آپ کے عزمِ صمیم کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے ۔ آپ کی زندگی میں ایسی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ میں راسخ الارادہ ہونے کا وصف

موجود ہے ۔

(۱۶) ایک خوشحال تاجر ہونے کے باوجود آپ کی بُود و باش میں سادگی آپ کا طُغرائے امتیاز تھا ۔ خوراک و پوشاک میں سادگی آپ کا شعار تھا ۔ فی زمانہ ہر گھر میں سامانِ تعیش و زیبائش کو کم و بیش ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن آپ کا گھر اس سے یکسر خالی تھا ۔ یہ بُخل کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ آپ خدمتِ خلق کے کاموں کے لئے بہت فیاض تھے ۔ بیوگان، یتامیٰ اور غریب طلباء کی ایک کثیر تعداد ہر ماہ بلا ناغہ آپ سے امداد پاتی تھی ۔ ان کے پتہ جات اور دیگر تفصیل آپ نے ایک ڈائری میں درج کر رکھی ہوتی تھی ۔

میری نگاہ میں آپ کی سیرت کا حسین ترین وصف آپ کی درویشانِ قادیان سے محبت تھی ۔ آپ ان میں سے غریب طبقہ میں سُدھار لانے کے لئے ہمیشہ متفکر رہتے تھے ۔ آپ ہر سال جلسہ سالانہ سے دو تین دن پہلے قادیان تشریف لے جاتے اور ضرورت مند درویش بھائیوں کے بارے میں آپ مخفی طور پر معلومات حاصل فرماتے ۔ اور پھر اُن کو مناسب امداد بہم پہنچاتے تھے ۔ آپ نے درویش بھائیوں کی مدد کے لئے بہت سی سکیمیں شروع کر کے ان کو باقاعدگی سے جاری رکھا ۔ درویشوں کے درمیان بیتے دنوں کی سُہانی یاد آپ کو بار بار آتی تھی ۔

(۱۷) احمدیہ مسجد کلکتہ اور احمدیہ دار التبلیغ کی تعمیر کے رُوحِ رَواں میرے والد صاحب ہی تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ نصف صدی تک آپ جماعت کلکتہ کے ایک فعال اور مخلص کارکن رہے ۔ ۱۹۷۲ء میں آپ کو فریضہ حج ادا کرنے کا موقعہ مِلا ۔ ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں احمدیت کے خلاف وحشت و بربریت کا فتنہ پھُوٹ پڑا ۔ والد صاحب چونکہ معروف احمدی تھے اس لئے کراچی میں آپ بائیکاٹ کا خصوصی نشانہ بن گئے ۔ آپ نے نہ صرف خود ہی ان زیادتیوں کو غیر معمُولی حوصلہ سے برداشت کیا بلکہ آپ کراچی کی جماعت کے لئے بھی استقلال کا مُوجب بنے رہے ۔

۱۹۷۴ء میں آپ بیمار ہو گئے اور ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو بروز جُمعہ بوقت صُبح

یہ حوصلہ مند شخص اِس دارِ فانی سے انتقال کر کے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ دُوسرے روز بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کے جسمِ فانی کی تدفین عمل میں آئی۔

(۱۸) اب آپ اس جہان میں زندہ نہیں ہیں۔ مگر آپ کے کارہائے نُمایاں، آپ کی خدمتِ دین، بااصول اور سادہ زندگی اور احمدیت کے لئے غیرت ہمارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ کے طور پر زندہ موجود ہے۔ آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات، آپ کی قُربانیاں، روزمرّہ کی زندگی اور دیگر سرگرمیاں جو متفرّق معلوم ہوتی ہیں، حقیقتاً تمام ایک ہی طرز یعنی تعلیماتِ اسلام کے نقطہ پر مرکوز ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ جب بھی کوئی شخص اسلامی تعلیمات پر دینی زندگی میں عمل پیرا ہوتا ہے، دُنیوی طور پر اس کا کوئی بھی مقام ہو، لازماً وہ عظیم المرتبت بن جاتا ہے [۱]

---

(۳) منجانب مولوی شریف احمد صاحب امینی

مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی (حال ناظر دعوۃ و تبلیغ) نے تحریر کیا کہ:-

ہر انسان کے لئے موت مقدّر ہے۔ مگر کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جس کا ذکرِ خیر اور نیک یاد اس کی وفات کے بعد بھی لوگوں میں باقی اور زندہ رہے۔ اور بعد میں آنے والے اس وفات یافتہ شخص کے اچھے اعمال، کارہائے خیر، صدقاتِ جاریہ اور خُوبیوں کا تذکرہ کر کے اس کے حق میں بارگاہِ ربّ العزّۃ میں دُعائے خیر کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

"اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ"

کہ تُم اپنے وفات یافتہ افراد کا اچھے رنگ میں اور اچھے پیرایہ میں تذکرہ کیا کرو۔ یعنی

---

[۱] [illegible] شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ

اس کی خُوبیوں اور اچھے اوصاف پر نظر رکھو۔ کیونکہ بے عیب خُدا تعالیٰ کی مقدّس ذات ہے۔ تاکہ معاشرہ میں ایک نیک اِصلاحی جذبۂ خیر اور ولولۂ عمل پیدا ہو۔ اور دُوسروں کو بھی کارہائے نیک کرنے کی تحریک ہو۔

میں ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء کلکتہ میں بطور مُبلّغ متعیّن رہا۔ اور اس عرصہ میں جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اور مَیں نے اُن کی طرف سے واجبی اکرام و احترام، معاملات و تحریکاتِ سلسلہ اور امدادِ غرباء و مساکین کے لئے جذبۂ تعاون و ہمدردی پایا۔

آپ نے عین جوانی میں اٹھارہ سال کی عمر میں نعمتِ احمدیت پائی۔ اور پھر تا وفات عہدِ بیعت کو نہایت ہی خوش اُسلوبی سے نبھایا۔ خلافت سے آپ کو سچّی عقیدت اور خلفاءِ کرام سے عشق تھا۔ جن کی ہر تحریک پر بشاشتِ قلب سے لبّیک کہنا آپ اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے موجبِ سعادت و برکت سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے ہر تحریکِ سلسلہ میں آپ نے نُمایاں حصّہ لیا۔ ضروریاتِ سلسلہ کو پُورا کرنے میں آپ وسعتِ قلبی کا اظہار فرماتے تھے۔ ربوہ کی مسجد اقصیٰ آپ کا بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ جس کی افتتاح کی تقریب میں بھی شمولیت کا آپ نے شرف پایا تھا۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں اور خوشنُودی سے آپ مشرّف ہوئے۔

درویشانِ قادیان کے متعلق آپ کا اندازِ فکر بہت ہی قابلِ قدر تھا۔ کئی دفعہ آپ نے ذکر کیا کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند و پاکستان کے وقت جب مقدّس مرکز قادیان ہندوستان میں رہ گیا تو اس وقت اس کی آبادی اور سلسلہ کی خدمت کے لئے ضروری تھا کہ مَیں اور میری اَولاد وہاں جا کر رہتی۔ اور یہ خدمت بجالاتی۔ مگر اپنی کاروباری مجبُوریوں کی وجہ سے ہم میں سے کوئی بھی وہاں نہ جا سکا۔ اس لئے مَیں دیانت داری سے سمجھتا ہُوں کہ میرے وہ درویش بھائی جو اُس وقت اپنے عزیز و اقارب، کاروبار اور ملازمتوں کو چھوڑ کر اور اپنی خواہشات و جذبات کو قربان کر کے اپنے پیارے امام (رضی اللہ عنہ)

کی تحریک پر اُن پُرخطر ایام میں مرکز قادیان میں دُھونی رما کر بیٹھ گئے۔ وہ دراصل میری طرف سے یہ ڈیوٹی ادا کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ میرا فرض تھا کہ میں اور میری اولاد مرکز میں جا کر رہتی اور اسے آباد رکھتی۔ اس لئے اب میں نے اپنی زندگی کا نصب العین یہ قرار دے لیا ہے کہ میں حتی الوسع اپنے درویش بھائیوں کا جو قادیان میں مقیم ہیں، ہر طرح خیال رکھوں گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد دوں گا۔ اور مرکز سلسلہ کے استحکام اور تبلیغی و تربیتی پروگراموں کے جاری رکھنے میں نظامِ سلسلہ سے تعاون کرتا رہوں گا۔

سو اِس اندازِ فکر اور نیک جذبہ کے تحت آپ ضروریاتِ درویشانِ کرام کا خیال رکھتے۔ ان کے لئے گندم اور بعض اوقات پارچات وغیرہ کا انتظام بھی کرتے اور نظامِ سلسلہ کی وساطت سے بذریعہ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعتِ احمدیہ قادیان اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ان کا اہتمام کرواتے تھے۔ اس نیک جذبہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو نوازا اور اُن کے کاروبار میں غیر معمولی برکت دی۔ اور پھر آمد کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے بشاشتِ قلبی بھی عطا فرمائی۔ آپ اِس امر پر بھی خوش تھے کہ آپ کے اہل و عیال اس نیک جذبہ میں نہ صرف ممِدّ ہیں بلکہ ان کا طرزِ عمل حوصلہ افزا ہے۔ اور آپ شکرِ خداوندی بجا لاتے تھے کہ یہ سب کچھ اُن کے اہل و عیال کی (تقسیمِ ملک سے پہلے) قادیان کی رہائش کی برکت اور وہاں کی تعلیم و تربیت کا خوشکن ثمرہ ہے۔

ایک درویش پیٹ کے کینسر کے مرض میں مُبتلا تھے۔ مرکز نے مجھے لکھا کہ میں اطلاع دوں آیا کلکتہ میں کوئی ہسپتال اس مرض کے علاج کا ہے تا اس درویش کا وہاں علاج کروایا جا سکے۔ میں نے حصولِ معلومات کے لئے برسبیلِ تذکرہ محترم سیٹھ صاحب سے اس چِٹھی کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ کلکتہ میں تو کوئی ایسا ہسپتال نہیں جس میں اس مرض کا خاطر خواہ علاج ہو سکے۔ البتہ بمبئی اور لاہور میں ہے۔ آپ مرکز میں لکھ دیں کہ ہمارے اس درویش بھائی کو جس ہسپتال میں بھی سہولت سے داخلہ مل سکے جلدی بغرضِ علاج داخل کرا دیا جائے۔ اُن کے علاج کے جملہ اخراجات میں ادا کروں گا۔

خواہ ایک لاکھ ہوں یا دو لاکھ۔ کیونکہ ایک درویش کی زندگی بڑی قیمتی ہے۔ صرف اتنا کہا ہی نہیں بلکہ کئی ہزار روپیہ فوری طور پر اس غرض کے لئے مرکز میں بھجوا دیا۔ چونکہ اس درویش کی مرض آخری مرحلہ پر تھی، مرکز اُن کو کسی ہسپتال میں داخل نہ کرا سکا۱ہ اسی دوران میں سیٹھ صاحب محترم ایک دو دن کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ گرمیوں کے ایام تھے۔ آپ نے اس درویش کے گھر جا کر عیادت کی۔ اس موسم کے پیشِ نظر مریض درویش کے لئے مناسب ضروریات کا آپ نے انتظام کروایا۔ کلکتہ واپس آنے کے بعد جب اس درویش کی وفات کا علم ہُوا تو اُس کے علاج کے لئے ارسال کردہ رقم مرحوم کے اہل و عیال کے خرچ کے لئے مرکز کے سپرد کر دی۔ اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ آپ کے دِل میں درویشانِ کرام کے لئے کس قدر محبت و خلوص کے جذبات تھے۔

علاوہ ازیں غرباء و مساکینِ جماعت کی امداد کا بھی آپ خیال رکھتے تھے۔ اور بعض کو مستقل امداد دیتے تھے۔ جب میں کسی علاقہ کے دَورہ پر جاتا تو مجھ سے فرماتے کہ اگر کسی جماعت میں کوئی احمدی مَرد، عورت یا بچہ بے سہارا اور قابلِ امداد ہو تو اُس کے کوائف سے مجھے اطلاع دیں تاکہ میں اس کی کوئی خدمت کر سکوں۔ اور مجھ پر آپ کا یہ احسان ہوگا۔ اور جب میں کسی کے بارہ میں معلومات مہیا کر کے اِمداد کی سفارش کرتا، تو آپ بخوشی اس کی امداد فرماتے۔ ہر رمضان مبارک کی آمد پر آپ کی خواہش کے مطابق میں کلکتہ، بنگال اور اُڑیسہ کے قابلِ امداد افراد کے کوائف مُہیا کرتا اور پھر آپ ان کو پارچات کی امداد فرماتے۔

جب میں ۱۹۶۴ء میں بطورِ مُبلغ تبدیل ہو کر کلکتہ پہنچا تو اُس وقت جماعت کی نئی پختہ مسجد تعمیر ہو چکی تھی۔ میں نے احباب میں تحریک کی کہ اس مسجد کی تعمیر کی توفیق جماعت نے پائی ہے۔ اب اس کی آبادی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جو احباب مسجد سے

۱ہ اس سے پہلے امرتسر شفاخانہ میں طویل عرصہ تک ان کو داخل رکھا گیا، وہیں یہ مرض تشخیص ہوئی اور پھر وہاں سے جواب مل گیا تھا۔ اور اُوپر کی بات جواب ملنے پر قادیان لے آنے کے بعد کی ہے۔ (مؤلف)

دُور رہائش رکھتے ہیں اُن میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے سہولت دی ہے وہ روزانہ کم از کم ایک نماز یہاں باجماعت ادا کیا کریں۔ اس تحریک پر مرحوم سیٹھ صاحب نے یہ معمول بنالیا کہ شام کو اپنی دکان بند کر کے اپنے بیٹوں کے ہمراہ سیدھے مسجد میں آتے اور نمازِ عشاء باجماعت ادا کر کے گھر جاتے۔ ہر اتوار کو درس القرآن میں اور دیگر جماعتی تقریبات میں اپنے افرادِ خاندان سمیت شریک ہوتے۔ مسجد کی ضروریات کو بھی خندہ پیشانی سے آپ پورا کرتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کا رُکن مقرر فرمایا۔ اور تا وفات آپ اس کے رُکن مقرر رہے۔ جماعت کلکتہ کے ذمہ دار عہدوں پر بھی آپ کئی سال تک فائز رہے۔ آپ کے مشورے جماعتی اُمور میں بہت ہی مفید اور نتیجہ خیز ہوتے تھے۔

آپ نے حجِ بیت اللہ کی توفیق پائی۔ اور وہاں کے ایمان افروز حالات مجھے لکھے جن میں میرے لئے خاص التخاص دعائیں کرنے کا ذکر تھا۔ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج کرنے کی سعادت بخشی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آپ وفات پا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے قطعہ مُبشّرین میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مدارج عطا کرے۔ اور آپ کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو۔ اور مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین[۱]

(۴) منجانب مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی حال ناظر دعوۃ و تبلیغ

بزرگوارم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی سے میرا تعارف اپریل ۱۹۴۷ء میں ہوا جبکہ آپ اپنے ایک عزیز کی شادی میں شرکت کے لئے قادیان تشریف لائے تھے اور اس کی

[۱] بدر ۱۷ جولائی ۱۹۷۵ء سے قدرے اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

شادی میرے سسرال کے خاندان میں ہو رہی تھی۔ میں اس وقت مبلغ دہلی تھا اور اپنی شادی کے سلسلہ میں قادیان آیا ہوا تھا۔ بعد ازاں آپ کو قریب سے دیکھنے اور آپ کے ساتھ مل کر جماعتی کام کرنے کا موقع مجھے اپریل ۱۹۵۹ء سے ملا۔ جبکہ خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کلکتہ کا امیر نامزد فرمایا۔ اور مغربی بنگال اور صوبہ اڑیسہ کا انچارج مبلغ بنا کر کلکتہ بھجوایا۔

اطاعتِ امیر میں آپ کا نمونہ

اس وقت جماعت کلکتہ کے حالات بعض احباب کے کاروباری اختلافات کی وجہ سے خوشکن نہ تھے۔ جس مقصد کی خاطر مجھے وہاں بھجوایا گیا تھا، اس میں کامیابی کے لئے میں نے بہت دعائیں کیں۔ اس زمانہ میں جن احباب نے اطاعتِ امیر کا بہترین نمونہ دکھایا اُن میں آپ کا نام سرِ فہرست ہے۔

سادگی

کلکتہ میں آپ کا موٹر پارٹس کا کاروبار تھا اور کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت برکت دے رکھی تھی۔ مالی لحاظ سے کشائش کے باوجود آپ کی طبیعت میں سادگی تھی۔ آپ منکسر المزاج تھے تکبر کا کوئی شائبہ میں نے آپ میں نہیں دیکھا۔ آپ سادہ لباس زیبِ تن کرتے تھے۔ مکان کے رکھ رکھاؤ میں نہایت ہی سادگی تھی جیسی آرائش و زیبائش کی سادگی میں نے دیگر تاجرانِ کلکتہ اور رؤسا اور احباب کے ہاں نہیں دیکھی جن سے ملاقات کا اور ان کے ہاں جانے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔

اطاعتِ خلافت

جو شخص مقامی امیر کی اطاعت میں سرِ فہرست ہو، ظاہر ہے کہ اس میں اطاعتِ خلافت کا جذبہ کس قدر ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ خلفائے سلسلہ کے ساتھ عشق رکھتے تھے۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ ثانی رضی اللہ عنہ کی محبت آپ کی رگ رگ میں جاری و ساری تھی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ ثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے بھی آپ فدائی تھے۔ اور آپ کی ہر مالی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اس میدان میں اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں آنے کی کوشش کرتے تھے۔

خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ سے محبت

خلیفۂ وقت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ہر فرد کے ساتھ آپ محبت رکھتے تھے۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا کلکتہ میں

تشریف آوری پر اگرچہ جماعت کے دیگر افراد نے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ لیکن خصوصی مہمان آپ محترم سیٹھ صاحب کے ہی تھے۔ اور محترم سیٹھ صاحب نے جماعتی حالات کے پیشِ نظر خاکسار کے مشورہ سے یہ بھی انتظام فرمایا کہ محترم صاحبزادہ صاحب کے قیام کا انتظام ہوٹل کے ایک وسیع اور کشادہ کمرے میں کیا تاکہ احمدی احباب اور دیگر افراد کو ملاقات میں آزادی ہو۔ محترم صاحبزادہ صاحب روزانہ کچھ وقت حضرت سیٹھ صاحب کے مکان پر بھی گزارتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی محبت کا اندازہ آپ کے اس فقرہ سے ہو سکتا ہے جو آپ نے ایک موقعہ پر بڑی رقت سے فرمایا کہ :-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کو اپنا مہمان دیکھ کر ہمارے گھر کے در و دیوار بھی خوشی میں جھوم رہے ہیں"

مہمان نوازی کا وصف

مہمان نوازی کا وصف بھی آپ میں نمایاں تھا۔ مسجد احمدیہ ابھی تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے مہمانوں کے قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ آپ سے میں نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بستر اور کھانے کا انتظام کر دیا کریں گے۔ چنانچہ مسجد اور مبلغ کے کوارٹر کی تعمیر تک آپ احسن رنگ میں ایسا انتظام فرماتے رہے۔

جماعت کے مشورہ سے ۱۹۶۳ء کے رمضان شریف میں تراویح کے لئے پاکستان سے مرکز ربوہ کی معرفت حافظ عزیز احمد صاحب کو منگوایا گیا۔ پروگرام یہ تھا کہ وہ دہلی پہنچیں گے اور میں ان کو کلکتہ لے چلوں گا۔ وہ پہنچ گئے لیکن ہماری روانگی کے دن سے دو روز پہلے کلکتہ میں شدید فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ حافظ صاحب کا ویزا دہلی کا نہیں تھا۔ اس لئے ان کا کلکتہ پہنچ کر ویزا درج کرانا ضروری تھا۔ وہ رُک نہ سکتے تھے۔ میں نے دعا کے بعد کلکتہ روانگی کا فیصلہ کیا۔ جوں جوں ہم کلکتہ کے قریب پہنچ رہے تھے یہ خبریں مل رہی تھیں کہ کلکتہ میں ابھی فسادات زوروں پر ہیں۔ جب ٹرین آسنسول پہنچی تو کلکتہ کے فسادات کی خبروں کی وجہ سے ہمارا تھرڈ کا

پورا ڈبہ بالکل خالی ہو گیا۔ اور صرف ہم دونوں ہی باقی رہ گئے۔ حافظ صاحب آنکھوں سے معذور تھے۔ میں نے ان سے اس کیفیت کا ذکر نہیں کیا۔ مبادا ان کو گھبراہٹ ہو۔

ان حالات کی وجہ سے تار نہ مل سکنے کی وجہ سے کوئی احمدی دوست اسٹیشن پر نہیں آئے تھے۔ ایک ٹیکسی ہم نے لی۔ لیکن سکھ ڈرائیور نے کولوٹولہ کے مسلم آبادی کے علاقہ میں ہمیں پہنچانے سے انکار کیا۔ اور اپنے آنکھوں سے معذور ساتھی کا بتانے پر بھی وہ ہمیں مچھوا علاقہ میں چھوڑ آیا۔ جہاں سے ہم ایک مزدور لے کر کولوٹولہ میں حضرت سیٹھ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ آپ دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور فوراً ہمارے قیام کا انتظام کیا۔ اور فرمایا کہ آپ دونوں کا قیام رمضان المبارک میں میرے غریب خانہ پر رہے گا۔ اور یہیں نمازِ تراویح کا بھی انتظام ہو گا۔ کیونکہ علاقہ پارک سرکس میں احباب کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ پورا ماہ ہم دونوں آپ کے مہمان رہے۔

اختتامِ تراویح پر بزرگوارم سیٹھ صاحب نے شیرینی احباب میں تقسیم کی اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی آمد سے ہمیں فائدہ اٹھانے کی توفیق دی۔ اور باوجود حالات کی خرابی کے یہ نماز باقاعدہ ہوتی رہی۔ اور آپ نے بارہا اظہارِ تشکر فرمایا کہ اس سال رمضان شریف ہمارے لئے بے حد برکتیں لیکر آیا ہے۔ اور ان برکات سے ہمیں اپنی جھولیاں بھرنے کی توفیق ملی۔ ایک ماہ ہم دونوں کی مہمان نوازی کے علاوہ اپنے خرچ پر آپ نے حافظ صاحب کو ہوائی جہاز کے ذریعہ کراچی واپس بھجوانے کا بھی اہتمام کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتیازی سلوک

فسادات مذکورہ بالا میں مسلم علاقہ اور مسلمانوں کی فیکٹریوں کو زیادہ نقصان پہنچا۔ رمضان شریف میں آپ نے ایک روز مجھ سے کہا کہ آج کرفیو کی پابندی نرم ہوئی ہے۔ ہم نے بھی نیو ٹیٹنگرہ کے علاقہ میں اپنی زیر تعمیر فیکٹری دیکھنے جانا ہے۔ میں آپ سے یہ اظہار کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے یہ نیت کی ہوئی ہے کہ اگر ہماری فیکٹری محفوظ رہی تو میں دس ہزار روپے اپنے درویش بھائیوں کے لئے ارسال کروں گا۔ میرے

سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپ کے بیٹوں نے فیکٹری کا دروازہ کھولا اور اسے بالکل محفوظ پایا۔ جبکہ ساتھ کی فیکٹریاں لُوٹی جاکر نذرِ آتش کر دی گئی تھیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ سو آپ نے حسبِ نیت دس ہزار روپیہ درویشان میں تقسیم کرنے کے لئے بھجوایا۔ اور تقسیم کا سکیل بھی مقرر کر دیا اور لکھا کہ اس کے مطابق مزید رقم مطلوب ہوگی تو وہ بھی بھجوادیں گے۔ چنانچہ مزید مطلوبہ رقم بھی آپ نے بھجوادی تھی۔

آپ کی نظر میں درویشان کا مقام

آپ کے دِل میں درویشانِ قادیان کی بڑی عزت تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ درویش ہمارے بھائی ہیں۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر اپنی برادری چھوڑی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں حضور کی جماعت کی برادری میں شامل ہونے کی توفیق عطا کی۔ آپ بارہا فرماتے تھے کہ میں درویشانِ کرام کی جو مالی خدمت کرتا ہوں تو صرف برادرانہ جذبہ سے کرتا ہوں۔ ہماری بھی یہ ذمہ داری تھی کہ ہم قادیان میں جاکر حفاظتِ مرکز کی خدمت سرانجام دیتے۔ جب ہم یہ نہیں کر سکے تو ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قادیان میں رہنے والے درویش بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

اِسی جذبہ کے پیشِ نظر آپ نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے میاں شریف احمد صاحب کی شادی کی تقریب قادیان میں سرانجام دی۔ کلکتہ سے آپ اپنے سارے خاندان سمیت قادیان آئے اور دُلہن اور اس کے بھائی پاکستان سے یہاں پہنچے۔ تقریب رخصتانہ اور دعوتِ ولیمہ کا اہتمام قادیان میں ہُوا۔ کلکتہ آکر آپ نے فرمایا کہ ہماری برادری اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑی تھی۔ میں نے چاہا کہ کم از کم قادیان کے سارے درویش بھائی اور بہنیں اس میں شریک ہوں۔ ان سب کا کلکتہ آکر شرکت کرنا ممکن نہیں تھا۔ اِس لیئے ہم خود قادیان پہنچ گئے۔ اِس طرح ہمارے یہ بھائی ہماری اِس خوشی میں شریک ہو گئے۔

ناداروں اور غرباء کا خاص خیال

نادار غریب افراد، مساکین و بیوگان کے لئے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ آپ نے سینکڑوں غرباء اور بیوگان کی خبر گیری کی۔ ہندوستان کی جماعتوں میں جہاں کہیں آپ کو علم ہوتا کہ کوئی غریب، بیکس، بے سہارا احمدی فرد یا عورت ہے تو مقامی مُبلّغ یا عہدہ داروں کے ذریعہ تحقیق کرنے پر آپ اُسے مستحق سمجھتے تو بالعموم اس کا ماہوار وظیفہ مقرر فرما دیتے۔ اور یہ وظائف آپ نہایت اہتمام کے ساتھ ہر ماہ کی پہلی دوسری تاریخ کو روانہ کر دیتے تھے۔ جماعتِ کلکتہ کے غرباء میں موسمِ سرما میں آپ گرم پارچات مُہیا کرتے تھے۔ بنگال میں جب بھی سیلاب کی وجہ سے تباہی ہوتی اور احمدی بھائیوں کی فصلیں تباہ ہوجاتیں تو آپ فوراً امداد کی پیشکش فرماتے۔ اور بارہا آپ نے ابراہیم پُور، کیتھا، اور بھرت پُور وغیرہ جماعتوں میں خاکسار کو امدادی رقوم دے کر بھجوایا۔ اسی طرح بنگال، بہار وغیرہ کے فسادات کے مواقع پر بھی آپ دُکھی بھائیوں کی امداد کے لئے فوراً آگے آتے۔

جمشید پُور ٹاٹا (بہار) میں ۱۹۶۴ء میں خطرناک فساد برپا ہُوا جس میں ہمارے احمدی بھائیوں کا بھی نقصان ہُوا۔ اس وقت تعمیرِ مسجد کی نگرانی ایک غیر مُسلم بنگالی مسٹر پال بطور اوورسیر کر رہے تھے۔ سیٹھ صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کا تو وہاں جانا مناسب نہیں۔ مسٹر پال کو بھجوادیں تا وہ وہاں کے عہدہ دارانِ جماعت سے مل کر حالات کا جائزہ لیں تا اُن کی مالی مدد کی جاسکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تب سیٹھ صاحب اور جماعت کلکتہ کے دیگر مخیر احباب نے ایک معقول رقم جمع کر کے وہاں بھجوائی۔

رفاہِ عام کے کاموں کے آپ متلاشی رہتے تھے۔ اور غور کرتے رہتے تھے کہ کس کام میں مالی تعاون کر کے آپ ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بے شمار رفاہی کاموں میں آپ نے حصہ لیا۔ کسی جگہ مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو اس کی تعمیر کے لئے معقول رقم بھجوادی۔ کسی جگہ دار التبلیغ بن رہا ہے تو اس کے لئے مال پیش کرنے کی سعادت پائی۔

تعمیرِ مسجد کلکتہ میں مالی خدمت

کلکتہ کی مسجد احمدیہ اور مبلّغ کے کوارٹر کی تعمیر میں آپ کے مالی تعاون کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ ۱۹۴۴ء میں مسجد کی زمین کی خرید کے لئے آپ نے تگ و دَو کی۔ پھر کچھ ملکی اور جماعتی

حالات کی وجہ سے مسجد کی تعمیر اٹھارہ سال تک ملتوی رہی۔ خاکسار نے اس کو ضروری سمجھا اور ستمبر ۱۹۶۲ء میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے اس کا سنگِ بنیاد رکھوا دیا گیا۔ احباب کے تعاون سے فراہم شدہ رقم سے مسجد کی عمارت مکمل ہوگئی۔ جو کام باقی تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری دعا سنی اور ایک اتوار کو جب کہ حسبِ معمول محترم سیٹھ صاحب موصوف درس سننے کے لئے مسجد میں آئے ہوئے تھے، میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور بغیر کسی تحریک کے آپ نے کہا کہ مسجد کے فرش کے لگوانے کا میری اہلیہ کی طرف سے اور بجلی کے پنکھے لگوانے کا میرے بیٹوں کی طرف سے انتظام کر دیں۔ پھر بیرونی دیواروں کی سفیدی کے اخراجات بغیر کسی تحریک کے محترم سیٹھ محمد حسین صاحب نے برداشت کئے۔ پھر مرکز کی ہدایت پر مبلغ کے کوارٹر کی تعمیر کی گئی جس کے اخراجات بیس ہزار روپے میں سے پانچ ہزار روپے مرکز نے اور پندرہ ہزار روپے محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے ادا کئے۔ اس طرح پارک سرکس کے علاقہ میں مسجد احمدیہ اور دارالتبلیغ کی یہ شاندار عمارت معرضِ وجود میں آگئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

مسجد کی آبادی کی کوشش

مسجد کی تکمیل کے بعد جب میں نے احباب کو توجہ دلائی کہ اس کی آبادی کی خاطر ایک دو نمازیں یہاں ادا کیا کریں۔ تو سب سے اول اس پر لبیک آپ نے کہی۔ آپ نے اپنا معمول بنا لیا کہ مغرب کے بعد دکان بند کرکے آپ اپنے بیٹوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف لے آتے۔ اور عشاء کی نماز ادا کرکے گھر جاتے۔ کلکتہ میں جب تک آپ کا قیام رہا آپ کا یہی معمول رہا۔ اور خوشی کی بات ہے کہ آپ کے بیٹوں کا بھی اب تک یہی معمول ہے۔

تقسیمِ ملک کے بعد مالی قربانیاں

تقسیمِ ملک کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر تین سو تیرہ درویشان نے قادیان میں ٹھہرنا پسند کیا۔ سیٹھ صاحب اس وقت کلکتہ میں تھے۔ آپ نے اُن کو اپنا بھائی سمجھ کر ہر طرح اُن کی دلداری کی۔ درویش فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہر سال اُن کے لئے چار ماہ کی گندم کا آپ انتظام کرتے اور اُن کی دیگر ضرورتوں اور مرکز کی ضرورتوں کا بھی آپ بطورِ خاص خیال رکھتے

تھے۔ آپ نے حصہ آمد، جلسہ سالانہ، وقفِ جدید، اور تحریکِ جدید کے چندہ جات میں معتدبہ اضافہ کیا۔ اپنی اہلیہ صاحبہ اور بچوں کی وصیتیں کروائیں اور اُن کے چندے بھی آپ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ لنگر خانہ کی تعمیر، بہشتی مقبرہ کی آرائش و زیبائش اور دارالمسیح کی مرمت کے اخراجات میں آپ نے شرکت کی۔ ۱۹۶۳ء میں حکومتِ ہند نے یہ طے کیا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان محلہ احمدیہ کے حلقہ کے مکانات (بشمول دارِ مسیح موعودؑ و دارِ خلیفہ اولؓ) وغیرہ کی قیمت (کئی لاکھ روپیہ) ادا کرکے خرید لے۔ تاکہ آئندہ کسی وقت اس کی ملکیت کے بارے میں کوئی اُلجھن پیدا نہ ہو۔ ان نکاسی املاک میں بہشتی مقبرہ سے ملحقہ باغ بھی تھا۔ جس کا ایک حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں دے دیا ہوا تھا۔ اس باغ کی مطلوبہ ساری رقم محترم سیٹھ صاحب نے ادا فرمائی۔ ۱۹۷۴ء میں ہمسایہ ملک میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک بڑا طوفان اُٹھا ایک کثیر تعداد بے خانماں ہو کر مرکز ربوہ میں پہنچی۔ محترم سیٹھ صاحب نے ان کی خوراک و پوشاک کی فراہمی کے لئے روپیہ دیا۔ آپ نے مسجد اقصیٰ ربوہ کی تعمیر سترہ لاکھ روپیہ سے کروانے کی سعادت پائی۔ اس کے ابتدائی اندازے سے خرچ بڑھتا گیا۔ آپ نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے صرف یہ لکھ دیا جایا کرے کہ اتنی مزید رقم مطلوب ہے۔ مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میں انتظام کر دیا کروں گا۔ ریا سے بچنے کے لئے آپ نے یہ درخواست بھی کی کہ آپ کے نام کا اظہار نہ کیا جائے۔

آپ بطور تشکر فرماتے تھے کہ اصل دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ ہمیں دیتا ہے۔ اور ہم اُسے آگے دے دیتے ہیں۔ ہم اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتے ہم صرف تقسیم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ ایک معروف بات سُناتے تھے کہ ایک مالدار شخص مستحقین پر بہت روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اس کی اولاد وغیرہ نے کئی طریق پر اُسے ایسا کرنے سے روکا۔ آہستہ آہستہ وہ اُن سے متاثر ہُوا اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ اب وہ ایسے اخراجات کرنے سے باز رہے گا۔ ایک رات اُس نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگ اس کے مکان میں آئے ہیں۔ اور وہ اجناس اور روپوں کی بوریاں

اُس کے مکان سے لے جا رہے ہیں۔ پُوچھنے پر انہوں نے کہا کہ دراصل یہ مال ناداروں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد کی خاطر آپ کو دیا گیا تھا۔ اور آپ آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اِن مستحقین سے دستکش رہیں گے اِس لئے ہم یہ مال اِس مکان سے باہر لے جا رہے ہیں تاکہ کسی ایسے شخص کے سپُرد کر دیں جو اسے مستحقین میں تقسیم کیا کرے۔

یہ بات سُنا کر سیٹھ صاحب فرماتے کہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ مال اپنے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے دیا ہے۔ ہماری کسی خُوبی کی وجہ سے ہمیں نہیں مل رہا۔ اِس لئے جہاں تک ہو سکتا ہے ہم اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اور دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی دکان پر جانے کا جب کبھی موقعہ ملتا تو وہاں گاہکوں کی بھیڑ کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا تھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہی آپ کے لئے یہ گاہک بھیج رہا ہے۔ آپ کی دُکان ایک گلی میں ہے۔ جس کے آس پاس ویسی ہی اور بھی دُکانیں موٹر پارٹس کی ہیں۔ لیکن جتنی بھیڑ آپ کی دکان پر ہوتی ہے، دُوسری دکانوں پر نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض دکاندار تو خالی ہاتھ بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے پاس اِکا دُکا گاہک ہی آتا ہے۔

اِسی مال کی دکان کراچی میں آپ کے فرزند میاں شریف احمد صاحب کی ہے۔ وہ بتاتے تھے کہ ۱۹۷۴ء والی احمدیہ جماعت کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران ہمارا بھی بائیکاٹ ہُوا لیکن اس سال ہمیں آرڈر بہت زیادہ ملے۔ اور جتنا مال اُس سال ہم نے بھجوایا اُس سے پہلے نہیں بھجوایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت زیادہ منافع عطا کیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں یہ ایمان افزا بات سُنائی کہ میری غیر حاضری میں ایک شخص نے پانچ ہزار روپیہ کا مال خریدا اور رقم ادا کر کے مال وہیں رکھ کر مارکیٹ میں گیا۔ میں واپس آیا تو ہمارے ملازم نے بتایا کہ اس خریدار نے مارکیٹ میں جانے سے پہلے کہا کہ ذرا مجھے یہ بتا دینا کہ یہاں کسی قادیانی (احمدی) کی دُکان تو نہیں ہے۔ مبادا میں اُس سے جا کر مال خرید لوں۔ ملازم خاموش رہا۔ خریدار کے مال اُٹھانے کے لئے واپس آنے پر میں نے اُسے کہا، ارے بھائی! یہ دُکان احمدیوں کی ہے۔ آپ کا مال

یہ رکھا ہے۔ اگر آپ نہ لینا چاہیں تو آپ کے پیسے یہ رکھے ہیں۔ گاہک نے یہ سُنتے ہی اپنے پیسے واپس لے لئے اور مال رہنے دیا۔ ہم نے اسے سچّی بات کہہ دی۔ مبادا وہ اپنے شہر جائے اور ہماری رسید وغیرہ دیکھ کر کوئی اسے کہے کہ تم تو احمدیوں سے مال خرید لائے ہو۔ لیکن اس کے رقم واپس لینے سے ہمارے کاروبار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ کیونکہ ہمارا وہی مال ایک اور گاہک نے زیادہ رقم میں خرید لیا۔

حَیّ و قیّوم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان فانی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

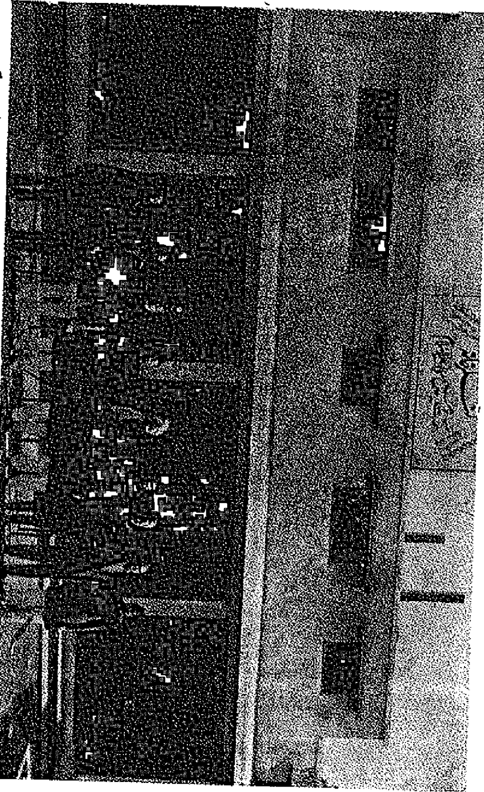
اِک روز سبھی کو مرنا ہے
اور راہِ فنا طے کرنا ہے

اِس سفر سے کسی کو مَفر نہیں۔ میاں شریف احمد صاحب بتاتے ہیں کہ جب ڈاکٹروں نے بتا دیا کہ والد صاحب کو کینسر ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں تو ہم آپ کو ہسپتال سے گھر لے آئے۔ آپ نے وفات سے پہلے اپنے سب اقارب کو نصیحت کی کہ میری وفات پر جزع فزع، رونے چلّانے سے احتراز کیا جائے۔ اور انہوں نے اس پر عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحُوم کو اپنے سایۂ عاطفت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعُود علیہ السلام کے قدموں میں جگہ دے اور اُن کی اولاد کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کی بالخصوص تقسیمِ ملک کے بعد کی مالی قربانیوں کو دیکھ کر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ۳ر مارچ ۱۹۰۵ء کا ذیل کا رؤیا سامنے آ جاتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"کچھ روپیہ کی کمی اور سخت مشکلات پیش ہیں اور بہت فکر دامنگیر ہے...... کوئی میری بات کی طرف توجہ نہیں کرتا اور سامنے ایک شخص کچھ حساب کتاب لکھ رہا ہے۔ میں نے (اسے) شناخت کیا..... میں نے اس کو بُلانا چاہا وہ بھی نہ آیا، لاپرواہ رہا۔ اور میں نے



لنگرخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نئی عمارت کے افتتاح پر
مورخہ ۳ر دسمبر ۱۹۶۶ئہ کو لیا گیا ایک یادگار گروپ فوٹو
دائیں سے بائیں ــــ مرزا عبدالرشید صاحب آف ربوہ ۔ میاں محمود احمد صاحب صدیق کلکتہ ۔ چوہدری عبد القدیر صاحب درویش ۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۔ میر داؤد احمد صاحب مرحوم ۔ میاں محمد صدیق صاحب بانی ۔ میاں منیر احمد صاحب بانی ۔ ممتاز احمد صاحب ہاشمی درویش

دیکھا کہ روپیہ کی بہت کمی ہے۔ کسی طرح بات نہیں بنتی۔ اسی اثناء میں ایک صالح مرد، سادہ طبع، سادہ پوش آیا۔ اُس نے اپنی بھری ہوئی مٹھی روپیہ کی میری جھولی میں ڈالی دی۔ اور ایسے جلدی چلا گیا کہ مَیں اُس کا نام بھی نہیں پُوچھ سکا۔ مگر پھر بھی روپیہ کی کمی رہی۔ پھر ایک اَور صالح مرد آیا جو محض نورانی شکل، سادہ طبع (مالیر) کوٹلہ کے صُوفی کی شکل کے مشابہ تھا جس کا نام غالباً کرم الٰہی یا فضل الٰہی ہے جس نے کُرتہ بیچ کر ہمیں روپیہ دیا تھا۔ صُورت انسان کی ہے مگر علیحدہ خلقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے دونوں ہاتھ رُوپیہ سے بھر کر میری جھولی میں وہ روپیہ ڈال دیا۔ اور وہ بہت سا روپیہ ہو گیا۔ مَیں نے پوچھا آپ کا نام کیا۔ اُس نے کہا نام کیا ہوتا ہے۔ نام کچھ نہیں۔ مَیں نے کہا کچھ بتلاؤ۔ نام کیا ہے۔ اُس نے کہا ٹیچی۔ اور مَیں اُس وقت چشم پُر آب ہو گیا کہ **ہماری جماعت میں ایسے بھی ہیں جو اس قدر روپیہ دیتے اور نام نہیں بتلاتے۔** اور ساتھ ہی کہتا ہوں کہ یہ تو آدمی نہیں ہے۔ یہ تو فرشتہ ہے......" [1]

اِس کے مصداق احباب میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ تقسیم مُلک کے بعد مرکز کو مالی مشکلات درپیش تھیں تو آپ نے دونوں ہاتھ بھر بھر کر لاکھوں روپیہ مخفی طور پر مرکز پر صَرف کیا۔

---

[1] بحوالہ تذکرہ (طبع چہارم صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹) کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام، الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و ریویو آف ریلیجنز بابت مارچ ۱۹۰۵ء۔ ٹیچی بزبان پنجابی وقت مقررہ اور ضرورت کے وقت آنے والے کو کہتے ہیں۔

(از مؤلف) محترم سیٹھ صاحب کی ہدایت تھی کہ ان کے تحریکِ جدید کے چندہ وغیرہ کی مَعمولی کا اخبار میں اعلان نہ ہُوا کرے۔ اس میں کئی مصالح تھے۔ ایک دفعہ اعلان ہونے پر اُنہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا ٭

(۵) منجانب مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری

حضرت سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کا وجود ایسا نہیں جو کسی وقت بھی بھلایا جا سکے۔ آپ کی یاد ذہن میں آتے ہی دل میں کچھ اس قسم کے جذبات امڈ آتے ہیں کہ الفاظ میں ان کا بیان ممکن نہیں۔ باوجود امیر کبیر ہونے کے غریب المزاج، سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ نہ امیروں جیسی رعونت، نہ اپنے پیسے کا نشہ۔ بلکہ آپ شیریں ثمرات سے لدی ہوئی اُس ٹہنی کی مانند تھے جس پر جس قدر زیادہ پھل ہوتا ہے اسی قدر وہ زیادہ جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ آپ کی تواضع اور سچی انکساری کی ناقابلِ فراموش کیفیت تھی۔ نہایت درجہ خلیق، پرلے درجہ کے غریب پرور، ہمدردِ انسانیت۔ درویشانِ قادیان کے تو ایسے مونس و غمخوار بھائی تھے کہ آخری دم تک اس حسنِ سیرت کا مجسمہ بنے رہے۔ اور جب اس جہانِ فانی سے اپنے ابدی مقام کو رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے ایسے اوصافِ حسنہ سے متصف اپنے تین بچوں کو اپنا سچا جانشین چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمروں اور صحتوں میں برکت دے اور اپنے والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر چلتے چلے جانے کی ان سب کو ہمہ وقت توفیق دے۔ دراصل بچوں کے اندر اس طرح کے اوصاف والدین کی ایسی تربیت کے نتیجہ میں پیدا ہوا کرتے ہیں جس کے ساتھ والدین کا اپنا عملی نمونہ ہو۔ اور اندرونِ خانہ بات چیت، اظہارِ خیال، اپنوں اور غیروں سے برتاؤ جو کچھ بھی بچہ دیکھتا ہے اس کا رنگ پکڑتا ہے۔ اور اسی پر اس کی طبیعت پختہ ہو جاتی ہے۔ اسی پہلو سے میرے خیال میں حضرت سیٹھ صاحب نہایت خوش و خرم ہو کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی اولاد کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ۔ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔ یعنی جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اُس



مسجد اقصیٰ ربوہ کے افتتاح کے مبارک موقعہ پر
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک یادگار تصویر

کے سب عمل ختم ہوجاتے ہیں بجز تین شخصوں کے تین کاموں کے۔ صدقہ جاریہ یا علم جس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ یا نیک اولاد جو اپنے فوت شدہ والد کے حق میں ہمیشہ ہی دُعاگو رہے۔

میرے نزدیک حضرت مرحوم و مغفور ان تینوں خوبیوں کے مصداق ہیں۔ صالح اولاد کا تو ابھی ذکر ہوا ہے۔ دیگر دونوں باتیں آپ کی مالی خدمات اور سرًّا و علانیۃً صدقات کا عمر بھر جاری رکھنے سے ظاہر ہیں۔ اگر اسی نوع کو پیشِ نظر رکھ کر غور کیا جائے تو مرحوم کی طرف سے بیسیوں ایسے کام ہوئے ہیں جو بجائے خود صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ اس مختصر نوٹ میں اس کی تفصیل کی نہ گنجائش ہے اور نہ ہی اس عاجز کے لئے یہ ممکن ہی ہے کہ ایسے تمام کارناموں کو قلمبند کر سکوں۔ چونکہ خاکسار کی ساری عمر مدرسہ احمدیہ میں تعلیم و تدریس میں گذری ہے اس لئے اپنے ذاتی علم کی بناء پر خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ کے مال و دولت نے متعدد ایسے افراد کو دین کی خدمت بجالانے کے ایسے مقام پر کھڑا کرنے میں بڑی مدد دی جو بجائے خود ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کی آگے بہت سی شاخیں نکلتی جاتی ہیں۔

تقسیم ملک سے پہلے جبکہ خاکسار ابھی مدرسہ احمدیہ میں بطور معلم اور ٹیوٹر متعین ہوا ہی تھا اُس وقت کا خاکسار کو یہ منظر کبھی نہیں بھولتا کہ ایک دفعہ ایک باوقار شخصیت بورڈنگ میں تشریف لائی۔ ان کے ہمراہ ایک سلیقہ شعار بچی تھیں۔ جو اپنے والد محترم کی طرح نہایت سادہ لباس میں ملبوس تھیں۔ اُن کے ہمراہ ایک ملازم تھا۔ اس بزرگ نے بورڈنگ کے منتظمین سے کہا کہ سردیاں آرہی ہیں۔ مدرسہ کے غریب اور قابلِ امداد طلباء کے لئے میں کچھ گرم سویٹر لایا ہوں۔ چنانچہ باری باری ایسے طلباء کو بلایا گیا۔ ہر ایک نے اپنے ناپ کے سویٹر پہن لئے۔ اور یہ سارا ڈھیر ختم ہوگیا۔ اُس وقت اُس بزرگ کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی خوشی اور طمانیت کے آثار تھے۔ اور وہ السلام علیکم کہہ کر ہم سے رخصت ہوگئے۔ اس وقت میں ان سے متعارف نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ہمارے بزرگ حضرت سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی تھے جن کے ساتھ ان کی صاحبزادی

محترمہ شکیلہ صاحبہ تھیں۔ یہ چشم دید واقعہ آپ کی غرباء پروری کی ادنیٰ سی جھلک کا رنگ رکھتا ہے۔ جو اپنے اندر اپنی اولاد کو خدمتِ خلق کی عملی تربیت کا نہایت درجہ احسن انداز رکھتا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد زمانہ درویشی میں درویشانِ کرام کے ساتھ ایسا دلی لگاؤ اور سچا اُنس اور محبت مشاہدہ میں آیا کہ قادیان میں مقیم درویشان کو اپنے حقیقی بھائیوں کے برابر آپ نے سمجھا۔ اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اُن کو پورا کرنے میں مقدور بھر کوشش کی۔

بھارت میں ۱۹۶۲ء میں گزشتہ سالوں کی نسبت گرانی زیادہ بڑھی اور غلّہ کی قلت کا زیادہ احساس ہوا۔ ادھر حضرت سیٹھ صاحب کے مطالعہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کشف آیا کہ ایک فرشتہ کو حضورؑ نے ایک نان دیتے ہوئے کہا کہ:۔

"یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے"

تب اللہ تعالیٰ نے سیٹھ صاحب کے دل میں درویشوں کے لئے نہ ختم ہونے والا جذبہ اُلفت و محبت اُبھارا۔ اور آپ نے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اس کشف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ میری خواہش ہے کہ میں اس کشف کو ظاہر میں پورا کرتے ہوئے اپنے حالات کے لحاظ سے درویشانِ کرام کو چار ماہ کے لئے گندم کا تحفہ پیش کروں۔ جس کا انتظام آپ خود اپنی نگرانی میں کر کے مجھے شکریہ کا موقعہ عطا فرمائیں۔ اور چونکہ جنوری سے اپریل تک کے چار ماہ پنجاب میں ایسے ہوتے ہیں جبکہ گندم کی کمیابی ہوتی ہے۔ اس لئے میری طرف سے ان ایام میں درویشان کو جس قدر غلّہ گندم کی ضرورت ہو دلوائی جائے۔ یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ اور چونکہ تحفہ کسی قابلِ احترام دوست اور تعلق دار کو اُس کے گھر پہنچایا جاتا ہے اس لئے منتظمین یہ خیال رکھیں کہ یہ تحفہ گھروں میں پہنچے۔ اور اخراجات باردانہ اور باربرداری میرے حساب میں شامل کئے جائیں۔ اس انتظام میں محترم صاحبزادہ صاحب نے دیگر احباب کے ساتھ

اور لودھیانہ کی منڈی
مجھے بھی شامل فرمایا تھا۔ پہلی بار گندم جگراؤں (ضلع فیروزپور)
سے خرید کی گئی۔ محترم سیٹھ صاحب کو اس کارِ خیر کا ایسا مزا آنے لگا کہ آپ نے یہ
سلسلہ بعد میں بھی جاری رکھا۔ اور گندم بٹالہ اور قادیان کی منڈیوں سے فراہم کی جاتی

رہی ——!
آپ کی ہدایت تھی کہ اعلیٰ قسم کی گندم مہیا کی جائے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ
ایک دفعہ ایامِ جلسہ سالانہ میں گندم کے نرخ نسبتاً بڑھ گئے۔ اور قادیان کی
احمدی آبادی میں اضافہ ہوگیا۔ اور تخمینہ اخراجات گندم لازماً بڑھ گیا۔ تو خاکسار کو
آپ نے فرمایا کہ اخراجات میں کفایت کی کوشش کی جائے۔ خاکسار نے مشورۃً
کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آئندہ چھوٹی کی گندم کی بجائے نسبتاً کم قیمت کی خرید
کی جائے جو وہ بھی عُمدہ اور ایسی ہوگی جو یہاں اوسط درجہ کے لوگ بالعموم استعمال کرتے
ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ
"نہیں۔ مولوی صاحب! ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جب مَیں خود اپنے
لئے اعلیٰ گندم خرید کرکے استعمال کرنا پسند کرتا ہوں۔ پھر مَیں اپنے
درویش بھائیوں کے لئے درجہ دوم کی گندم کیسے گوارا کرلوں"
اور ساتھ ہی فرمایا کہ کوئی اور صُورت نکالیں کہ گندم کی کوالٹی میں بھی فرق نہ آئے
اور اخراجات میں بھی کفایت رہے۔ اس سلسلہ میں سالہا سال تک ہم نے دیکھا کہ
اپنے درویش بھائیوں کے بارے میں آپ کے دل میں جوش و جذبہ عجیب طریق سے
قائم رہا۔ اور ہمیں اس کام کے کرنے کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ میں فرمائی
کہ کفایت کی صُورت بھی نکل آئی اور آپ نے ہمیشہ ہی اس بارے میں اطمینان

اور مسرت کا اظہار فرمایا۔
مرکز کی طرف سے ۱۹۶۴ء میں ایک دَورہ کے سلسلہ میں کلکتہ بھی جانے کا
موقعہ ملا۔ ایک روز آپ اپنی دکان میں مجھ سے محوِ گفتگو تھے، ساتھ ہی وصولی رقم
کمیشن ایجنٹ وغیرہ کا دکان کا کام بھی کر رہے تھے۔ مَیں نے یہ ذکر کیا کہ یہ بات قابلِ

رشک ہے کہ آپ کو اس وقت اللہ تعالیٰ خدمتِ سلسلہ کا خاص موقعہ عطا کر رہا ہے
تو آپ نے کام چھوڑ کر خاص طور پر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ نہیں۔ مولوی
صاحب! آپ لوگ جو کام کر رہے ہیں، ہماری یہ خدمات اس سے کوئی نسبت
ہی نہیں رکھتیں۔ اس وقت مرحوم کا اشارہ دونوں طرف تھا۔ ایک تو درویشان کا
قادیان میں غیر معمولی حالات میں قیام کرنے اور اس کی آبادی کا موجب بننے اور دفاترِ
سلسلہ کا کام کرنے کا۔ دوسرے دینیات کی تعلیم و تدریس اور تبلیغ و دعوت
کا کام جو مبلغین و علماء سرانجام دیتے ہیں۔ دراصل یہ آپ کی مرکز سے نہایت درجہ
محبت اور علماء، مبلغین کے ادب و احترام اور ساتھ ہی آپ کی خاکساری اور تواضع تھی۔
ورنہ جس طور پر آپ نے اپنی نیک کمائی سے سلسلہ کے لئے بے دریغ خرچ کیا ہے
وہ ایک مثالی رنگ رکھتا ہے۔ اور آپ کی ایسی مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ
لیتے دیکھ کر ہمیشہ مجھے صحیحین کی یہ حدیث مستحضر ہو جاتی ہے کہ حضرت سرورِ
کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ
عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ
فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَ یُعَلِّمُھَا۔

یعنی قابلِ رشک دو شخصوں کے دو عمل ہی ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال
دیا اور پھر اسے با موقعہ خرچ کرنے کی توفیق بخشی۔ دُوسرے وہ شخص جس کو اللہ
تعالیٰ نے حکمت و دانائی عطا کی پھر وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں فیصلہ کرتا اور
اس کی تعلیم دیتا ہے۔ اور مرحوم کے انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں حدیث شریف
کے الفاظ فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ خاص طور پر قابلِ توجّہ ہیں ——!
ایک عام دُنیا دار انسان جب ان مصارف پر نظر کرتا ہے تو اسے یُوں معلوم ہوتا
ہے کہ ایسا خرچ کرنے والا خواہ مخواہ اپنی دولت کو برباد کر رہا ہے۔ لیکن صدق و صفا کا
سچا جذبہ رکھنے والا اس کو اپنے مال کی بربادی نہیں بلکہ راحتِ رُوح اور تسکینِ قلب

جانتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہی تو اصل مصرف ہے۔ یہ مال کی بربادی نہیں بلکہ وہ پھلتا پھولتا اور بے شمار خدائی برکات کا موجب بنتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو ایسی برکات سے نوازا اور آپ نے اس کے ثمرات خود بھی مشاہدہ کئے۔ بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر بعض افراد سے ان کا ذکر بھی کیا۔

آپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کی شادی کی تقریب قادیان میں سرانجام دینے کا جو عزم کیا تھا وہ آپ کی درویشانِ کرام کے ساتھ غیر معمولی محبت و اُلفت کا مظہر تھی۔ آپ نے اس کے جملہ انتظامات اس طرح کئے گویا سارے درویشان آپ کے کنبہ کے افراد ہی ہیں۔ مجھے بھی اس انتظام کی خدمات میں شریک ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ ہم نے بچشمِ خود ملاحظہ کیا تھا کہ درویشان کی شراکت سے آپ کو غیر معمولی طمانیت اور قلبی سکون حاصل ہُوا تھا۔

آپ کی عاداتِ حسنہ میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر کسی فرد کی اپنی طرف سے امداد کرنا مقصود ہوتی اور دفترِ متعلقہ کو ادائیگی کے لئے تحریر کرتے ہوئے آپ ایسا انداز اختیار فرماتے کہ قابلِ امداد بھائی کے بعض ایسے اوصاف سامنے رکھ کر بعض کا ذکر کر کے تحریر فرماتے کہ اس پہلو سے اُن کا ہم پر احسان ہے اس لئے ان کو میری رقم میں سے اس قدر رقم دے دی جائے۔ یہ گویا آپ کی تواضع اور فروتنی کا ایک رنگ تھا۔ ساتھ ہی اس بھائی کو احساسِ کمتری سے بچانے کا احسن طریق بھی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ۔

ایک رُبع صدی سے زیادہ عرصہ تک اخبار بدر کی خدمت کرتے ہُوئے مجھے آپ کے اس نمایاں وصف کا علم ہُوا تھا کہ آپ اپنی کسی بھی مالی خدمت کو اخبار میں نمایاں طور پر شائع کرانے کے حق میں نہ تھے۔ بلکہ "بہتّا" پر زیادہ عمل تھا۔ اور ادارہ بدر کو آپ نے تاکید کر رکھی تھی کہ کسی بھی ایسے اعلان میں میرا نام قطعاً شائع نہ کیا جائے۔ حالانکہ بعض ایسے افراد ہوتے ہیں کہ معمولی سی رقم دیتے پر اُن کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ بطورِ خاص اُن کا نام اخبار بدر میں شائع ہو۔ اور

شائع نہ ہو تو وہ بار بار یاد دہانیاں کرواتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی بعض ایسی قربانیوں کے بارے دِل یہی چاہتا کہ اُن کا ذکر کسی رنگ میں اخبار میں کیا جائے۔ لیکن محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کبھی اس کی اجازت نہ دی۔ اور ہمیشہ حضرت سیٹھ صاحب کی حتمی تاکید یاد دلاتے اور فرماتے کہ اسی میں برکت ہے۔

بلاشبہ دُنیا میں تو آپ نے اپنی صدہا نیکیوں کی اشاعت نہیں کروائی۔ لیکن آپ کے اعمال نامہ میں ان کا اندراج ضرور ہو چکا اور آپ عنداللہ ان کا بہترین اجر بھی پا رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کے درجات کو بلند فرماتا رہے۔ اور آپ کی اَولاد کو آپ کا سچا جانشین بنائے۔ اور اُن کی عُمر و دولت میں برکت دے اور ہم سب کو بھی ان نیکوکار بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور اُن جیسی خدماتِ دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

(۶) منجانب سیّد فضل احمد صاحب[1]

آپ اپنے مکتوب بنام میاں مُنیر احمد صاحب بانی میں رقم فرماتے ہیں:—

حضرت میاں محمد صدیق صاحب بانی کی فیاضی، جذبۂ خدمتِ خلق، اور احبابِ جماعت خصوصاً درویش بھائیوں سے بے انتہا محبت اور ہمدردی کا مجھے علم تھا۔ لیکن مَیں برادرم سیّد نور عالم صاحب کا ممنون ہُوں۔ اُن کے مضمون سے میری معلومات میں اضافہ ہُوا۔ اور بے اختیار میرا جی چاہا کہ حضرتِ ممدُوح کے لئے دُعائیں کروں اور آپ تمام لوگوں کو مبارکباد دُوں کہ آپ اس عظیم اور مخلص احمدی بزرگ کے بچے ہیں اور

---

[1] آپ حضرت سیّد وزارت حسین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی ساکن اوریا (بہار) مدفون بہشتی مقبرہ کے فرزند ہیں۔ اور نیک نامی کے ساتھ فروری ۱۹۸۱ء میں انسپکٹر جنرل پولیس بہار کے عہدہ جلیلہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

انہی کی تربیت سے آپ تمام افراد نے ان کے ایثار اور قربانی میں پورا تعاون کیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ حضرت بانی صاحب کو اپنے قرب میں اعلیٰ ترین مقام عطا کرے اور اُن سے اور آپ سب سے بے حد پیار کرتا رہے۔ اور خدا کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں حضرت ممدوح کے اُسوہ سے نیک سبق حاصل کرتے ہوئے دین کو دُنیا پر ہمیشہ ترجیح دیں۔ اور خدمتِ دین اور خدمتِ خلق میں نمایاں حصہ لینے کی توفیق مرحمت ہوتی رہے۔ آمین۔

(۷) منجانب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور[1]

اولین انچارج تحریکِ جدید، سابق وکیل الدیوان تحریکِ جدید و سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت مُصلح موعودؓ تحریر کرتے ہیں کہ:-

گو محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی سے مجھے قریبی تعارف نہ تھا لیکن اُن کی مخلصانہ اور مخیرانہ مساعی کی وجہ سے ان سے واقفیت تھی۔ مجھے ۱۹۶۴ء میں قادیان جانے کا موقعہ ملا۔ تو مجھے خیال آیا کہ مسجد مبارک کی بیرونی (مشرقی) سیڑھیوں کی چڑھائی سخت ہے اور درویشانِ قادیان اپنی عمروں کے لحاظ سے ضُعف کے مرحلہ پر پہنچ چکے ہیں۔ اگر موٹی نالی دھات کی لگائی جاسکے تو مسجد آتے جاتے وقت چڑھائی اور اُترائی میں سہارا کا موجب ہوگی۔ چنانچہ خاکسار کے تحریک کرنے پر محترم میاں صاحب نے یہ کارِ خیر نہ صرف سرانجام دیا بلکہ مجھے شکریہ کی چٹھی بھی تحریر کی جو اُن کی کرم نوازی تھی۔ یہ امر

[1] آپ پہلے مبلغ پھر اولین انچارج تحریکِ جدید پھر اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری و سیکرٹری حضرت مصلح موعودؓ پھر نائب ناظر بیت المال رہے۔ ۲۹ جون ۱۹۸۱ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ آمین۔

تو معروف ہی ہے کہ تعمیر مسجد اقصیٰ کے لئے جملہ اخراجات کی پیشکش عام اظہار کے بغیر آپ کی طرف سے ہوئی تھی۔

(۸) منجانب سید غلام ابراہیم صاحب[1]

سید غلام ابراہیم صاحب اپنے تاثراتِ ذیل بیان کرتے ہیں کہ:-

جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے ایک شبینہ اجلاس میں ایک مقرر کی زوردار تقریر جاری تھی۔ اور احباب ہمہ تن گوش تھے۔ خاکسار ایک ستون سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اُس وقت ایک ادھیڑ عُمر بزرگ نے نہایت عاجزی اور انکساری سے مخاطب کرکے کہا کہ صاحب! آپ کو یہ حق ہے کہ اس ستون سے لگ کر بیٹھیں کیونکہ آپ یہاں پہلے سے بیٹھے ہیں۔ لیکن میری کمر میں شدید درد ہے۔ اگر آپ ازراہِ مہربانی اجازت دیں تو میں یہاں ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤں۔ یہ بزرگ نہایت سادہ لباس تھے جس میں امیرانہ ٹھاٹھ نہ تھا اور فرشتہ خصلت نظر آتے تھے۔ مجھے ان سے تعارف نہ تھا۔ میں صرف آپ کے انکسار سے بہت متاثر ہوا۔ اور آپ کو ٹیک لگانے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت سیٹھ صاحب تھے جن کی باتوں میں میں نے فخر و غرور کا شائبہ تک نہیں پایا۔

صُوبہ اُڑیسہ کے ساحلی علاقہ کو ۱۹۶۷ء میں ایک زبردست بحری طوفان سے شدید نقصان پہنچا۔ جس میں پارادیپ بندرگاہ کے قریب واقع جماعتِ احمدیہ کیندرہ پاڑہ اور سدانند پور بھی شامل تھی۔ حضرت سیٹھ صاحب کو علم ہوا تو آپ بیتاب ہوگئے اور روپیہ کے علاوہ وافر تعداد میں کمبل اور کپڑے وغیرہ سے آپ نے بروقت امداد فرمائی۔ ۱۹۷۱ء میں پھر ایک بھاری بحری طوفان کا ہمیں سامنا ہوا۔ ریلیف وغیرہ

[1] آپ جماعتِ احمدیہ بمقام کیندرہ پاڑہ ضلع کٹک (اُڑیسہ) کے نائب صدر ہیں۔

سے علم ہونے پر سیٹھ صاحب نے فوراً مبلغ کلکتہ کے ذریعہ طوفان زدہ احمدیوں کو نقد امداد بھجوائی۔ اس وقت ابھی سرکاری امداد نہیں پہنچی تھی۔ ۱۹۶۹ء میں فرقہ وارانہ فساد میں بعض احمدیوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔ آپ نے ہزاروں ہزار روپے سے امداد کی۔ جس سے ان کی دگرگوں حالت سدھر گئی۔ علاوہ ازیں خاکسار کے تحریر کرنے پر کہ فلاں احمدی بہت غریب اور لاچار ہیں، آپ نے اس علاقہ کے کئی غریب مرد و زن کو سالہا سال وظائف اور پارچات سے امداد کی۔

آپ کے دیگر احباب سے ایسے مشفقانہ سلوک کا ہمیں علم نہیں۔ لیکن واقعات بالا سے ظاہر ہے کہ دکھ درد میں مبتلا احباب اور حاجت مندوں کے لئے آپ کا دل کس قدر بیقرار رہتا تھا۔ ایسے واقعات احباب کے سامنے لانے چاہئیں۔ آپ نے ایسا نمونہ دکھلایا ہے کہ ہمارے دل سے دردمندانہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔ اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور دینی و دنیوی ترقیات سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

(۹) جناب لطیف احمد صاحب شاد[1]

آپ بیان کرتے ہیں کہ:۔

میرے والد صاحب کے محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب سے مراسم تھے جلسہ سالانہ پر قادیان میں والد صاحب ملاقات کے لئے جاتے اور ہم بچے ساتھ ہوتے تو سیٹھ صاحب اپنی بیگم صاحبہ محترمہ کو فرماتے کہ یہ بھی آپ کے بچے ہیں۔ اور پھر ہم سے

[1] محترم لطیف احمد صاحب شاد جماعت احمدیہ کراچی کے احمدیہ بکس ڈپو کے انچارج ہیں۔ خاکسار مؤلف نے دیکھا ہے کہ احمدیہ بکڈپو بہت مفید خدمت سرانجام دے رہا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

مشفقانہ سلوک کرتے۔ ہماری والدہ صاحبہ کی وفات پر ان کو کہا کہ اب آپ ان کی ماں ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ سیٹھ صاحب کی وفات سے چند ماہ پہلے آپ کے ہاں اکثر آمد و رفت تھی۔ آپ خاکسار کو بڑی محبت اور پیار سے پرانے واقعات سناتے۔ اور بڑے ہی مشفقانہ انداز میں مجھے نصائح فرماتے۔

میں نے ان کو ہمیشہ کوئی نہ کوئی جماعتی کام کرتے پایا۔ آپ نے میرے ذمہ یہ کام لگا رکھا تھا کہ جن اپنے شناسا غیر از جماعت احباب کے پتہ جات آپ نے مہیا فرمائے تھے میں ڈاک میں ان کو جماعت کا تبلیغی لٹریچر بھجواتا رہوں۔ اور خرچ آپ سے لیا کروں۔ آپ خود بھی بڑے ہی دردمندانہ خطوط تحریر کرتے رہتے تھے۔

آپ کی مرض الموت میں ایک عام آدمی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ آپ سخت تکلیف میں ہیں۔ آپ نے بہت ہی صبر و سکون کے ساتھ اپنے مرض کی تکلیف کو

بقیہ حاشیہ ص ۱٦۸

اور شاد صاحب کی خاص توجہ کا مرہون منت ہے۔ آپ مکرم محمد مغل صاحب عرف منشلا کے فرزند ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبات میں ان کا ذکر فرمایا ہے کہ جب منشلا صاحب کے برادران چوری کر کے آتے اور پولیس تحقیقات کرنے آتی تو یہ برادران کہتے کہ ہم نے چوری نہیں کی۔ پولیس آپ سے دریافت کرتی تو آپ سچ بتا دیتے کہ انہوں نے چوری کی ہے اور فلاں جگہ مال موجود ہے۔ گویا آپ بالکل سچی شہادت دیتے۔ باوجودیکہ پولیس کے جانے کے بعد آپ کے بھائی آپ کو خوب زدوکوب کرتے۔ پولیس ان برادران کو کہتی کہ تمہاری گواہی قرآن سر پر اٹھا کر بھی ہمیں قبول نہیں۔ منشلا کی شہادت پر ہمیں اعتبار ہے۔ خواہ اسے کافر کہا جاتا ہے۔ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا۔

برداشت کیا۔ آپ کی وفات سے چند ہی روز پہلے میں آپ کی عیادت کے لئے پہنچا۔ پیارے انداز میں اپنی بیماری سے بے نیاز ہو کر خیر خواہی سے مجھے فرمایا بیٹے! اِس طرح ننگے سر اور گلے نہ پھرا کرو۔ سردی کا موسم ہے۔ خواہ مخواہ کوئی تکلیف ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اور جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور آپ کی اَولاد میں بھی وہی خوبیاں پیدا فرمائے۔ آمین ثم آمین ٭

---

(۱۰) مکرم جناب محمد نذیر صاحب بھٹیؓ

محترم محمد نذیر صاحب بھٹیؓ (میجر ریٹائرڈ) سابق زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ کراچی بیان کرتے ہیں کہ:-

چند برس پہلے کی بات ہے کہ محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت کراچی نے ایک روز نمازِ جمعہ کے بعد شیزان ہوٹل میں چل کر اکٹھے چائے پینے کے لئے کہا۔ معلوم ہوا کہ مہمانِ خصوصی حضرت میاں محمد صدیق صاحب بانی ہیں۔ وہ اپنے فرزند میاں شریف احمد صاحب بانی کی معیت میں تشریف لائے۔ میں ان سے متعارف نہ تھا۔ چونکہ اس قدر علم تھا کہ آپ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی ذمہ داری قبول کر رکھی ہے۔ لیکن آپ کو یہ امر پسند نہیں کہ عام احباب کو اِس بات کا علم ہو۔ سو اب آپ کی ملاقات کا اشتیاق اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔ آپ تشریف لائے۔ لمبا قد۔ حنائی داڑھی۔ بزرگ ہیئت۔ نورانی چہرہ۔ عجب سادگی۔ لباس سے بے حد بے نیازی۔ شلوار پر شیروانی کی بجائے موٹے کپڑے کے انگریزی قطع کے چھوٹے کوٹ میں آپ ملبوس تھے۔ مجھے اس مجلس میں صرف اس قدر علم ہو سکا کہ آپ کی کوٹھی ناظم آباد کے علاقہ میں میرے مکان سے زیادہ دُور نہیں۔

تیسرے ہی دن بروز اتوار خاکسار آپ سے تعلقات نیازمندی استوار

کرنے کی خواہش لئے ہوئے آپ کے ہاں پہنچا۔ میرے دل میں یہ ولولہ موجزن تھا کہ آپ سے استفسار کروں کہ اب جبکہ اس بات کا علم لوگوں کو ہو چکا ہے کہ تعمیر مسجد اقصیٰ کی کفالت آپ نے قبول کی ہوئی ہے، آپ اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔ سو میں نے پوچھ ہی لیا۔ لیکن آپ نے کسی قدر حجاب محسوس کیا لیکن پھر رفتہ رفتہ نہایت انکساری سے بیان کیا کہ ربوہ کا بطور مرکزِ سلسلہ بنائے جانے کے فیصلہ کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے الفضل میں اپیل کی گئی کہ ربوہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے احباب وعدے کریں اور جلد ادائیگی کریں۔ اس پر میں نے فوراً ایک بڑی رقم کا چیک حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس پر حضور نے اس مسجد کی تعمیر کے دیگر کوائف کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل فرمائی۔ کمیٹی کا جائزہ میری پیش کردہ رقم سے تین گنا تھا۔ حضور کی ہدایت پر مجھ سے دریافت کیا گیا آیا میں مزید مطلوبہ رقم فراہم کر سکتا ہوں یا اس بارے میں احبابِ جماعت میں تحریک کی جائے۔

میں نے خط ملتے ہی فوراً خط لکھا کہ مطلوبہ رقم فراہم کرنے کا میں وعدہ کرتا ہوں۔

لیکن کچھ عرصہ بعد الفضل میں اس رقم کے بارے تحریک دیکھ کر میں حیران ہوا کہ میں تو رقم مہیا کرنے کا وعدہ بھجوا چکا ہوں۔ پھر یہ تحریک کیوں اور کس طرح کی گئی ہے۔ اور میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ میں اس تحریک سے یہ سمجھا ہوں کہ میرا خط حضور کی خدمت میں نہیں پہنچا۔ یا یہ بات ہے کہ اس کے علاوہ رقم کی ضرورت ہے۔ اس پر تلاش کروانے پر پرانی ڈاک میں سے میرا خط اَن کھلا برآمد ہوا۔ حضور نے اس کی رسیدگی سے مجھے اطلاع بھجوائی اور اظہارِ مسرت فرمایا کہ یہ رقم مسجد کی تعمیر کے لئے کافی ہوگی۔ تعمیر شروع ہونے پر میں نے ثواب کی خاطر حضور کی خدمت میں تحریر کیا کہ اس سلسلہ میں مزید رقم درکار ہو تو وہ بھی میری طرف سے مہیا ہو گی۔ کسی اور سے وصول نہ کی جائے۔ چنانچہ تعمیر کے ساتھ ساتھ میری طرف سے اخراجات مہیا کئے جاتے رہے۔

اِس دوران میں اللہ تعالیٰ نے ایک بھاری معصیت سے میرے ایک بھاری

سرمایہ کو محفوظ رکھا جبکہ دوسروں کے ایسے سرمائے ضائع چلے گئے۔ ضائع ہونے کا موقعہ پیدا ہونے سے پہلے میرے ایک عزیز کو خیال آیا اور اس نے وہ خطیر رقم حاصل کر لی۔ گویا اس مسجد کی تعمیر کی برکت سے وہ ضائع ہونے سے محض فضلِ خداوندی سے محفوظ رہی اور آپ نے کمال انکسار سے بتایا کہ میں قلبی سکون سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مسجد کی تعمیر پر جو کچھ اخراجات بھی مجھے کرنے پڑے ان کی وجہ سے مجھے کوئی کاوش نہیں ہوئی۔ یہ احسانِ باری تعالیٰ ہے کہ اس نے میرے نام سے کام خود ہی کر دیا۔ اس تاریخی یادگاری عظیم مسجد کی تعمیر پر آپ کی طرف سے ابتدائی پیشکش سے کوئی دس بارہ گنا زیادہ رقم صرف ہوئی۔

اس تعارف کے بعد اکثر میں آپ کی خدمت میں نیازمندی کے رنگ میں اور دعاؤں کی درخواست کرنے کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ بعد میں آپ کی علالت کے دوران آپ کا حال دریافت کرنے پر آپ ہمیشہ ہی شکرِ خداوندی کے رنگ میں فرماتے کہ میں اچھا ہوں۔ میں مجلس انصار اللہ کا زعیم اعلیٰ تھا۔ اور برادرم ملک مبارک احمد صاحب ارشاد حلقہ ناظم آباد کی مجلس کے منتظمِ عمومی تھے۔ ہم اسی حیثیت سے صبح صبح وصولی چندہ کے لئے نکلے اور دوپہر تک بہت سے احباب سے ملے اور اب واپس ہو رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب کی کوٹھی کے پاس سے گزرے تو ہمیں خیال ہوا کہ اس بزرگ کے نیاز حاصل کرتے جائیں اور دعا کی درخواست کریں۔ ہم نے مصافحہ کیا۔ اور آپ کو زیادہ علیل پاکر ہاتھ کے اشارہ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ واپس ہونے کو تھے کہ آپ کے فرزند میاں شریف احمد صاحب نے دریافت کیا کہ ہم کہاں سے آ رہے ہیں۔ ہم نے اپنی تگ و دو کی سرگزشت سنائی اور بتایا کہ صبح سے اب دوپہر تک ہمیں صرف سترہ روپے کی معمولی سی رقم وصول ہوئی ہے۔ آپ اندرونِ خانہ گئے اور ایک ہزار روپیہ کی رقم لاکر ہمیں تھما دی۔

اس خاندان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ فراخدلی سے محض حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر مال خرچ کرتے ہیں۔ اور ایسے خرچ کرنے والے متقیوں کے بارے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى
وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا
ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۔

کہ جو رضائے الٰہی کی خاطر مال خرچ کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ سے بچائے جائیں گے۔ خدا کرے کہ ہمارا یہ گمان صحیح ہو کہ وہ اس کا مصداق نظر آتے ہیں۔ اور حضرت میاں صاحب کو جو اس سلسلہ میں السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ میں سے تھے فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ کا وارث بنائے۔ اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت اور سعادت بخشے۔ آمین ؏

---

(۱۱) منجانب مولانا ابوالعطاء صاحب

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل جالندھری رحؒ تحریر کرتے ہیں:۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کے عظیم فضلوں میں سے ایک فضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رزقِ حلال میں فراوانی عطا فرمائے اور اس مال کو راہِ حق میں صرف کرنے کے لئے بشاشتِ قلب بھی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کے افراد کو یہ سعادت بخشی ہے کہ وہ مقدور بھر اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ آمدنی کم ہو یا زیادہ، ہر مخلص احمدی انفاق فی سبیل اللہ کے فریضہ کو ادا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کے ارکان میں سے صاحبِ ثروت انسانوں کو عام طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہتا ہے۔ ہر دور میں ایسے مالدار لوگ جماعت کے لئے باعثِ فخر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت اپنی ذہانت، محنت اور تجربہ سے کثیر مال جمع کرتے ہیں اور اسے جماعتی کاموں میں اور اشاعتِ دین کے لئے بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔

گزشتہ دنوں المحترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی ۔۔۔۔۔ کا انتقال ہو گیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ بھی ان مخلص احمدیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ مال کی فراوانی سے نوازتا ہے ۔ اور پھر انہیں دین کی خاطر بنی نوعِ انسان کے فائدے کے لئے اس مال کو خرچ کرنے کی سعادت بھی بخشتا ہے ۔

سیٹھ صاحب مرحوم طبعاً سخی واقع ہوئے تھے ۔ تاجروں میں ایسی طبیعت والے بزرگ کبریتِ احمر کے حکم میں ہوتے ہیں ۔ مزید برآں سیٹھ صاحب مرحوم نمود و نمائش سے بھی بہت دور رہتے ۔ انہوں نے بہت سے خیراتی کاموں میں روپیہ خرچ کیا اور ہمیشہ یہ خواہش رکھی کہ اس کا عام چرچا نہ ہو ۔ ہاں یہ ضرور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ خرچ مقبول ہو جائے ۔ بعض اہم مساجد وغیرہ کی تعمیر میں غیر معمولی حصہ لینے کی سعادت بھی انہیں حاصل ہوئی ۔ اور غرباء پروری کے سلسلہ میں بھی مختلف مقامات پر ان کے زندہ آثار موجود ہیں ۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے اپنی اس نیکی کو کبر و غرور یا دوسروں پر احسان جتانے کا موجب بنایا ہو ۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو بہت قابلِ رشک رہا ہے ۔

وہ کافی عرصہ تک جماعت احمدیہ کلکتہ کے رکن رکین رہے ۔ اور بعض دفعہ افرادِ جماعت بلکہ سگے بھائیوں میں بھی اختلافِ خیال ہو جاتا ہے ۔ لیکن مومنوں کا طریق یہ ہے کہ جب حق کھل جائے اور جماعتی طور پر کوئی فیصلہ ہو جائے تو اسے بلا چون و چرا اور بشاشت کے ساتھ قبول کر لیا جائے ۔ میرے اپنے علم و تجربہ کی حد تک محترم جناب سیٹھ صاحب مرحوم اس وصف میں بھی بہت آگے تھے ۔ ان کے حالات دیکھ سن کر ہمیشہ اُن کے لئے دل سے دعا نکلتی رہی ہے ۔ سلسلہ اور اس کے نظام کے ساتھ انہیں والہانہ تعلق تھا ۔ اور اس بارے میں انہیں کسی قربانی سے دریغ نہ ہوتا تھا ۔ خلیفۂ وقت ایّدہ اللہ بنصرہ سے انہیں عشق تھا ۔ سلسلہ کے علماء و مبلغین کے لئے ان کے دل میں احترام و محبت کے جذبات تھے ۔ مجھے قادیان کی زندگی سے ان سے تعارف تھا ۔ پاکستان بننے کے بعد بھی متعدد مرتبہ قادیان جانے کا موقعہ ملتا رہا ہے ۔ وہاں پر مساجد، بہشتی مقبرہ، مدرسہ اور

بعض دیگر عمارتوں کی تعمیر میں بھی سیٹھ صاحب مرحوم کی مالی خدمات نمایاں تھیں ۔ انہیں دیکھ کر جزاہ اللہ خیر الجزاء کی دعا بے اختیار نکلتی تھی ۔

ایک عرصہ سے ذیابیطس سے بیمار تھے ۔ علاج کے سلسلہ میں بڑے تجربوں سے گزرے تھے ۔ مجھے جب یہ تکلیف شروع ہوئی تو انہوں نے مجھے بعض نسخے اور بعض دوائیں بھی بھجوائیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ۔ آمین ۔

..... حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کی اجازت سے ان کی تدفین قطعۂ مبشرین میں ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے ۔ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور سب بچوں اور سب عزیزوں کا خود حافظ و ناصر ہو ۔ آمین ۔[1]

---

(۱۲) منجانب حاجی منشی محمد شمس الدین صاحب

مؤلف کی استدعا پر محترم حاجی منشی محمد شمس الدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے ستمبر ۱۹۷۶ء میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ میں یہ مضمون نہایت مختصر تحریر کر رہا ہوں ۔ مرحوم بہت سے اوصافِ حسنہ کے مالک تھے ۔ عرصہ دراز تک ساتھ رہ کر خدماتِ سلسلہ کی توفیق ملتی رہی ہے ۔ اس لئے مجھ پر ان کا حق بھی تھا جو صحت کی خرابی کی وجہ سے میں پوری طرح ادا نہیں کر سکا ۔

آپ رقم فرماتے ہیں کہ :-

خاکسار محض اللہ تعالیٰ کے فضل و دستگیری سے ۱۹۳۳ء میں جماعت احمدیہ حقہ میں داخلِ غلامانِ مسیح موعود علیہ السلام ہوا ۔ اس وقت انجمن احمدیہ ۳ ۔ بنٹنک اسٹریٹ میں واقع تھی ۔ جماعت میں داخل ہونے پر جن بزرگوں اور بھائیوں کے احمدیت

---

[1] بدر ۲۷ مارچ ۱۹۷۵ء

سے منوّر نُورانی چہروں پر نظر پڑی، اُن میں نمایاں شخصیت حضرت حکیم ابوطاہر محمود احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ کلکتہ کے علاوہ مولوی سیّد انعام رسول صاحب مرحوم امام الصلوٰۃ وخطیب، ومیاں محمد صدیق صاحب ومیاں محمد یوسف صاحب بانی برادران۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب مرحوم۔ مولوی دولت احمد خان صاحب وکیل مرحوم۔ محترم سالم اکبر صاحب مرحوم۔ محترم بابو محمد رفیق صاحب الٰہ آبادی مرحوم۔ حاجی محکم الدین صاحب چکوالی مرحوم روبی کمپنی۔ میاں دوست محمد صاحب شمس۔ میاں دوست محمد صاحب بھوانی پور۔ میاں محمد صدیق صاحب مرحوم حصہ دار گلوب بیکری)، سیّد ظلّ الرحمٰن صاحب سونگھڑوی۔ وغیرہم نمایاں تھے۔ میاں محمد یوسف صاحب بانی مرحوم نوجوان تھے۔ دیگر نوجوانوں میں خواجہ عبدالمجید صاحب وخواجہ عبدالکریم صاحب پسران حاجی محکم الدین صاحب مرحوم، ابونظر بہاء الحق صاحب اور مولوی فضل کریم صاحب مرحوم نمایاں تھے۔ اس وقت احمدیوں کی تعداد تو کم تھی، لیکن بڑے ہی اخلاص اور فدائیتِ احمدیت کے جذبہ سے معمور تھے۔ بعد میں تو بفضلہ تعالیٰ تعداد بڑھتی گئی۔ اور بڑے فدائی قسم کے احباب داخلِ سلسلہ ہوتے رہے۔ باقاعدہ ہر سال جلسے سیرۃ النبیؐ کے شاندار طریقہ پر ہوتے رہے۔

اس وقت انجمن احمدیہ کی کوئی اپنی مسجد یا جگہ نہ تھی۔ ہنٹنگ سٹریٹ سے چیت پور کے مختلف مکانوں میں انجمن منتقل ہوتی رہی۔ ۱۹۳۷ء میں حضرت حکیم ابوطاہر صاحبؓ امیر جماعت کی وفات پر محترم خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحبؓ ایم۔اے، بی۔ٹی کلکتہ اور صوبہ بنگال کے امیر جماعت ہوئے۔ آپ انجمن کو کمرشل ایریا سے دھرمتلہ اسٹریٹ نمبر ۶۱ میں لے گئے۔ ۱۹۳۸ء میں نہایت شاندار طریقہ سے انجمن کا افتتاح ہوا۔ جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر جج ہائی کورٹ حیدرآباد دکن کے ذریعہ افتتاح کرایا گیا۔ چودھری ابوالہاشم خان صاحب کے ریٹائر ہو جانے اور زندگی وقف کر کے قادیان جانے کے بعد انجمن ویلنگٹن اسکوائر میں منتقل ہو گئی، جہاں ڈائرکٹ ایکشن تک رہی۔

یہ ڈائرکٹ ایکشن والا فساد ۱۹۴۶ء میں ایک جمعہ کے روز شروع ہوا۔ راستے مخدوش ہونے کی وجہ سے اکثر احباب اس جمعہ میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ ہم چار افراد یعنی خاکسار، پسرم عزیز سیف الدین سلمہٗ، اخویم حامد حسن خان صاحب اور محترم میاں محمد شفیع صاحب وغیرہ کو مسجد کے قریب تک آ کر واپس جانا پڑا۔ کئی احباب انجمن والی عمارت میں کئی دنوں تک بے آب و دانہ بند رہے۔ رات کو روشنی بھی نہیں کر سکتے تھے کہ باہر والوں کو پتہ لگ جائے گا۔ مفسدین بار بار حملہ آور ہونے کے ارادہ سے آتے تھے لیکن چھاپہ خانہ والے غیر مسلم اوپر کا گیٹ کھولنے سے انکار کر دیتے اور کہہ دیتے کہ اندر کوئی مسلمان نہیں ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔ کئی دنوں کے بعد محترم چودھری انور احمد صاحب کاہلوں امیر جماعت احمدیہ ومحترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لا ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ وغیرہ نے پولیس کی امداد سے ہمارے ان محصور بھائیوں کو نکلوایا۔ اس صورتِ حال کے باعث یہ مکان چھوڑ دیا گیا۔ اور انجمن عارضی طور پر پھر لوئر چیت پور نمبر ۱۵۰ میں منتقل کی گئی۔ نمازیں وغیرہ یہاں ہونے لگیں۔

جنگِ عظیم دوم سے پہلے احمدی احباب عیدین کی نمازیں راپڈن گارڈن میں ادا کرتے تھے۔ جماعتِ احمدیہ مسجد کے لئے اپنی خواہش کے مطابق کوئی اپنی جگہ یا مکان کا انتظام نہ کر سکی تھی۔ اور ہمیشہ انجمن کی منتقلی کبھی کالج اسٹریٹ میں، متعدد مرتبہ چیت پور، دھرمتلہ اسٹریٹ، ویلنگٹن اسٹریٹ میں ہونے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اور اس بارے میں میرا ایک مضمون بھی اخبار فاروق قادیان بابت ۴؍ستمبر ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا تھا۔

حضرت حکیم ابوطاہر صاحبؓ کے زمانہ میں ہی مجھے جماعت کلکتہ کی مجلسِ عاملہ میں شمولیت کا موقعہ ملا تھا۔ اور تنظیم جماعت کے سلسلہ میں مشوروں میں میں نے محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی کو نہایت صائب الرائے پایا۔ مثلاً ایک لاوارث مسجد نظر آئی اس کا متولی ترکِ وطن کر چکا تھا۔ اور اب کوئی متولی نہ تھا۔ پیش امام اس پر قابض

تھا جس کے ساتھ میرا رابطہ تھا ۔ وہ اِس امر پر آمادہ ہوگیا کہ اِس مسجد کو باقاعدہ جماعتِ احمدیہ کے حوالے کر دے تاکہ اس کی مستقل آبادی کا سامان ہوجائے ۔ مَیں نے اس بات کو غنیمت سمجھا اور مشورۃً محترم بانی صاحب سے اس کا ذکر کیا ۔ تو آپ نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر آج یہ مسجد لے لی گئی تو دوسرے ہی روز اخباروں اور پوسٹروں کے ذریعہ اعلان ہوجائے گا کہ "خانۂ خدا پر قادیانیوں کا قبضہ" اس وقت ہم کیسے اس معاملہ کو سنبھال سکیں گے ۔ آپ کی یہ رائے نہایت معقول تھی ۔

تقسیمِ ملک سے پہلے چنیوٹ ہی کے ایک غیر از جماعت نوجوان نے طعنہ کے طور پر کہا کہ جماعتِ احمدیہ کلکتہ شہر میں ایک مسجد نہ بنوا سکی ۔ اور بڑی حقارت کے ساتھ یہ بات کہی ۔ مَیں نے جواباً کہا کہ بھائی ! آپ کی نظر میں کلکتہ کی بڑی اہمیت ہوگی ۔ جہاں سب سے پہلے مسجد بنانی چاہیئے تھی ۔ لیکن جماعتِ احمدیہ ایک منظم جماعت ہے ۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ امامِ جماعت کی ہدایت اور مجوزہ منصوبوں کے مطابق ہی کام ہوتا ہے ۔ جماعتی نظام کی نظر میں جس شہر اور مُلک کی دُنیا بھر میں سب سے زیادہ اہمیت تھی یعنی مسیحیت کا گڑھ لنڈن ، اللہ تعالیٰ نے وہاں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق جماعت کو دی ۔ اَلْاُمُوْرُ مَرْهُوْنَۃٌ بِاَوْقَاتِهَا ۔ کلکتہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد تعمیر ہوجائے گی ۔

جنگِ عظیم دوم کے دَوران بڑی تعداد میں احمدی تعلیم یافتہ نوجوان کلکتہ میں آ گئے ۔ جیسے صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء ، چودھری انور احمد صاحب کاہلوں ، مہتہ عبدالقادر صاحب ابن حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضؓ اور چودھری عبداللہ صاحب مہار وغیرہم ۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ سارے ہی جماعتِ کلکتہ میں نہایت سرگرم رُکن رہے اور ان سب کا اجتماع پارک سرکس ایریا میں ہُوا ۔ ان نوجوانوں کی کوشش سے ہی اس علاقہ میں مسجد احمدیہ کے لئے زمین کے حصُول میں کامیابی ہوئی ۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ :-

(۱) پارک سرکس ٹرام ڈپو سے مُلحق ایک قطعۂ زمین دہلی کے گھڑیوں کے تاجر

مالک واچ کمپنی لمیٹڈ سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس نے احمدیوں کے ہاتھ یہ قطعہ فروخت کرنے سے انکار کر دیا ۔ گو وہی زمین عیسائیوں کے ہاتھ فروخت کر دی جس پر گرجا تعمیر ہُوا ۔

(۲) دوسرا قطعہ قریب ہی ایک مُسلمان خان بہادر محمد جان صاحب سے خریدا گیا ۔ اُن کے زبانی اقرار پر کہ اس زمین پر احمدی کوئی مسجد یا انجمن کی عمارت تعمیر نہ کریں ۔ محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی کے ذاتی نام پر رجسٹری ہُوئی ۔ رائے یہ تھی کہ آئندہ ان کی طرف سے انتقال کرا لیا جائے گا ۔ لیکن اس بارے میں حضرت مُصلح موعود رضی اللہ عنہُ کی خدمت میں رپورٹ پیش کی گئی ۔ تو حضورؓ نے اس معاملہ کو نامنظور فرما دیا کہ ہمیں ایسی زمین نہیں چاہیئے ۔

اِدھر یہ صُورتِ حال تھی ، اُدھر حضور کا ارشاد تھا کہ جماعتیں مساجد بنائیں ۔ جماعت کلکتہ فکرمند تھی ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے فضل سے خان بہادر موصوف اسی قیمت پر زمین واپس لینے کو تیار ہو گئے ۔ اس سے تیسری بار زمین کے حصُول کی کوشش آسان ہوگئی ۔ اور مسجد والی موجودہ زمین ۱۹۴۵ء میں حاصل کر لی گئی ۔ پروگرام یہ تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک ہاتھوں سے سنگِ بُنیاد رکھوائی جائے کہ ۱۹۴۶ء میں فساد محوّلہ بالا ہوگیا اور ۱۹۴۷ء میں مُلک تقسیم ہوگیا ۔

کئی سال یہ قطعۂ زمین خالی پڑا رہا ۔ پھر کارپوریشن کے ٹیکس بآسانی ادا کرنے کے لئے ایک سو روپیہ ماہوار کرایہ پر ایک فرم کو کرایہ پر دے دیا گیا ۔ محترم کاہلوں صاحب کے ترکِ وطن پر خاکسار امیر جماعت مقرر ہُوا ۔ اور احباب کے مشورہ سے مسجد احمدیہ کا نقشہ تیار کروا کے کارپوریشن میں منظوری کے لئے داخل کر دیا گیا ۔ اسے منظور کرانے کی کوشش پر کئی سال گزر گئے ۔ ۱۹۵۲ء میں مَیں حج پر گیا ہُوا تھا تو احباب نے کرایہ دار کو راضی کر کے شیڈ کے ٹین کی قیمت ادا کر کے اسے خالی کروا کے وہاں نمازیں پڑھنا شروع کر دیں ۔

نقشہ منظور ہونے پر اب پھر سوال پیدا ہُوا کہ اس خرید کردہ قطعہ پر مسجد تعمیر ہو

یا چیت پور کولوٹولہ میں اور کوئی قطعہ حاصل کر کے وہاں مسجد تعمیر کی جائے۔ صاحب حیثیت احباب تجارت پیشہ تھے۔ اور یہ سب احباب مؤخر الذکر علاقہ میں آباد تھے۔ چنانچہ اس بارے میں فیصلہ کے لئے جماعت کا اجلاسِ عام بلایا گیا۔ خاکسار بہت ہی فکرمند تھا۔ اور دعائیں کر رہا تھا۔ اس اجلاسِ عام میں محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی نے بڑی جرأت سے، نہایت معقول رنگ میں، پُر زور الفاظ میں خاکسار کی حمایت میں فرمایا کہ جن احباب کی رائے ہے کہ علاقہ کولوٹولہ میں قطعہ مسجد کی تعمیر کے لئے حاصل کیا جائے وہ پہلے زمین یا مکان حاصل کر لیں پھر موجودہ قطعہ کو فروخت کرنے کا مشورہ دیں۔ ورنہ منظور شدہ نقشہ کے مطابق موجودہ قطعہ پر مسجد تعمیر ہو جائے گی۔ مجھے اس مشورہ سے بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ ہم ٹین کے شیڈ سے مسجد کا کام لیتے رہے۔ اور وہاں جلسے بھی ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں سیرۃ النبی صلعم کا ایک نہایت شاندار اور کامیاب جلسہ بھی منعقد ہوا۔ ڈاکٹر کالیداس ناگ صدر تھے۔ مقررین میں مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی فاضل، مولوی محمد سلیم صاحب فاضل، مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی فاضل اور پروفیسر اختر احمد صاحب اورینوی تھے۔ بعد میں مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی بطور مبلغ و امیر جماعت کلکتہ تشریف لائے۔ اور ۱۹۶۳ء میں تعمیر مسجد کا کام شروع ہوا۔ اور آئندہ سال بفضلہ تعالیٰ مسجد مکمل ہو گئی۔ اور احباب کے لئے جائے فخر ہے اور برکاتِ خلافت کا ایک زندہ اور تابندہ نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن بھائیوں کو بہترین اجر و برکات سے ہمیشہ نوازتا رہے جنہوں نے مالی امداد کی اور تعاون دیا۔ آمین۔

محترم بانی صاحب مرحوم و مغفور کے بڑے احسانات خاکسار پر ہیں۔ اور آپکا رِلّٰہی محبت و عزت کا سلوک ہمیشہ خاکسار سے رہا۔ ۱۹۴۵-۴۶ء کے دوران خاکسار کے گھر پر ہفتہ میں ایک بار مولانا محمد سلیم صاحب کا درس القرآن ہوتا تھا۔ ٹھیک اُس وقت جب مولانا صاحب تعوذ وغیرہ زبان پر لاتے، ملحقہ مکان کے قریب کے کمرہ میں ہارمونیم اور طبلہ کی آواز بلند ہوتی اور گلی میں بچے ٹین بجاتے

لگتے۔ ایک دن تو شریروں نے اینٹ، پتھر اور کیچڑ بھی پھینکا۔ درس کی ان مجلسوں میں بانی صاحب مرحوم، میاں محمد حسین صاحب مالک نیشنل ٹیلری، میاں محمد بشیر صاحب سہگل، صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور چودھری انور احمد صاحب کاہلوں وغیرھم شریک ہوتے اور ایسے نظارے دیکھتے تھے۔ درس کا یہ سلسلہ ۱۹۴۶ء کے فسادات تک جاری رہ سکا۔

مرحوم جلسہ سالانہ کے مواقع پر اپنے مکان موسومہ "کلکتہ ہاؤس" واقع محلہ دارالبرکات پر احبابِ کلکتہ کے قیام کا انتظام کرتے۔ اور بڑی خوشی سے میزبانی کا اہتمام فرماتے تھے۔

غرض مرحوم احمدیت کے شیدائی اور فدائی تھے۔ آپ جو زندہ نشان چھوڑ گئے ہیں جو احباب کے ربوہ اور قادیان جانے پر ملاحظہ میں آتے ہیں۔ جگہ جگہ آپ کی قربانیوں کو یاد دلانے والے کتبے موجود ہیں۔ جو موجودہ اور آئندہ نوجوانوں کے لئے اُسوہ اور مشعلِ راہ ہیں تاکہ وہ بھی ایسی یادگاریں چھوڑنے کی کوشش کریں۔ مرحوم نے اپنے بیٹوں کی تربیت بھی نہایت اچھی کی جس کے نتیجہ میں میاں منیر احمد صاحب بانی اور میاں نصیر احمد صاحب بانی نہایت باقاعدگی سے روزانہ بلاناغہ نمازِ عشاء مسجد احمدیہ میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ محترم بانی صاحب مرحوم خود بچوں کو لے کر نمازِ عشاء میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب آپ کی صحت اچھی تھی تو بسا اوقات مغرب و عشاء دونوں نمازیں مسجد میں ادا کرتے تھے۔

آپ جب پاکستان گئے تو آپ کا پختہ ارادہ تھا کہ واپس کلکتہ آجائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ مع بیگم صاحبہ محترمہ حجِ بیت اللہ پر تشریف لے گئے۔ اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے اپنے سفر کے نہایت ایمان افروز حالات خاکسار کو خطوط میں لکھے۔ جو خاکسار کے پاس بطور یادگار محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر نور کی بارش برساتا رہے۔ اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد کو بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مرحوم مغفور کا زیر بارِ احسان
خاکسار :- محمد شمس الدین - کلکتہ[۱]

(۱۴۳) تاثرات محترم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش[۲]

مسکراتا چہرہ، خوبصورت رنگ، وجیہہ شکل، سفید داڑھی، کھڑی ٹوپی، لباس سلوار قمیص اور فراک کوٹ۔ چال باوقار، باتیں جچی تلی۔ پختہ اور تجربہ کی حامل۔ مشورہ صائب۔ اپنے اور اپنے گھر کے اخراجات کے معاملہ میں بڑے کفایت شعار لیکن جماعتی و دینی کاموں کے لئے قربانی کے لئے بڑے دلیر۔ اور دوسروں کے لئے نیک نمونہ۔ یہ تھے ہمارے بزرگ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی جن کے بارہ میں چند سطور تحریر کرتا ہوں۔

ایک بار میرے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ مجھے جو خدمت سلسلہ کی توفیق ملتی ہے اس میں میری اہلیہ صاحبہ اور بچوں کا بھی برابر کا حصّہ ہے۔ کیونکہ جب بھی سلسلہ کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی ہے تو میں گھر میں مشورہ کرتا ہوں تو میری اہلیہ اور بچے ہمیشہ ہی حصّہ لینے کی تائید کرتے ہیں۔ اس طرح میرا دل قربانی کرنے کے لئے خوشی سے آگے قدم بڑھاتا ہے۔

عمارت لنگرخانہ تقسیم ملک کے بعد تک نیم پختہ تھی۔ ۱۹۶۵ء میں اس کی حالت مخدوش ہو چکی تھی۔ اور بارش کے دنوں میں ساری عمارت کے گرنے کا خطرہ رہتا تھا۔ اس جگہ چونکہ کھانا تیار ہوتا تھا اس لئے برابر پریشانی کی صورت تھی۔ ایک

---

[۱] افسوس منشی صاحب جو امیر جماعت کلکتہ بھی رہے ہیں، بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۷۹ء وفات پاگئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ۔ آمین۔

[۲] آپ اس وقت ناظر بیت المال خرچ اور افسر لنگرخانہ قادیان ہیں۔

جلسہ سالانہ پر خاکسار کے ذکر کرنے پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے شبینہ اجلاس میں اس بارہ میں خصوصی تحریک فرمائی۔ محترم بانی صاحب نے جو شریک اجلاس تھے سارا خرچ ادا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور چھ ماہ کے اندر رقم بھجوادی۔ جس سے چار کمرے اور برآمدہ پختہ تعمیر ہوگئے اور یہ جماعتی پریشانی رفع ہوگئی۔ لنگرخانہ کے اس حصّہ کا افتتاح محترم میر داؤد احمد صاحب ناظر خدمت درویشان نے ایک جلسہ سالانہ کے ایام میں فرمایا تھا۔

آئندہ سال پھر موصوف کو علم ہوا کہ مہمانوں کے لئے کمروں کی ضرورت ہونے کی وجہ سے اس بارہ میں تجویز زیر کارروائی ہے۔ مزید آپ کے دریافت کرنے پر میں نے بتایا کہ کچھ رقم تو موجود ہے۔ پندرہ بیس ہزار مزید مل جائیں تو پانچ کمرے مع غسلخانے وغیرہ اور برآمدہ تعمیر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ساری رقم بھجواتے ہوئے تاکید کی کہ مہمانوں کو سہولت بہم پہنچانے کے لئے تعمیر کا کام جلد کرادیا جائے۔ پھر ایک اور موقعہ پر معلوم کرکے کہ پرانے پنکھوں کی جگہ نئے پنکھے لگانے کے اخراجات کیا ہوں گے، آپ نے پندرہ پنکھے بھجوادیئے۔ اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کی اولاد نے اس کارِ خیر کو جاری رکھا۔ اور مزید اٹھارہ پنکھے بھجوائے۔

آپ نے درویشوں کی قدر کرتے ہوئے اور ان کو اپنی برادری سمجھتے ہوئے اپنے بیٹے شریف احمد صاحب بانی کی شادی قادیان میں کی۔ دلہن کو لے کر سسرال والے بھی یہیں آگئے اور یہ تقریب یہاں تکمیل پذیر ہوئی اور درویشوں نے بھی ایک عزیز کی طرح ہی اس خوشی کو محسوس کیا۔

درویشوں کو گندم کا تحفہ تین سال تک چار چار ماہ تک دینے کا آپ کا وعدہ تھا جو آپ نے پورا کیا لیکن آپ نے اسے پھر بھی جاری رکھا۔ اور آپ کی اولاد بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

ایک بڑا ایمان افروز واقعہ آپ سناتے تھے کہ علاقہ ٹلیگرا (کلکتہ) میں میرا ایک ربڑ کا کارخانہ تھا۔ تقسیم ملک کے کئی سال بعد اس علاقہ میں فسادات ہوئے۔ ان فسادات سے پہلے اسی ماہ میں نے خدمتِ سلسلہ کے لئے ایک کثیر رقم

بھجوائی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جبکہ میرے کارخانے کے اردگرد کے ایسے ہی کارخانے جل کر راکھ ہوگئے لیکن میرا کارخانہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہا۔ چند روز بعد جب امن ہُوا تو وہاں جاکر مَیں نے کارخانہ کی حالت دیکھی۔ اور اُسے محفوظ پایا تو مَیں سجدۂ شکر بجالایا۔ اور مزید ایک کثیر رقم خدمتِ سلسلہ کے لئے مرکز میں بھجوائی ــــ!

نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کی طرف سے قرآن کریم ہندی اور گورمکھی کا ترجمہ کرا کے اس کو طبع کرنے کی تجویز ہوئی تو موصوف نے ایک کثیر رقم مرکز میں بھجوادی۔ چونکہ ان زبانوں کا ترجمہ ابھی تیار نہ تھا اس لئے فوری ضرورت کے پیشِ نظر اس رقم سے پہلے قرآن کریم انگریزی اور بعد میں تفسیرِ صغیر چھپوائے گئے۔ جو کہ اندرون و بیرون ہند تبلیغ کے لئے استعمال میں آئے۔

سالہا سال تک متعدد طلباء، درجنوں بیوگان اور بیسیوں یتیموں کی خدمت آپ اپنا فرض سمجھ کر کرتے رہے۔

واقعات بے شمار ہیں لیکن اختصار پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی جملہ خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے۔ اور آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کی ساری اَولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چل کر زیادہ سے زیادہ خدماتِ سلسلہ بجالانے کی توفیق دے کہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے اور ایمان و اموال میں برکت دے۔ آمین ؎

(۱۴) تاثرات محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز[1]

محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مالی وسعت

[1] جس زمانہ کے بارہ میں یہ مضمون ہے اُس وقت محترم عاجز صاحب ناظر بیت المال تھے اب ناظر تعلیم و ناظر جائیداد ہیں ؎

کے ساتھ وسیع حوصلہ عطا فرمایا تھا۔ آپ ہر مالی تحریک میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے بلکہ ممنون ہوتے کہ آپ کو نیک کام میں حصّہ لینے کی تحریک کی گئی ہے۔

تقسیمِ ہند کے بعد ۱۹۶۹ء تک خاکسار جبکہ ناظر بیت المال تھا بارہا سلسلہ کی ضروریات یا بعض مستحقین کی اعانت کے لئے آپ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔ آپ نے تشکّر و امتنان کے جذبات سے فوراً دل کھول کر مدد فرمائی۔

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی آپ اپنے مال کو جماعت کا مال سمجھتے اور ہر جماعتی ضرورت کے وقت خندہ پیشانی سے اسے پیش کرتے تھے۔ آپ کی ممتاز مالی خدمات کی طویل فہرست ہے۔ اس تعلق میں صرف ایک دو واقعات کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے ارشاد کے مطابق درویشانِ قادیان کی ضرورت کے مدِّنظر درویش فنڈ کے چندہ خاص کی تحریک جاری کی گئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور خاکسار ستمبر ۱۹۶۲ء میں صاحبِ حیثیت احباب کو انفرادی تحریک کرنے کی غرض سے کلکتہ گئے۔ چنانچہ محترم سیٹھ صاحب نے نصف لاکھ روپیہ کا وعدہ کیا اور جلسہ سالانہ سے پہلے ہی ادائیگی کردی۔ جلسہ سالانہ پر آپ نے ذکر کیا کہ تاجر پیشہ افراد کے پاس نقد رقم ہر وقت موجود نہیں رہتی اس لئے مَیں خاص طور پر مصروفِ دُعا رہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس وعدہ کو جلد پُورا کرنے کے اسباب مُہیّا فرمائے۔ ابھی دُعا کرتے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ایک بروکر کا فون آیا کہ فلاں کمپنی کے شیئرز کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اگر آپ فروخت کرنا چاہیں تو چالیس ہزار روپیہ منافع آئے گا۔ مَیں نے خیال کیا کہ میرا وعدہ پچاس ہزار کا ہے اور مَیں نے انکار کر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس بروکر نے فون کیا کہ اب قیمت مزید بڑھ گئی ہے اس سے زیادہ بڑھنے کی اُمید نہیں۔ مَیں نے حساب کیا تو منافع پچاس ہزار آتا تھا۔ سو مَیں نے فروخت کرکے سارا منافع درویش فنڈ میں دیکر اپنا وعدہ پُورا کرنے کی توفیق پائی۔ مَیں نے اس واقعہ کو اس لئے منتخب کیا ہے کہ اس سے اس زندہ حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ جو شخص

صدقِ دل سے قربانی کا عزم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پورا کرنے کے غیر معمولی سامان
پیدا کر دیتا ہے ۔

آپ کے دل میں درویشانِ قادیان کے لئے جو محبت اور اخوت کے غیر معمولی
جذبات تھے آپ نے مختلف رنگوں میں اس کا عملی اظہار فرمایا ہے ۔ مثلاً جملہ
درویشان اور اُن کے اہل وعیال کے لئے چار ماہ کی گندم تحفۃً کئی سال تک اپنی
زندگی میں پیش کرتے رہے ۔ اور اس بے غرض و بے لوث تحفہ کے صحیح مفہوم کو پیشِ
نظر رکھتے ہوئے اس بات کی تاکید فرمائی کہ گندم کو درویشان کے گھر تک پہنچانے
کے جملہ اخراجات بھی وہ خود ادا کریں گے ۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے
ان کی اولاد کو بھی اپنے والدِ مرحوم کی اس نیکی کو جاری رکھنے کی سعادت عطا فرمائی ہے
جو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے کوشاں رہتی ہے ۔

یہ ذکر کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ میری اصل
برادری درویشانِ قادیان ہیں ۔ بلاشبہ آپ خود بھی ایک درویش صفت بزرگ تھے۔
جسمانی رشتہ داری کے لحاظ سے آپ کی چنیوٹ (پاکستان) میں نیز کلکتہ میں جہاں تجارت
کی خاطر آپ کی بود و باش تھی ، آپ کی قومی برادری کے لوگ آباد ہیں ۔ لیکن آپ نے اپنے
فرزند عزیز شریف احمد صاحب بانی کی شادی قادیان میں آکر کی جہاں آپ مع اہل وعیال
اس غرض کے لئے تشریف لائے تاکہ درویشوں کی دعائیں اس تقریب میں شامل ہوں ۔
اور وہ تمام دعوتِ ولیمہ میں شریک ہوں ۔

گو آج بانی صاحب مرحوم ہم میں موجود نہیں ہیں مگر اُن کے کارنامے اور اُن کی
مالی قربانیاں تاریخ جماعت احمدیہ میں زندہ جاوید رہیں گی ۔ اور جماعت کا ہر صاحبِ
حیثیت انسان آپ کے نیک نمونہ سے راہنمائی حاصل کرتا رہے گا ۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی تمام قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے انہیں
اپنے قرب میں اعلیٰ مقام بخشے اور آپ کی اولاد کو بھی ان خوبیوں سے نوازتا رہے جو اس
کی نظر میں محبوب ہیں ۔ آمین ثم آمین ٭

(۱۵) جناب سیّد کریم بخش صاحب

محترم سیّد کریم بخش صاحب ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۲ء امیر جماعت احمدیہ کلکتہ رہے۔[۱]
آپ کے تاثرات اکاون سال کے عرصہ کی واقفیت اور تعلقات کا نچوڑ ہیں ۔ آپ بیان
فرماتے ہیں کہ :-

خاکسار ۱۹۲۳ء میں پہلی بار کلکتہ آیا ۔ اس وقت حضرت سیٹھ محمد صدیق صاحب
بانی سے تعلقات کا آغاز ہوا ۔ جو آپ کی وفات تک قائم رہے ۔ ۱۹۲۷ء میں میں نے
رہائش حضرت حکیم ابوطاہر محمود احمد صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ کے مکان پر اختیار کی۔ اس
وقت سیٹھ صاحب کی دُکان کانٹینینٹل موٹر ہاؤس ، بھوانی پور میں تھی ۔ جماعت کے
مختلف عہدوں پر میرا تقرر ہوتا رہا ۔ اس وجہ سے مجھے اکثر حکیم صاحب کی معیت
میں سیٹھ صاحب کی دُکان پر ملاقات کیلئے اور جماعتی اُمور کے بارے میں مشورہ کے لئے
جانے کا موقعہ ملتا رہا ۔ حکیم صاحب سیٹھ صاحب سے بہت عزت و تکریم سے پیش آتے
تھے ۔ اور آپ کے قیمتی مشوروں کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ ۱۹۵۶ء
سے خاکسار نے جس دفتر میں ملازمت شروع کی ، وہ سیٹھ صاحب کی دُکان کے قریب
تھا ۔ اس طرح آپ کو اور زیادہ قریب سے دیکھنے کا مجھے موقعہ ملا ۔ اور ہمارے
باہمی تعلقات بہت استوار ہوتے گئے ۔

جب خاکسار کا دفتر آپ کی دُکان کے قریب تھا تو ہر جُمعہ کو اور دیگر مواقع پر
آپ مجھے انجمن کے مکان سے اپنی موٹر میں میرے دفتر تک پہنچا دیتے تھے ۔ بلکہ
ان خاندانوں کے افراد کو بھی جو شہر کے دُور دراز حصوں میں رہائش پذیر تھے ، پہنچانے
کا انتظام کرتے میں نے پایا ہے ۔ بعض اوقات جب موٹر میں جگہ نہ ہوتی تو خود اور
آپ کے بچے کرایہ کی ٹیکسی پر اپنے مکان یا دُکان کو چلے جاتے اور دُوسروں کو

[۱] مطابق سوونیر مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۴ ٭

اپنی موٹر میں بھجوا دیتے تھے۔

۱۹۴۶ء کے فسادات میں احمدیوں کو بھی کلکتہ میں شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس وقت احمدیوں کی ایک کثیر تعداد کی رہائش کا اپنے مکان میں انتظام کیا۔ اور اُن کی امداد کی۔ بلکہ حتی المقدور غیر از جماعت احباب کو بھی مدد دی۔ اڑیسہ وغیرہ کے سیلاب وغیرہ آفات میں گھر جانے پر ریلیف میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے موقعہ پر مجلس عاملہ میں ایک امدادی رقم کی تعیین کی گئی کہ جمع کرکے بھجوائی جائے۔ سیٹھ صاحب نے کہا کہ اتنی سی حقیر رقم سے کیا ہوگا۔ اور اپنی طرف سے معقول رقم کا اضافہ کر دیا۔ بعد تقسیم ملک آپ کو درویشانِ قادیان کی امداد کا خاص خیال تھا۔ بلکہ دیگر علاقوں کے غرباء کی امداد کے لئے بھی آپ ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ اور اُن کو ماہوار وظیفہ بھجواتے تھے۔ اور اُن کی فہرست آپ کے پاس تیار رہتی تھی۔ آپ امداد کرتے ہوئے تاکید کرتے تھے کہ کسی سے اس امداد کا ذکر نہ کیا جائے۔

آپ کے بارہ میں اس طویل عرصہ میں میرا یہ تاثر ہے کہ آپ کا خاص انداز گفتگو کا تھا۔ آپ امیر و غریب سے یکساں خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ آپ سے گفتگو کرنے میں انسان لطف اندوز ہوتا۔ آپ جماعتی عہدہ داروں کے ساتھ اکرام سے پیش آتے۔ اور کلکتہ کے ہر ایک امیر سے جو ۱۹۳۷ء سے بعد تک بھی مقرر ہوتے رہے آپ کا تعاون دِل و جان سے ان کو حاصل رہا۔ تمام تحریکات سلسلہ میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

بہت سے ایسے واقعات ہیں جو اِس وقت خاکسار تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ خاکسار کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ اور خاکسار اُن کے بعض احسانات کی وجہ سے بے حد ممنون ہے۔ اور دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلےٰ مقام عطا کرے۔ اور آپ کے پسماندگان کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت کرے۔ آمین ؂

---

(۱۶) منجانب سیّد نُور عالم صاحب

محترم سیّد محمد نور عالم صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کے دو مضامین شائع ہوئے۔

(۱) مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ کے سوونیر ۱۹۷۶ء میں کلکتہ کے وفات یافتہ نیک احمدیوں کے تذکرہ میں محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ اس جماعت کے قدیم ترین احباب میں سے تھے۔ آپ غرباء کے سچے دوست اور تکلیف زدہ بیوگان کے ہمدرد اور بے یار و مددگار یتامیٰ کے گارڈین (متولی اور سہارا) تھے۔ اور درویشانِ قادیان کے مفاد کے لئے ہمہ تن وقف تھے۔ اور اُن کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے آپ نے کثیر مالی مدد کی۔ عظیم الشان مسجد اقصیٰ ربوہ آپ کی عالی حوصلگی اور مفادِ اسلام کے لئے آپ کی جاں نثاری کی علامت ہے۔

موجودہ نسل اور آئندہ نسلیں محبت و تعریف کے ساتھ آپ کا ذکر کریں گی۔ انسان کیا ہی عجیب تخلیق ہے اگر وہ اپنی حیاتِ مستعار میں ایسے کارنامے سرانجام دے ——!!

(۲) "ایک روشن قندیل جو آخر بجھ گئی"۔

سُرخی مائل گندمی رنگ۔ بھاری بدن۔ میانہ قد۔ کتابی چہرہ۔ فکر و تدبّر سے معمور کشادہ پیشانی۔ آنکھوں میں حسین چمک۔ پُر وقار آواز۔ بس یہی حلیہ تھا۔ وضع قطع میں سادگی بھی تھی اور استقامت بھی۔ لباس ہمیشہ سادہ۔ شلوار و پنجابی کُرتہ۔ اُونچی باڑ کی سیاہ یا سرمئی رنگ ٹوپی۔ اکثر کھلے مُنہ کا پمپ (شُو)۔

بانی صاحب مرحوم کی شخصیت کی سب سے نمایاں خصوصیت اُن کی جُرأت، بے خوفی اور حق گوئی تھی۔ بات کتنی ہی سچی ہو اور کتنی ہی بے باکی سے کیوں نہ کہی جائے اگر کہنے کا سلیقہ نہ ہو تو بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ مرحوم کو بات کہنے کا سلیقہ تھا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب وہ کوئی بات کہتے تھے تو وہ سُنی جاتی تھی ۔ اور اُس کا اثر ہوتا تھا ۔۔۔!

خدمتِ خلق کے جذبے نے اتنے بلند مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں ہر ایک کی رسائی مشکل ہے ۔ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے ۔ میٹھی بات کہنا، الفاظ سے تسلی دینا، زخمی دل کو مشورہ دینا آسان ہے اور اسے ہر ایک کر سکتا ہے ۔ مگر وہ جو ہر ایک نہیں کر سکتا یہ ہے کہ مشورہ بھی دیں، چارہ سازی بھی کریں ۔ بیمار کو تسلی بھی دیں اور طبیب تک پہنچا کر علاج بھی کرا دیں ۔ ایک درجہ یہ ہے کہ راستہ بتا دیا جائے (کہ) حکیم کا گھر مشرق کی سمت ہے ۔ گلی سے گزر کر نیم کا درخت ملے گا ۔ پھر جنوب کی طرف جانا ۔ آگے بڑا پھاٹک ہے ۔ متصل خواجہ صاحب کا مزار ہے ۔ بس وہیں پر حکیم صاحب کا مطب ہے ۔ ایک درجہ یہ ہے کہ مریض کا ہاتھ پکڑا ۔ چلنے کی سکت نہیں ہے تو سواری میں بٹھایا ۔ اور ساتھ لے جا کر حکیم کو دکھایا ۔ سفارش کے ساتھ حال بیان کیا ۔ اور نسخہ لکھا کر دوا لا دی ۔ یہ راہ نمائی رہبری ہے ۔ بانی صاحب راہ نمائی نہیں رہبری کرتے تھے ۔ (مثلاً) چودہ پندرہ سال کی بات ہے کہ اڑیسہ کے ایک غریب نوعمر لڑکے نے بانی صاحب مرحوم کو اپنا حال لکھا اور امداد طلب کی ۔ اس لڑکے کی ایک ٹانگ کسی حادثہ کی وجہ سے ڈاکٹروں نے کاٹ دی تھی ۔ اور وہ ایک معطل زندگی گزارنے پر مجبور تھا ۔ بانی صاحب نے اس کو کلکتہ بلوا لیا ۔ خود ڈاکٹروں کے پاس لے کر گئے اور بعد مشورہ آرڈر دے کر مصنوعی ٹانگ بنوائی ۔ دورانِ قیام اس لڑکے کے تمام مصارف کے متکفل رہے ۔ بالآخر نئی ٹانگ کے ساتھ اس کو اسٹیشن پہنچایا ۔ ہاتھ میں ٹکٹ دے کر ٹرین پر بٹھایا اور الوداع کہہ کر گھر آئے ۔

خدمتِ خلق کا راستہ ایسا پُرخطر اور خار زار راستہ ہے کہ جس میں راہی کو برہنہ پا دوڑایا جاتا ہے ۔ قدم قدم پر اس کی طرف طعن و تشنیع کے تیر پھینکے جاتے ہیں ۔ مشکل اور سنگین حالات میں اس کے جذبۂ ایثار کو پرکھا جاتا

ہے ۔ اور کبھی کبھی خون و آگ کے سمندر میں اس سے غوطے لگانے کا تقاضا کیا جاتا ہے ۔
اس منزل کے یہ ایسے راہ و رسم ہیں جس میں آزمائش ناگزیر ہے ۔ (ایک مثال سُنئے) ۱۹۶۴ء[1] کے کلکتہ کا تصور فرمائیے ۔ جنوری کا مہینہ ہے ۔ ہر طرف ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں ۔ کشت و خون کا بازار گرم ہے ۔ مکانات اور فیکٹریوں کے جلنے سے شہر میں دھواں اور شعلوں کے جھونکے چل رہے ہیں ۔ سڑکیں اور گلیاں غیر محفوظ ہیں ۔ کرفیو لگا ہوا ہے ۔ مسجد احمدیہ کا تعلق عملاً تمام احمدی گھرانوں سے منقطع ہو چکا ہے ۔ اہالیانِ مسجد احمدیہ جو تعداد میں سات یا چھ تھے محصور تھے ۔ ان میں سے ایک خاکسار بھی تھا ۔ ایک غمخوار اور درد آشنا دل نے خلقِ خدا کے غیر محفوظ ہونے اور محصور و مجبور احمدیوں کی کسمپرسی کا احساس کیا ۔ کئی دنوں تک ہر روز صبح آٹھ بجے جبکہ کرفیو دو گھنٹے کے لئے اُٹھا لیا جاتا ۔ بانی صاحب اپنے تینوں بیٹوں (منیر احمد ۔ نصیر احمد اور شریف احمد) میں (سے) دو بیٹوں کو باری باری مسجد احمدیہ ہماری خیریت دریافت کرنے کو بھیجتے رہے ۔ خدمتِ خلق کا جذبہ ملّی، قومی اور علاقائی قیود سے بالا ہوتا ہے ۔ یہ جذبہ ایسے تمام موقعوں پر اُبھرتا ہے جب بندگانِ خدا پر مصیبت آتی ہے ۔ فسادات کے دنوں میں مسلمانوں کے ایسے محلے جو غیر محفوظ تھے خالی ہونے لگے ۔ تقریباً سو افراد پر مشتمل خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ کولوٹولہ اسٹریٹ کی طرف آیا ۔ مکرم بانی صاحب مرحوم نے اپنے مکان کے ایک حصہ میں اُن کو ٹھہرا لیا ۔ اور جب تک کہ حالات معمول پر نہ آگئے اُن کے خورد و نوش کا انتظام خود فرماتے رہے ۔ بانی صاحب کے حسنِ سلوک، شفقت اور تواضع کے تذکرے آج بھی اُن کی زبانوں پر ہیں ۔

بانی صاحب کے ایثار و قربانی کی مثالیں تو بہت ہیں اور قارئین اُن کو جانتے بھی ہیں ۔ لیکن اصل چیز جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ بشاشتِ قلبی ہے جو وہ ہر

---

[1] اخبار میں سہواً ۱۹۶۶ء درج ہوا ہے ۔

مالی قربانی کے بعد محسوس کرتے تھے ۔ ایک بار مَیں نے ان سے پُوچھا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی تعمیر پر اس قدر رقم کس طرح خرچ کر سکے ۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی مَیں کسی نیک کام میں حصہ لینے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے اہل و عیال کو بھی مشورے میں شامل کر لیتا ہوں ۔ اس موقعہ پر بھی مَیں نے ایسا ہی کیا ۔ اور ان لوگوں نے بھی حسبِ معمول بڑی خوشی اور گرمجوشی کے ساتھ کہا کہ ہم آپ کے اِس فیصلہ پر راضی ہیں ۔ بانی صاحب اِس امر کے اظہار سے اس قدر خوش تھے کہ آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلکنے لگے ۔ بڑی رقت کے ساتھ ، گداز اور لرزاں آواز میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ اس نے اس بندۂ حقیر کو نیک بیوی اور نیک اولاد عطا کی ہے ۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے متعلق کہنے لگے کہ حضور کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے میری حقیر پیشکش کو قبول فرما لیا ۔

ایک سال جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ سابق ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان ، بہشتی مقبرہ میں صبح کے وقت چہل قدمی فرما رہے تھے ۔ خاکسار پر جب نظر پڑی تو اپنے قریب بُلایا ۔ اور بڑے پیار سے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور منارۃ المسیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ منارۃ المسیح پر آپ کو سیاہ دھبے نظر آتے ہیں ؟ مَیں نے عرض کی ۔ جی ہاں ۔ فرمانے لگے کہ ایک عرصہ سے یہ قابلِ مرمت ہے ۔ اور اس پر خرچ کثیر ہے ۔ میاں محمد صدیق صاحب بانی سے مَیں کہہ سکتا ہوں مگر مجھے تامل ہے ۔ کیونکہ بانی صاحب نے پہلے ہی بہت ساری مالی قربانیاں کی ہوئی ہیں ۔ اس کے بعد خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ آپ بانی صاحب کو تحریک کریں ۔ بانی صاحب اس وقت قادیان میں موجود تھے ۔ خاکسار نے بانی صاحب سے اس بارہ میں گفتگو کی ۔ مجھے خیال تھا کہ شاید موصوف اس طرف مائل نہ ہوں ۔ مگر بانی صاحبؒ نے بلا توقف مُسکراتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرت امیر صاحب (قادیان) سے کہہ دیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تمام اخراجات میں خود ادا کروں گا ۔ اور آپ نے ایک معیّن رقم مرکز میں جمع کرا دی ۔ کچھ دنوں

بعد آپ نے کلکتہ سے مسٹر کے ۔ سی ۔ پال کو جو کنسٹرکٹر ہیں اور معماری کاموں میں اچھا تجربہ رکھتے ہیں ، قادیان بھیجا[1] ۔ انہوں نے واپس آ کر اخراجات کا تخمینہ بھی پیش کیا ۔ مگر افسوس کہ مناسب میٹیریل کی کمیابی یا نایابی کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا ۔ اب شاید یہ رقم قرآن شریف کے تراجم و اشاعت لٹریچر پر خرچ کی جا رہی ہے ۔

بانی صاحب کو قادیان اور درویشانِ قادیان سے والہانہ محبت تھی ۔ تقریباً ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان جاتے ۔ اور درویشوں کے لئے پہننے اور اوڑھنے کا کافی سامان ساتھ لے جاتے ۔ ایک بار دسمبر کے شروع میں خاکسار بانی صاحب مرحوم سے ملنے ان کے گھر گیا ۔ دیکھا کہ کمرے میں ہر طرف بے ترتیبی سے پارچات و کمبلوں کے بنڈل رکھے ہوئے ہیں ۔ اور بانی صاحب زمین پر بیٹھے ہُوئے کپڑے پیک کر رہے ہیں ۔ خاکسار کے استفسار پر کہنے لگے کہ گزشتہ دو ماہ سے قادیان کی بچیوں کے لئے میری بیوی ، بہوئیں اور بیٹی (شکیلہ اختر) خود ہی کپڑے سی رہی ہیں ۔ اور مَیں پیکنگ کا کام کر رہا ہوں ۔ دُنیا کے اور تاجروں کی طرح بانی صاحب بھی ایک تاجر تھے ، اور نہایت ہی مصروف الاوقات تاجر ۔ مگر وہ کونسی لگن تھی اور کیسا شوق تھا کہ پیرانہ سالی کے باوجود وہ ایسے کاموں کے لئے وقت نکالتے اور اپنے ہاتھوں سے ایسے کام سر انجام دیتے (تھے) ۔

ایک بار بانی صاحب مرحوم گرمیوں کے دنوں میں قادیان تشریف لے گئے اور چند یوم قیام کر کے واپس آ گئے ۔ مَیں اپنے کمرے میں تنہا لیٹا ہُوا تھا ۔ بانی صاحب کے دو فرزند نصیر احمد بانی و شریف احمد بانی کمرے میں داخل ہوئے ۔ اور میرے ہاتھ میں ایک پیکٹ دیتے ہُوئے کہا کہ ابا جان قادیان سے آپ کے لئے تحفہ لائے ہیں ۔ پیکٹ کھول کر دیکھا تو خشک روٹی کے ٹکڑے تھے اور گڑ تھا ۔ بانی صاحب نے یہ روٹیاں

---

[1] یہی مسٹر پال مسجد احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کے انچارج تھے ۔

مہمان خانہ سے لی تھیں۔ اور گُڑ کسی غریب درویش بھائی سے خریدا تھا۔ ذرا تصور فرمائیے مرحوم کو دیارِ مسیحؑ سے کیسی عقیدت تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ ایک احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لنگر کی روٹی سے زیادہ قیمتی تحفہ اور کیا دیا جا سکتا ہے۔

میں نے ایک دن بانی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے فرزند شریف احمد کی شادی قادیان میں کیوں کی۔ جبکہ کلکتہ میں شادی کے تمام سامان بآسانی سے مہیا ہو سکتے تھے۔ فرمایا کہ کلکتہ میں اگر یہ تقریب ہوتی تو طعامِ ولیمہ کا انتظام گرینڈ ہوٹل یا گریٹ ایسٹرن ہوٹل میں کیا جاتا۔ بڑے بڑے لوگ اس طرح کے کھانے ہمیشہ کھایا کرتے ہیں مگر ان درویش بھائیوں کو اس قسم کی تقریبات میں شمولیت کا کہاں موقعہ ملتا ہے۔ وہی رقم جو ہم یہاں خرچ کرتے، قادیان میں خرچ کرنا بہتر سمجھا، تا ہمارے درویش بھائی اور بہنیں یہ محسوس کریں کہ قادیان میں رہنے والے احمدی اُن کو بھولے نہیں۔ بلکہ خوشی اور غم میں ان کو برابر کا شریک سمجھتے ہیں۔

کلکتہ میں ان کا معمول تھا کہ ہر عید الفطر کے موقع پر صبح سات بجے کے اندر اندر غریب احمدی بھائیوں اور بیواؤں کے گھروں پر تازہ پکی ہوئی سیویاں لیکر خود حاضر ہوتے اور اپنے ہاتھ سے عید کا تحفہ پیش کرتے۔ اسی طرح عید الاضحیہ کے موقعہ پر قربانی کا گوشت لیکر جایا کرتے۔ یہ کام بانی صاحب ملازمینِ خانہ سے بھی لے سکتے تھے۔ مگر غرباء جو عموماً سریع الحس ہوتے ہیں۔ کے عزتِ نفس اور اکرام کا خیال رکھتے ہوئے مرحوم کو یہی امر پسند تھا کہ وہ خود ہر ایک کے گھر پہ عید کا تحفہ لیکر جائیں۔ بانی صاحب کے لائق بیٹے ہر سال عیدین کے موقع پر بوڑھے باپ کے سامنے احتجاج کرتے کہ آپ اس بڑھاپے میں اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ ہم لوگ آسانی کے ساتھ یہ کام کر سکتے ہیں۔ بانی صاحب فرماتے کہ تم لوگ اس کوچے سے واقف نہیں ہو۔ اس میں جو لذت مجھے ملتی ہے میرا دل ہی جانتا ہے۔

طبیعت میں عجز و انکسار تھا۔ کبھی بھی فخر و غرور سے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتے (تھے) جس سے کبر یا شخصی برتری ظاہر ہو۔ لیکن ایک دن جبکہ عام مولویوں کے متعلق

گفتگو ہو رہی تھی اور خاکسار بھی موجود تھا۔ تو آپ نے اپنے طبعی میلان کے خلاف بڑے فخر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی فراست عطا کی ہے کہ مولوی علم و فضل کا خواہ کیسا ہی لبادہ اوڑھ کر آئے میری نظر اس کو پہچان جاتی ہے۔

ایک سال بہار میں سخت سیلاب آیا۔ بہار کے تقریباً تمام اضلاع سیلاب کی تباہ کاریوں سے متاثر ہوئے۔ نقصانات اتنے زیادہ تھے کہ رفاہِ عام کے لئے کام کرنے والے لوگ ٹولیوں میں منقسم ہو کر شہر کی سڑکوں پر ریلیف کے چندے اکٹھا کر رہے تھے۔ اخبارات و ریڈیو کے ذریعہ عوام سے امداد کی اپیل کی جا رہی تھی۔ انسانوں سے بھرپور شہر کلکتہ میں ایک غمگسار دل ایسا بھی تھا جس کو اندیشہ لاحق ہوا کہ ایسی مہیب تباہی و شدید مصیبت کے وقت مٹھی بھر احمدیوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ بانی صاحب مرحوم نے نہایت کرب و اضطراب کی حالت میں مجھ سے یہ فرمایا کہ آپ مجھے بہار کے ایسے آدمیوں کے نام لکھ کر دیں جو دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ اور سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ خاکسار چونکہ ایک عرصہ سے بہار سے باہر رہ رہا ہے اس لئے دیہی علاقوں کے احمدیوں کی صحیح پوزیشن بتا نہیں سکتا۔ اور نہ خاکسار کے پاس کسی احمدی نے اب تک امداد کے لئے کوئی چِٹھی بھیجی ہے۔ موصوف نے فرمایا کہ کم از کم آپ اپنے گاؤں یا قریبی گاؤں کے احمدیوں کے نام لکھ کر دیں۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ کئی دن گزر گئے۔ بانی صاحب کی بے چینی بڑھتی گئی۔ ایک دن بعد نمازِ جمعہ بانی صاحب مجھ سے ملے۔ اور کہنے لگے کہ مرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود بہار کے احمدیوں کی مدد تو نے کیوں نہ کی تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا...... کہ اس کا جواب نورِ عالم سے طلب فرما۔ بانی صاحب کے اندازِ گفتگو سے مجھے پریشانی بھی ہوئی اور احساسِ پشیمانی بھی۔ خاکسار نے اسی دن شام کو دو غریب و پریشان حال احمدیوں کے لئے امداد کی سفارش کی۔ بانی صاحب نے دونوں کے لئے وظیفہ مقرر فرما دیا۔ بلا ناغہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو دونوں کے نام منی آرڈر ارسال ہو جاتا۔ بعد ازاں جوابی پوسٹ کارڈ بھی۔ یہ

جاننے کے لئے کہ منی آرڈر کی رقم پہنچی یا نہیں ۔

مکرم باقی صاحب اُڑیسہ اور بہار کے تقریباً چالیس یا پچاس مستحق افراد کو باقاعدگی کے ساتھ ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے ۔ اور وظیفہ پانے والوں میں اکثریت بیوگان و یتامیٰ کی ہوتی تھی ۔ مرکزی افسرانِ مال جب دَورے پر کلکتہ تشریف لاتے تو باقی صاحب ان کو ایسے افراد کی فہرست دیا کرتے جن کی اِمداد کی جاتی تھی ۔ اور اُن سے درخواست کرتے کہ اُڑیسہ اور بہار کا سفر کرتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیں کہ وظیفہ پانے والوں کی فہرست میں کوئی ردّوبدل یا ترمیم و تنسیخ کی ضرورت تو نہیں ۔ ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرماتے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی مستحق محرُوم ہو جائے ۔ اور غیر مستحق کو وظیفہ ملتا رہے ۔ لفظ "مستحق" کے معروف معنی سے باقی صاحب بخوبی آگاہ تھے اور اس کی لُغوی حیثیت کا آپ کو علم تھا ۔ لیکن اگر کسی احمدی کی امداد کا معاملہ سامنے آتا تو آپ کے نزدیک مستحق وہ ہوتا جو نظامِ سلسلہ سے اِخلاص کا تعلق رکھتا ہو ۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو ۔ اور اپنے اچھے دنوں میں حتّی المقدُور مرکزی چندے ادا کرتا رہا ہو ۔

عام طور پر آپ کا طریقِ عمل یہ تھا کہ باہر کی جماعت کا کوئی احمدی اگر امداد طلب کرتا تو آپ اس کو مرکز سے رُجوع کرنے کا مشورہ دیتے اور ساتھ ہی یقین دلاتے کہ مرکز نے اگر سفارش کر دی تو وہ ضرور امداد کریں گے ۔ اور اگر مقامی جماعت کا کوئی فرد آپ سے امداد کا طلب گار ہوتا تو آپ فرماتے کہ امیرِ جماعت سے سفارشی چٹھی لیکر آئیں ۔ مرکز یا مقامی جماعت کے امیر کی سفارش پر آپ ضرور مدد فرمایا کرتے تھے ۔ اس قسم کی پابندیاں عائد کرنے میں ایک لطیف نکتہ یہ تھا کہ جماعت کے اندر دستِ سوال دراز کرنے کا طریق رواج نہ پائے ۔ دیگر یہ کہ غیر ذمّہ دارانہ طور پر اِمداد کرنے سے جماعتی تنظیم کو صدمہ نہ پہنچے ۔

باقی صاحب مجلسِ عاملہ کلکتہ کے ممبر تھے ۔ اور مختلف وقتوں میں جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے ۔ خاکسار کو بارہ تیرہ سال تک ان کے ساتھ بحیثیت ممبرِ مجلسِ عاملہ کام کرنے کا موقعہ ملا ہے ۔ مَیں نے دیکھا کہ موصُوف ہمیشہ صائب اور

بے لاگ مشورہ دیا کرتے ۔ مجلسِ عاملہ کا کوئی اجلاس ہو آپ کی رائے سبھوں کے لئے قابلِ قبول ہوتی تھی ۔ کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں آیا جس کا تسلّی بخش حل آپ نے پیش نہیں کیا ۔

قلب و نظر کے وہی ممتاز اَوصاف جن کا اُوپر تذکرہ ہو چکا ہے ، باقی صاحب کے افکار و رجحانات کے بُنیادی عوامل تھے ۔ اُن کے اندازِ فکر میں جُرأتِ حق ، خلوصِ نیّت ، وسعتِ قلبی اور استقامت و عزیمت کے جوہر صاف جھلکتے تھے ۔ مرحوم کی ذہنی نفسیات سے متعلق یہ امر قابلِ بیان ہے کہ آپ کی بے مثل ذکاوت اور ذہنِ ثاقب اور اس کے ساتھ ہی قوّتِ فیصلہ اور استقامتِ رائے آپ کی شخصیت کی تعمیر میں نمایاں رول ادا کرتی ہیں ۔

مرحوم کی بالغ نظری کا یہ حال تھا کہ بات کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے تھے ۔ نہ صرف آپ کو ذہن کی رسائی میں ملکہ تھا بلکہ قُوّتِ فیصلہ میں بھی کمال حاصل تھا ۔ بات چھیڑتے ہی اس کی تہہ کو پہنچ جانا اور قوّتِ فیصلہ سے کام لینا اور عموماً اس فیصلہ کا مُصاب اور دُرست ہونا ایک ایسی خُداداد نعمت تھی جو قُدرت نے آپ کو نہایت فیاضی سے عطا کی تھی ۔

باقی صاحب کو قریب سے دیکھنے کا جن لوگوں کو موقعہ ملا ہے وُہ باقی صاحب کی شخصی عظمت کے قائل اور آپ کی قُوّتِ مؤثرہ کے معترف ضرور ہُوئے ہیں ۔ شاید ۱۹۷۰ء کی بات ہے (کہ) سیّد محی الدین صاحب مرحوم ایڈووکیٹ رانچی کو کیرالہ جاتے ہوئے دَم دَم ہوائی مستقر پر ٹھہرنا تھا ۔ سیّد صاحب نے موقعہ غنیمت جان کر یہ چند گھنٹے باقی صاحب کے گھر میں گزارے ۔ ان دونوں بزرگوں کی بے تکلف ماحول میں یہ پہلی ملاقات تھی ۔ سیّد صاحب مرحُوم نے باقی صاحب کے نام ایک خط میں اپنے تاثّرات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا :-

"آپ موجُودہ دَور میں قادیان سے باہر ہندوستان کے عظیم ترین احمدی ہیں" ۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو نعماءِ اُخروی سے وافر حصّہ دے اور آپ کے اہل و عیال کو اپنے فضلوں سے نوازے ۔ آمین ؂

(بدر ۱۰ ر نومبر ۱۹۷۷ء)



(۱۷) منجانب چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی

آپ تحریر کرتے ہیں:۔

"درویشانِ قادیان کے مُحبّین میں سے ایک نُمایاں شخصیت" کے زیرِ عنوان محترم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی ناظر بیت المال آمد۔ قادیان نے ذیل کا مضمون رقم کیا تھا:۔

یادوں کی کمان کو چِلّے پر چڑھائے دُور اُفقِ ماضی پر نگاہیں جمائے بیٹھا ہُوں —!

۵۰-۱۹۵۱ء کے محاذ میں ایک وجیہہ اور چمکدار، کشادہ پیشانی والی شخصیت سامنے آتی ہے جس کے ہاتھوں میں ہمدردی، خلوص اور دُور اندیشی کی روشنائی سے لکھی ایک تحریر ہے۔ مَیں اس تحریر کو پڑھتا ہوں جس کا ایک ایک لفظ دِل کی گہرائیوں سے نِکلا ہے۔ اور ہر اُس شخص کے دِل کی گہرائی میں بیٹھنے کا حق رکھتا ہے جو خلوص اور وقار کی نگاہوں سے اسے پڑھے۔ اور ساتھ ہی اس باوفا اور ہمدرد بزرگ کی ان پُرخلوص ہمدردیوں اور بے لوث قربانیوں پر غور کرے جو مُسلسل اور غیر منقطع طور پر پچیس سال کے طویل عرصہ تک اس سے صادر ہوتی رہیں۔ اور قادیان کے تمام درویشوں اور اُن کے بیوی بچوں کے دِلوں میں اپنے اَمِٹ نقوش یوں چھوڑ گئیں کہ اُنہوں نے اپنے اس محسن کے لئے بیشمار دُعائیں کیں اور کر رہے ہیں۔

مُرورِ زمانہ کے باوجود وہ پُرخلوص تحریر اپنے اس مفہوم کے ساتھ میرے ذہن کی لَوح پر محفوظ ہے کہ

—"چونکہ قادیان کے درویشوں کے وظیفے انتہائی قلیل ہیں اور آمد کے ذرائع تو قطعی مفقود ہیں، اس لئے میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ جس طرح رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ مُنوّرہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مُواخات کا تاریخی اور بے نظیر سلسلہ قائم ہُوا تھا اسی طرح قادیان کے درویشوں نے بھی چونکہ اپنے تمام عزیزوں، رشتہ داروں اور دُنیوی مفادات اور اپنے مستقبل سے ہجرت اختیار کی ہے اور احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ قُربان کر دیا ہے۔ اس لئے ہم لوگ انصار بن کر درویشوں کے ساتھ مُواخات کا سلسلہ قائم کریں۔"

لیکن چونکہ سلسلۂ مؤاخات قائم کرنے کی راہ میں بعض عملی دشواریاں حائل تھیں اس لئے مرکز دُور رس نتائج کے پیش نظر اس پُرخلوص، درد میں ڈوبی ہوئی اور ہمدردیوں کے پانی میں گندھی ہوئی اس تحریک کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

بایں ہمہ وہ جذبہ جو ایک پُرخلوص دِل کی گہرائیوں سے اُٹھا تھا اس نے اپنی تکمیل اور اظہار کے لئے ایسی راہیں اختیار کیں کہ آج جب کوئی دُور اندیش اور عمیق نگاہ سے کام لینے والا انسان اپنے تخیلیوں میں اُن پر غور کرتا ہے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جب کوئی عزم سوزِ خلوص کی آنچ سے پختہ ہو جاتا ہے تو عجائبات منصّۂ شہود پر آتے ہیں۔

آج میں اس مخلصانہ عزمِ راسخ کا ذکرِ خیر کر کے ایک فرض سے سُبکدوش ہو رہا ہوں جو محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم نے قادیان کے درویشوں اور اُن کے اہل وعیال کے ساتھ مسلسل عملی ہمدردی کے لئے کیا تھا۔ بعض عزائم ایسے ہوتے ہیں جو دودھ کے اُبال کی طرح بڑی تیزی اور شدّت کے ساتھ اُٹھتے تو ہیں لیکن آناً فاناً گرد کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن محترم بانی صاحب مرحوم نے درویشوں کے ساتھ سلسلۂ مؤاخات قائم کرنے کا جو عزم کیا تھا اسے یوں نبھایا کہ اگر اس کی پوری تفاصیل بیان کر دی جائیں تو شاید بعض عقلیں اسے باور کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ عزمِ صمیم ایک پُرجوش سینے سے نکلا اور واقعات کی صورت میں بے شمار یادگاری نقوش بناتا چلا گیا۔ نقوش بھی ایسے جو ہر درویش کے نہاں خانۂ دِل میں محفوظ ہیں۔ اور جذباتِ تشکّر کو اُبھار کر بے اختیار دُعاؤں کی تحریک کرتے ہیں۔

آج کے مادّی دَور میں جب کہ حُبِّ مال نے دُنیا کی اکثریت کے دِلوں میں پنجے گاڑ رکھے ہیں، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر اموال کو خرچ کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ پھر یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص وقتی جذباتی اُبال کے تحت کوئی کارِ نمایاں کر گزرے۔ لیکن وہ شخص جس نے نہ صرف خود تا دمِ آخر اپنے عزم کو ہر پہلو سے پُرخلوص رنگ میں نبھایا بلکہ خُدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا

آنے سے پیشتر اپنے مرحوم کو اپنے بیوی بچوں کے دلوں میں منتقل کر دیا، یقیناً یہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں۔

افراطِ زر کے نتیجہ میں روز افزوں بلکہ پَر لگا کر بامِ عروج کی طرف اُڑتی ہوئی مہنگائی کے اس دَور میں جب بانی صاحب مرحوم کی یہ پیشکش یہاں پہنچی تھی درویشوں اور اُن کے اہل و عیال کے گزارے نہایت قلیل تھے۔ اور نانِ شبینہ سے بال بھر بھی زیادہ نہ تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی اپنے مالی وسائل میں کمی کے باعث قوّتِ لایموت سے زیادہ وظیفے دینے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بانی صاحب کی سوچوں کا دھارا صرف اس رُخ پر بہتا رہا کہ وہ درویشوں کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے اپنے خداداد اموال کو کس رنگ میں صَرف کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری تدبیر اُن کے ذہن میں آتی چلی گئی ہے۔ عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ سب بے تاب ہوتے چلے گئے اور سکّے اُن کی جیب میں انگڑائیاں لیتے رہے۔

چنانچہ ۱۹۵۵ء میں جبکہ درویشوں اور ان کے بیوی بچوں کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔ محترم بانی صاحب مرحوم کی طرف سے نئے کپڑوں کا تحفہ پہنچا۔ جو ہر فرد کے لئے ایک ایک جوڑے کی شکل میں تھا۔ اچھی کوالٹی کے کپڑے کے درجنوں تھان امرتسر سے لا کر محلّہ احمدیہ میں تقسیم کئے گئے۔ بلکہ ان کپڑوں کی سلائی کے لئے نقد رقم بھی دی گئی۔ اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ نئے کپڑے بھی ہر سال ایک ایک جوڑا ہر فرد کو دیئے جاتے رہے۔ اور سردیوں کے ایّام میں رضائیاں بھی تقسیم ہونے لگیں۔ اور عیدین کے مواقع پر نقد رقم کی شکل میں عیدی بھی دی جاتی رہی۔ درویشوں کے دلوں سے نکلی ہوئی دُعائیں بابِ اجابت تک پہنچتی رہیں۔ سیٹھ صاحب کے اموال میں برکت پیدا ہوتی رہی۔ اور اس کے ساتھ ہی مزید قربانی کے لئے اُن کے دِل کو اللہ تعالیٰ فراخی بخشتا رہا۔ اور وہ درویشوں سے عملی ہمدردی کے لئے نئی نئی راہیں سوچتے رہتے۔ ان نئی نئی راہوں پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ کس قدر

باریک بینی کے ساتھ سوچتے تھے۔ اگر ہر آئیٹم کے بارہ میں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے میں کچھ اشاروں پر ہی اکتفا کروں گا۔ مثلاً

(۱) دو سال سے کم عمر کے ہر بچے کے لئے دودھ کا انتظام۔
(۲) گرلز اسکول کی بچیوں کے لئے یونیفارم کا انتظام۔
(۳) جوان ہونے والی بچیوں کے لئے برقعوں کا انتظام۔
(۴) بیماروں کے لئے قیمتی ادویہ کا انتظام۔
(۵) تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ اور نصرت گرلز ہائی اسکول کیلئے پورے فرنیچر اور پنکھوں کا انتظام۔
(۶) اعلیٰ تعلیمی وظائف کے لئے ایک بڑی رقم کا انتظام۔
(۷) مرکزی مساجد میں پنکھے لگوانے کا انتظام۔
(۸) بہشتی مقبرہ میں لائٹ لگوانے کا خرچ۔
(۹) ہندی ترجمۃ القرآن کا سارا خرچ۔
(۱۰) مدرسہ احمدیہ کے کچھ طلباء کے لئے تعلیمی وظائف۔
(۱۱) خواتین پارک میں بچوں کے لئے کھیلوں کا انتظام۔
(۱۲) منارۃ المسیح کی سفیدی کے لئے عطیہ۔
(۱۳) لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعمیر کا سارا خرچ۔
(۱۴) مسجد احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کے لئے گراں قدر عطیہ۔
(۱۵) مسجد احمدیہ مدراس کی تعمیر کے لئے عطیہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محترم بانی صاحب مرحوم نے کسی موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام پر غور کیا کہ

"یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔"

چنانچہ ان کی توجہ اِس الہام کو ظاہری طور پر پورا کرنے کی طرف مبذول ہوئی۔ اور انہوں نے قادیان کے تمام درویشوں اور اُن کے بیوی بچوں کے لئے جن کی تعداد تیرہ صد کے

قریب ہے، چار ماہ کی گندم دینے کا انتظام کیا اور یہ انتظام گزشتہ پندرہ سال سے اسی طرح جاری ہے کہ گندم کی بھری ہوئی بوریاں ہر درویش کے گھر میں فصل کے وقت پہنچائی جاتی ہیں۔ بلکہ ان تمام غیر درویش کارکنوں کو بھی گندم دی جاتی ہے جو مرکز میں رہ کر سلسلہ کی خدمت بجا لا رہے ہیں[1]

اللہ تعالیٰ نے جماعت کے جن استطاعت رکھنے والے بھائیوں اور بہنوں کو توفیق بخشی ہے وہ درویش فنڈ کی تحریک میں بڑی کشادہ دلی سے حصّہ لیتے ہیں اور سالہا سال سے قربانی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن تحریکِ دُعا کی غرض سے یہ انکشاف ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سیٹھ بانی صاحب مرحوم ہر سال اس فنڈ میں سب سے زیادہ گرانقدر عطیہ دیتے رہے اور یہ عطیہ اب بھی مرحوم کے خاندان کی طرف سے چل رہا ہے۔

یہ تو صرف ان عطیات کا ذکر تھا جو قادیان اور قادیان کے درویشوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جماعت کے غرباء اور یتامیٰ اور بیوگان کو مستقل ماہانہ وظائف دیئے جاتے رہے۔ اور یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ سیٹھ صاحب مرحوم نے جہاں کہیں بھی کسی حاجت مند کی آواز سُنی اس کی مالی مدد کی پُوری کوشش کی۔

کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ اپنے اموال سے سرفراز کرے اور پھر وہ خُدا تعالیٰ کی راہ میں ان اموال کو خرچ کرنے کی توفیق پائے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بانی صاحب مرحوم کو اپنی دُنیوی نعمتوں سے نوازا تھا۔ اور مالی وسعت عطا فرمائی تھی وہاں اُن کے دل کو فراخیاں بخشیں۔ چنانچہ چند سال قبل جب جماعتِ احمدیہ کے دارالہجرت ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی تجویز زیرِ غور تھی تو بانی صاحب مرحوم نے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی کہ اس تاریخی مسجد کی تعمیر کا سارا خرچ برداشت کرنے کی انہیں اجازت دی جائے۔ چنانچہ حضور انور نے اس پیشکش کو منظور فرما لیا۔ اِس عظیم الشان

---

[1] یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ بلکہ چند سالوں سے صدر انجمن احمدیہ اور دیگر مرکزی انجمنیں بھی مزید چند ماہ کے لئے گندم کا عطیہ دیتی ہیں ؎

تاریخی مسجد کی تعمیر کا ابتدائی اندازہ ایک لاکھ کا تھا لیکن جب عملاً مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور جماعت کی آئندہ وسعت کے پیشِ نظر مسجد کے وسیع تر کرنے کا مسئلہ سامنے آیا تو قدرتی طور پر اخراجات بھی بڑھ گئے۔ اور بالآخر یہ اخراجات ابتدائی اندازہ سے کئی گنا زیادہ تک جا پہنچا اور یہ سارا خرچ برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بانی صاحب مرحوم کو عطا فرمائی۔ یہ ایک بہت بڑی اور نمایاں سعادت ہے۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جو شخص اس دُنیا میں خُدا تعالیٰ کا گھر یعنی مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیتا ہے، خدا تعالیٰ اس کے لئے جنّت میں گھر بناتا ہے۔ آج جبکہ سیٹھ صاحب مرحوم خُدا کے حضُور حاضر ہو چکے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ مُخبرِ صادق حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے مطابق وہ اس گھر میں مقیم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنّت میں بنایا ہوگا۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر اتنی بڑی سعادت ہے کہ رہتی دُنیا تک سیٹھ صاحب مرحوم کی نسلیں بجا طور پر اس پر فخر کیا کریں گی ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تا نبخشد خدائے بخشندہ!

مَیں اپنے افکار کی اُنگلی تھامے تقسیمِ مُلک سے قبل کے ماضی کی دہلیز پر کھڑا ہوں اور اپنی یادداشتوں کے اجزائے مُنتشر کو جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار مسجد مبارک میں یہ ارشاد فرما کر دوستوں کو دُعا کی تحریک فرمائی تھی کہ ایک دوست نے تفسیرِ کبیر کی اشاعت کے لئے چھ ہزار رُوپے کا عطیہ دیا ہے۔ یہ دوست بھی محترم بانی صاحب مرحوم ہی تھے۔ اور اُس زمانہ کا چھ ہزار روپیہ بڑی قدر و قیمت رکھتا تھا جو آج کل کے ڈیڑھ دو لاکھ کے برابر تھا۔

خاکسار راقم تقسیمِ مُلک سے قبل شعبۂ زود نویسی کا رُکن تھا۔ اور سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خطبات، ملفوظات اور تقاریر قلمبند کیا کرتا تھا چونکہ ان طویل اور پُر معارف تقاریر کو قلمبند کرنے کے لئے شارٹ ہینڈ کا تجربہ کامیاب نہ ہو سکا تھا اور ان تقاریر کی افادیت اور تاریخی اہمیت کا تقاضا تھا کہ انہیں لفظ بلفظ

محفوظ رکھا جائے۔ اس لئے ہم نے شارٹ ہینڈ کی بجائے لانگ ہینڈ کی اصطلاح وضع کی تھی۔ اور پوری تقاریر کو لفظاً لفظاً لکھا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت ہی مشکل اور محنت طلب کام تھا۔ لیکن ہمارے پیارے آقا اور اولوالعزم امام نے اپنے خدام کے اندر جو روحِ اولوالعزمی بھر دی تھی وہ اس مشکل پر قابو پا لیتی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں سیٹھ صاحب مرحوم ایک بار قادیان تشریف لائے اور انہوں نے زود نویسی کے کام کی عملی مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے کلکتہ واپس جا کر ایک ٹیپ ریکارڈ بھجوایا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس ٹیپ ریکارڈ سے استفادہ کرتے مُلک تقسیم ہو گیا۔ اور وہ ٹیپ ریکارڈ لاہور بھجوا دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیٹھ صاحب مرحوم کو مرکزی ضروریات کا کس قدر خیال رہتا تھا۔

ان تمام سخاوتوں اور فیاضیوں اور قربانیوں کے باوجود سیٹھ صاحب کے اندر فروتنی اور انکساری بھی بدرجۂ اتم تھا۔ وہ جب کبھی یہاں تشریف لاتے۔ یا مرکزی نمائندے کلکتہ جاتے تو مرکزی نمائندوں کے احترام میں ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گویا وہ راہ میں بچھے جاتے تھے۔ مَیں چونکہ مرکز کے محکمہ مال سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے بارہا قادیان میں اور کلکتہ جا کر مالی تحریکات کرنے کے مواقع ملتے رہے ہیں اس لئے مَیں ذاتی علم کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ سیٹھ صاحب مرحوم مالی تحریکات کے لئے مستعد، منتظر اور چشم براہ رہتے تھے۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ خود اور ان کی جیب میں رکھے ہوئے پیسے گویا تحریک کے منتظر تھے۔

..... وہ اپنی گراں قدر مالی قربانیوں کے باوجود اپنی ذات میں عجز پسند اور منکسر المزاج تھے۔ یہ دیکھ کر بے اختیار اُن کے لئے دل سے دعا نکلتی تھی۔ سادہ وضع، سادہ لباس اور خدمتِ دین کا گہرا جذبہ دل میں لئے جب وہ کہتری کے مقام پہ کھڑے ہو کر جھک کر اور بچھ کر خدمتِ دین کے موضوعات پر بات کرتے تھے تو مخاطب پر خوشگوار اور دیرپا اثر ہوتا تھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب اشاعتِ

اسلام کے لئے صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کا عظیم الشان منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا تو سیٹھ صاحب مرحوم نے اپنا اور اپنے خاندان کا پورا وعدہ جو آئندہ سولہ سال میں یعنی ۱۹۸۹ء تک قابلِ ادا تھا، ابتدائی سال میں ہی سارے کا سارا ادا کر کے اپنے پیارے امام کی خوشنودی حاصل کی۔ یہ بھی وعدہ خدا کے فضل سے گرانقدر تھا۔ پھر سیٹھ صاحب مرحوم کا یہ کارنامہ اپنی جگہ پر ہے کہ انہوں نے احمدیت کی خدمت اور درویشانِ قادیان کی امداد کے لئے اپنے دل اور اپنی جیب کو ہمیشہ کشادہ رکھا۔ لیکن اُن کا یہ کارنامہ بھی بہت قابلِ قدر ہے کہ انہوں نے اپنے نیک جذبوں کے انجکشن اپنے بیوی بچوں کو بھی دیئے۔ اور خدا کے حضور حاضر ہونے سے پہلے انہیں بھی خدمتِ دین کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ اور اس باپ کی قسمت پر کون رشک نہیں کرے گا جس نے خود نیکیوں کی توفیق پائی اور اپنی اولاد کو بھی اس راہ پر لگا دیا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے عطا کردہ اموال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ؎

نوعِ بشر اُٹھو مری رحمت خرید لو
دولت ہے جس سے ہیچ وہ نعمت خرید لو
ہر مال مرا مال ہے، جنت بھی ہے مری
میرے ہی مال سے مری جنت خرید لو

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سیٹھ صاحب مرحوم کی تمام قربانیوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اور انہیں جنت الفردوس میں اپنے قرب سے نوازے اور اُن کی اولاد کا ہمیشہ حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔[1]

---

[1] بدر ۴ مئی ۱۹۷۸ء۔ افسوس کہ اس مضمون کے چند ماہ کے اندر ہی محترم چوہدری فیض احمد صاحب ۲۸ اگست ۱۹۷۸ء کو راہیٔ مُلکِ بقا ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ آمین۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے پاک گروہ میں آپ شریک تھے

محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی نے ایک دفعہ یہ سمجھا کہ اُن کی وفات قریب ہے۔ تو انہوں نے اپنی اولاد سے کہا کہ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ میری الوداعی نصیحت یہ ہے کہ احمدیت جیسے قیمتی خزانہ کی حفاظت کرنا جس کے تم وارث ہوئے ہو۔ آپ کی اولاد اِس نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے خُدّام سلسلہ میں شامل ہے اور ایک صدقہ جاریہ مرحوم کا ہیں۔

اِس صدقہ جاریہ کے علاوہ آپ کو ہزاروں یتامیٰ، بیوگان، ناداروں، فقراء اور درویشانِ قادیان کی دِلی دُعائیں حاصل ہیں۔ اور یہ لوگ زندگی بھر آپ کو بھول نہیں سکتے۔ ارشادِ خداوندی وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ کے مدِّنظر آپ نے اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح بہا دیئے۔ اِس سلسلہ میں جماعت کے اہم اور مُستقل نوعیت کے کاموں میں انفاق کی وجہ سے آپ کو سلسلۂ احمدیہ کے خُلفاءِ کرام سے خصوصی دُعائیں حاصل ہوئیں۔ تاریخِ احمدیت جلد پنجم رقم طراز ہے کہ:-

> "(آپ نے) حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کی طرح سلسلہ کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور قُربانیوں میں ایک شاندار مثال قائم کی" (صفحہ ۲۴۰)

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہُوا اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعۂ خاص میں عمل میں آئی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(کتبہ: محمد کریم الدین شاہد قادیان)